حضرت شیخ ابوبکر جابر الجزائری حفظہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف

"کتاب المسجد وبیت المسلم"

کی اردو ترجمانی

دینی نصاب

(تعلیم وتربیت کا اسلامی نظام)

محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ

حصہ اول

از

حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب دامت برکاتہم (مفتی شہر آگرہ)

ناشر

مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد

بی۔۶۳۹ وصی آباد۔ الٰہ آباد (یو۔پی) ۲۱۱۰۰۳ الہند

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب: دینی نصاب (تعلیم وتربیت کا اسلامی نظام) حصّہ اوّل

از ماہ محرم تا جمادی الثانیہ۔ مکمل ۶ ماہ

مترجم: حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب دامت برکاتہم

صفحات: ۵۷۶ تعداد اشاعت: ایک ہزار

سن اشاعت: محرم ۱۴۲۵ھ مطابق مارچ ۲۰۰۴ء

کتابت مولوی شمیم احمد قاسمی الہ آبادی

طباعت: ایم، الیس پرنٹرس، ہمدرد مارگ لال دروازہ۔ دہلی

ناشر: مکتبہ دار المعارف الہ آباد Maktaba Darul Maarif Allahabad

قیمت: Price Rs. 130.00

تقریب ترجمانی کتاب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡلَآ اَنۡ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ؕ

اَمَّا بَعۡدُ! فضیلۃ الشیخ مصنف دامت برکاتہم نے اپنی کتاب کو ایک منصوبہ اور ترتیب کے ساتھ مرتب فرمایا ہے۔ کتاب کی ترتیب یوں رکھی ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دنوں کیلئے علیحدہ علیحدہ تین سو ساٹھ درس منتخب فرمائے ہیں۔ ان درسوں کا سلسلہ باری باری سے رکھا گیا ہے کہ ایک دن قرآن مجید کا درس ہو تو دوسرے دن حدیث شریف کا درس ہو (اس طرح انھوں نے کتاب وسنت کی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ فقہی اختلاف کو مدنظر نہیں رکھا ہے) آیات قرآنی وحدیث نبوی کے انتخاب میں خاص طور پر اسی مقصد کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ عامۃ المسلمین پورے طور پر صاحب ایمان، صاحب علم اور مجسم نمونۂ عمل بن جائیں۔ بقول صاحب ایمان شاعر اصغر گونڈوی علیہ الرحمۃ ؎

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو پیکر عمل بنکر غیب کی صدا ہو جا

اس وقت ہم مسلمانوں کا اصل مرض علم دین کی کمی تو جو کچھ ہے وہ ہے ہی مگر اس سے بڑی کمی ہماری بے عملی ہے۔ دینی علم پر عمل کی ضرورت کا تصور بھی ہمارے دل ودماغ میں دور دور تک نہیں ہے اور یہ تصور ہو بھی تو کیسے ہو، کہ دور حاضر کے قائدین ومصلحین کے نزدیک اب علم صرف عصری علوم یعنی سائنس اور ٹکنالوجی کی معلومات کی حد تک محدود رہ گیا ہے۔ "طالبان علم دین" ناخواندہ

لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے وقت کی اہم ضرورت یہی ہے کہ ہم دلی توجہ کے ساتھ سچے پکے مسلمان بنیں۔ اپنی پوری زندگی میں اسلامی تعلیمات نافذ کریں۔

اسلام کا ہم سے یہی مطالبہ ہے۔ اسے قرآن مجید کے بلیغ الفاظ میں سنیئے "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" (اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) یعنی تمام احکام وہدایات سمیت اسلام کو اپناؤ کہ تمھاری زبان پر اسلام کا کلمہ ہو، تمھارے دلوں پر اسلام کا سکہ ہو، تمھارے عقیدے اسلامی ہوں، تمھارے اعمال اسلامی ہوں، تمھاری معاشرت تمھارا رہن سہن اسلامی ہو، تمھاری عادات واطوار، اخلاق و آداب اسلامی ہوں، تمھاری وضع قطع، شکل وصورت اسلامی ہو، کہ آیت قرآنی "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (تمھارے لئے اللہ کے رسول کی ذات والاصفات میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔) ہم سے یہی مطالبہ کرتی ہے ؎

بمصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی دیں تمام بولہبی است

جس وقت ہم آپ "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" پر عمل پیرا ہو جائیں گے ہم مجسم دعوت بن جائیں گے۔

الغرض حضرت مصنف دامت برکاتہم نے خالص دعوت وارشاد اور تبلیغ دین ہی کے نقطۂ نظر سے بالکل انوکھے انداز میں تربیت علم وعمل کیلئے ایک نظام علم وعمل اور ایک دینی نصاب ترتیب دیا ہے اور جملہ مسلمانوں سے اپنی اس دینی اور دلی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں اور اپنے اپنے گھروں میں اس دینی نصاب کی

تعلیم و تلقین جاری کریں۔

کتاب کی ترتیب اور اس کے ضروری مضامین کے انتخاب کو نظر میں رکھتے ہوئے بجا طور پر یہ توقع کی جانی چاہیے کہ اگر صحیح طور پر خلوص نیت کے ساتھ مصنف دامت برکاتہم کی تجویز کے مطابق مسجدوں اور مسلم گھرانوں میں "یہ پانچ منٹ کا مدرسہ" جاری ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ دین کی تبلیغ و اشاعت اور عملی طور پر اس کے رواج پانے میں نہایت درجہ مفید ہو گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف کی یہ محنت و خدمت، احقر کی یہ ترجمانی اور جملہ معاونین کا تعاون قبول فرمائے اور یہ کام ہر ایک کیلئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات ہو۔ آمین!

عبد القدوس رومی۔ مفتی شہر آگرہ
۲/۹۹۲۔ غریب خانہ تلسی پور (وصی آباد) الٰہ آباد

نوٹ: ہر سبق کے ساتھ "مربّی کیلئے ہدایات" بھی ہیں جس کے ذریعہ ان اسباق کی مزید تفہیم ہو جاتی ہے۔ مربّی سے مراد وہ صاحب ہیں جو ان اسباق کو سنائیں۔ مسجد کے امام صاحب ہوں یا صاحب خانہ ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید طبع ثانی

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے "دینی نصاب" کی پہلی ناقص کتابت کے بعد عمدہ اور بہترین کتابت کے ساتھ طبع ثانی کا قابل اطمینان اور لائق شکر انتظام کر دیا۔

اسے بالکل ہی اتفاق کہنا پڑتا ہے کہ احقر نے جس وقت فضیلۃ الشیخ ابوبکر بن جابر الجزائری کی عربی کتاب "کتاب المسجد وبیت المسلم" کا ترجمہ "نظام تعلیم وتربیت کا دینی نصاب" کے عنوان سے شایع کرنے کا ارادہ کیا، تو ایسا لگا کہ اردو کاتبین انڈر گراؤنڈ ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ پر بے عقل وشعور بصیرت وبصارت سے محروم ایک مشین میز پر کچھ گٹ پٹ گٹ پٹ کر کے کار کتابت انجام دے رہی ہے جسے کمپیوٹر کہا جاتا ہے۔ احقر بھی مجبور تھا کہ اسی بے عقل و نظر مشینی کاتب سے کتابت کرائے۔

لیکن حضرت کمپیوٹر کی کتابت میں جو غلطیاں دیکھنے کو ملیں، ان میں غلطیوں سے متعلق یہ سراغ لگانا مشکل ہو گیا کہ کس لفظ کو کس طرح قلب ماہیت کر کے کیا سے کیا لکھ دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلا ایڈیشن ایسا شائع ہوا جس کی فروخت وتقسیم کچھ بھی میرے بس کی بات نہ تھی، کتابت کی غلطیاں لَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی تھیں، جس سے احقر کی کمر ہمت ہی ٹوٹ گئی۔

اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے برادر عزیز مولانا محمد قمر الزمان صاحب زیدت مآثرہم کو

(جو احقر کے قدیم محبین اور کرمفرماؤں میں ہیں، اور اب تو وہ معروف و مشہور شیخ طریقت ہو چکے ہیں کہ محتاج تعارف ہی نہیں رہ گئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

موصوف نے اسے بہت پسند کیا اور قلمی کتابت کے ذریعہ اسکی کتابت کرائی ہے۔ جس کی وجہ سے احقر کی سعی ترجمانی رائگاں جاتے جاتے بچ گئی۔

اللہ تعالے آں موصوف کو اور ان کے فرزند ارجمند عزیزم مولوی محمد عبداللہ قمرالزماں قاسمی سلمہٗ کو جزائے خیر عنایت فرمائے جنھوں نے احقر کی اس خدمت کو (جو ذخیرۂ آخرت ہو سکتی ہے) محفوظ کر دیا۔ خدا کرے ان حضرات کی کوشش سے آئندہ بھی اس کی اشاعت ہوتی رہے۔

احقر عبدالقدوس رومی
مفتی شہر آگرہ

فہرست عنوانات دروس یومیہ ماہ محرم الحرام

عنوانات دروس یومیہ ماہ صفر الخیر

عنوانات دروس یومیہ ماہ ربیع الاوّل

عنواناتِ دُروس یومیہ ماہ ربیع الثانی

عنوانات دُروسِ یومیہ ماہ جُمادی الاُولیٰ

عنوانات دروس یومیہ ماہ جمادی الثانیہ

پہلا درس

یکم محرم الحرام	قَوْلُ اللہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ ۝

(سورۃ النحل آیت ۹، ۱۰)

ترجمہ آیت: تو (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں، کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس (شیطان) کا قابو تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی و تعلق رکھتے ہیں۔ اور (اسی کے نتیجہ میں) شرک کرتے ہیں۔

تشریح: آیت شریفہ میں اصل خطاب تو خود صاحب قرآن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور پھر آپؐ کے واسطہ سے تمام اہل ایمان بھی اس آیت کے مخاطب ہیں۔ سب ہی کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب بھی کوئی شخص قرآن مجید کی قرارت و تلاوت کا ارادہ کرے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔ تو پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" یا اس کے ہم معنی کوئی بھی تعوذ

پڑھ کر استعاذہ (شیطان سے حفاظت کی طلب خدا تعالےٰ سے) کر لیا کرے۔ اس طرح شیطان سے تمھاری حفاظت ہو جائے گی اور پھر شیطان اپنے وسوسوں کے ذریعہ تمھاری تلاوت و قرارت میں خلل و فساد نہ پیدا کر سکے گا۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے کھلے لفظوں میں یہ بات صاف طور پر ارشاد فرمائی ہے کہ صاحب ایمان اللہ تعالےٰ کے موحد بندے پر جو شرک سے بیزار و دور ہو شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا ہے۔ اس کا قابو تو بس انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کے بہکانے میں آکر اس سے دوستی و تعلق پیدا کر لیتے ہیں، اور پھر جب وہ ان کے لئے گناہوں کو دلچسپ و دلپسند بنا دیتا ہے تو پھر وہ لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر شیطان کو غلبہ حاصل رہتا ہے اور وہ پوری طرح اس کے قابو میں رہتے ہیں۔ اسی طرح شیطان کا زور اور قابو ان لوگوں پر بھی چلتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی توحید سے منہ موڑ کر اس کے ساتھ کسی طرح کا شرک اختیار کر لیتے ہیں اور اس کے کہنے میں آکر غیر اللہ کی پرستش اور پوجا کرنے لگتے ہیں۔ غیر اللہ کی یہ پرستش اور پوجا، معصیتوں کا یہ ارتکاب یہ سب تسویل شیطانی ہی کی وجہ سے ہوتی ہے شیطان گناہوں کو دلچسپ اور آراستہ و خوشنما کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں شرک کی مختلف صورتیں لوگ اختیار کر لیتے ہیں۔ کوئی بت پرستی کرتا ہے، کوئی چاند، سورج اور ستاروں کو پوجنے لگتا ہے، کچھ لوگ آتش پرستی (اگنی پوجا) کرنے لگتے ہیں۔ ستاروں کو پوجنے والے ستاروں کو منحوس و مبارک ہونے کا عقیدہ کرنے لگتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو انبیاء، صالحین یا فرشتوں کی پرستش میں مبتلا ہیں، ان

معبودان باطل کی عبادت مختلف طور پر ہوتی ہے۔ مثلاً ان سے براہ راست دعا مانگی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُنہی سے مدد مانگی جاتی ہے، ان کے نام پر نذر مانی جاتی ہے۔ بزرگوں کے نام کی قسم کھانا بھی عبادت ہونے کی وجہ سے شرک میں داخل ہے۔

اسی طرح ان بزرگوں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا اور حد سے زیادہ ان سے ڈرنا اور خوف کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھا جاتا ہے، یا ان بزرگوں ہی کی نسبت سے دوسروں سے محبت یا بغض رکھنا بھی شرک ہی کی ایک صورت ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ درس میں دی ہوئی آیت قرآنی کو ٹھہر ٹھہر کر تجوید کے ساتھ تلاوت کریں آپ کے سامعین بھی مل کر آپ کے ساتھ ساتھ دہرلتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ اکثر سامعین کو آیت یاد ہوگئی ہے۔

۲۔ آیت زیر درس میں قرارت سے پہلے جس تعوذ و استعاذہ کا حکم دیا گیا ہے اسے اچھی طرح سمجھا دیں اور اس حکم کا شرعی درجہ بھی بتا دیں کہ قرآن مجید کی قرارت سے پہلے اَعُوذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم پڑھنے کا حکم اسی آیت سے ثابت ہے، اور یہ حکم اس وقت ہے کہ قرارت کا آغاز ابتدا سورت سے نہ ہو رہا ہو (بلکہ درمیان سورت یا آخر سورت سے قرارت ہو رہی ہو) لیکن اگر قرارت کسی سورت کے شروع ہی سے کی جا رہی ہو تو ایسی صورت میں "تعوذ" کے بعد "تسمیہ" (بسم اللہ الرحمن الرحیم) بھی پڑھنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔

۳۔ آپ اپنے مخاطب سامعین کو شرک (یعنی غیر اللہ کی بندگی و غلامی، ان سے مدد طلبی وغیرہ) سے بچنے کی تاکید فرمائیں اور اس کے بُرے انجام سے انھیں ڈرائیں کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کی بخشش توبہ کے بغیر ہرگز نہ ہوگی۔

۴۔ اپنے مخاطبین کو توکل کی حقیقت سمجھائیں اور انھیں اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد اور بھروسہ کرنے کی تلقین کریں کہ ہم کو آپ کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اس پر توکل کرنا چاہیے۔ اور کسی بھی غیر اللہ سے ڈرنا اور خوف رکھنا ایمان و توحید اور توکل کے خلاف ہے، اس لئے ہر مسلمان صاحب ایمان بنے اور غیر اللہ کا خوف اپنے دل میں ہرگز نہ پیدا ہونے دیں۔

دوسرا درس

۲ محرم الحرام | قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِعَمْرِو بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ارشاد فرمایا کہ اے بچے! بسم اللہ کہو اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

تشریح: یہ عمرو بن ابی سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ربیب ہیں جو اپنی والدہ حضرت ام سلمہ (ام المومنین) رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور پھر آپ ہی کی پرورش و تربیت میں رہے تھے (ایسے بچے کو جو ماں کے ساتھ آکر دوسرے باپ کی پرورش میں رہے عربی زبان میں "ربیب" کہتے ہیں) ان کے والد محترم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کی والدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی اور عزت افزائی کیلئے ان سے نکاح کر کے ازواج مطہرات میں شامل اور حرم میں داخل فرما لیا تھا۔ اس وقت سے یہ بھی منجملہ ازواج مطہرات و امہات المومنین ہو گئیں اور ان کے صاحبزادے عمرو بن ابی سلمہ آپ کے پروردہ ربیب ہو گئے۔

کسی دن کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا

رکھا گیا، یہ صاحبزادے عمرو بن ابی سلمہؓ بھی دسترخوان پر تھے۔ انھوں نے بچوں کی عادت کے مطابق فوراً ہی کھانے کیلئے ہاتھ بڑھا دیا۔ تو آپ نے انھیں مخاطب فرماکر کھانے کے یہ تین آداب تعلیم فرمائے اور ارشاد فرمایا: اے بچّے! کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ یعنی "بسم اللہ" کرکے کھانا کھاؤ۔ کیونکہ کھانے پینے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ کیونکہ بایاں ہاتھ تو نجاست وگندگی کی صفائی میں کام آتا ہے۔ اسی سے استنجا کیا جاتا ہے۔ اور ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ شیطان اور کافروں کی مشابہت اور ان کا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ تم میں سے کوئی جب کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پئے (یا اور کوئی پینے کی چیز شربت، دودھ، چائے وغیرہ پئے) تو داہنے ہاتھ سے پئے۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے تو شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم شریف)۔ (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ بہت سے مسلمان سنت کو نظرانداز کرکے فیشن پر عمل کرتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے پانی، چائے وغیرہ پیتے ہیں جو قابل ترک ہے۔)

حدیث زیرِ درس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ سے یہ فرمانا کہ اپنے سامنے اور قریب سے کھاؤ، اس رعایت ومصلحت پر مبنی ہے کہ دسترخوان پر شریک دوسرے کھانے والوں کو تکلیف ہوگی۔ اگر تم ان کے سامنے سے کھانے لگوگے تو انھیں اس سے ناگواری ہوگی (جسے چاہے وہ زبان سے نہ بھی کہیں مگر دل میں ضرور ناگوار وتکلیف محسوس کریں گے۔)

اس ارشاد گرامی میں معاشرت کا یہ پہلو بھی ملحوظ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کیجائے جس سے اخوت باہم اور دوستی ومحبت کے جذبات مجروح ہوتے ہوں اور نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آپ سب سے پہلے اپنے مخاطبین و سامعین کے سامنے زیر درس حدیث کو ٹھہر ٹھہر کر کئی بار دہرائیں۔ جو سامعین حدیث کے الفاظ دہرا سکتے ہوں آپ ہی کے ساتھ آہستہ آہستہ وہ بھی دہراتے رہیں کہ الفاظ حدیث یاد ہو جائیں۔ جن کو حدیث یاد ہوگئی ہو ان سے زبانی سن لیں کہ معلوم ہو جائے کہ حدیث کے الفاظ صحیح طور پر یاد ہوئے ہیں۔

۲۔ آپ حاضرین سے حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضؓ کے متعلق دریافت کریں کہ یہ کون تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا کیا رشتہ تھا؟

۳۔ حاضرین سے پوچھئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اُمّ المومنین کیوں کہا جاتا ہے؟

۴۔ حاضرین سے کھانے کے وہ آداب دریافت کریں جو زیر درس حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ یعنی "بسم اللہ" پڑھنا، داہنے ہاتھ سے کھانا، اپنے سامنے سے کھانا۔

۵۔ اس کے ساتھ کھانے کے مندرجہ ذیل آداب بھی انھیں بتا دیجئے:۔
(الف) لقمہ چھوٹا ہونا چاہئے۔ (ب) خوب اچھی طرح چبا چبا کر اطمینان کے ساتھ کھانا چاہئے۔ (ج) برتن کے کنارے سے کھانا چاہئے، درمیان سے نہیں کھانا چاہئے۔ (د) اگر کوئی لقمہ یا روٹی کا ٹکڑا زمین پر گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہئے، پھینکنا نہ چاہئے۔ ہو سکتا ہے اس میں برکت ہو۔ (ہ) انگلیوں کو دھونے سے پہلے خوب چاٹ لینا چاہئے

سنت یہی ہے۔ (۹) کھانے کے بعد کم از کم اَلحمدُ لِلّٰہ کہہ لینا چاہیے یا پوری دعا پڑھے (دعا یہ ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

۶۔ مخاطبین کو یہ بھی بتائیں کہ اگر کسی دوسرے کے گھر کھانا کھائیں تو اس کے حق میں یوں دعا کریں۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ۔ (یا یہ دعا پڑھیں) اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا، اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ۔

۷۔ کفار و شیاطین کی نقل و مشابہت کا ناجائز ہونا اپنے سامعین کے ذہن نشین کراویں۔

تیسرا درس

۳ رمحرم الحرام	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

(سورۃ الفاتحہ، آیت ۱ تا ۴)

ترجمہ آیت: اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔

تشریح: (اس موقع پر یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ "بسم اللہ شریف" بعض ائمہ کرام کے نزدیک سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ وہ اسے اسی کی پہلی ایک آیت شمار کرتے ہیں۔ حضرت مصنف نے بھی اسی لحاظ سے سورہ فاتحہ کی چار آیات یہاں نقل کی ہیں) ان آیات میں پہلی آیت بسم اللہ ہے اس کا ترجمہ یوں کیا جائیگا کہ میں اپنی تلاوت وقرارت اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں) یا اس کے نام سے مدد اور برکت حاصل کرتے ہوئے شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔ بقیہ آیات کی تشریح یوں ہوگی۔ " اَلْحَمْدُ" تمام قابل تعریف باتوں اور تمام خوبیوں کا مستحق اللہ تعالےٰ ہے۔ اللہ معبود برحق کا ذاتی نام ہے، جس کے سوا کوئی دوسرا مستحق عبادت نہیں ہے جس کے بہت سے " اسمار حسنیٰ اور صفات عالیہ ہیں"۔ وہ رب العالمین ہے" یعنی وہی خدا سارے جہانوں کا خالق ورازق اور ان کا مالک ومعبود ہے

جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ "عالمین" عالم کی جمع ہے۔ (عالم عربی قاعدے کے مطابق اسم آلہ ہے۔ یعنی عالم ذریعہ علم ہے جس کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالےٰ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ سارے عالم اور اس کی ہر ایک چیز اللہ تعالےٰ کے علم و ادراک کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے عالم کو عالم کہا جاتا ہے) اللہ تعالےٰ کے سوا دنیا میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالےٰ کی معرفت و ادراک کا ذریعہ ہے جو بے تعداد ہیں اسی لئے عالمین کہا گیا ہے۔ "الرحمٰن" وہ ایسی رحمت والا ہے جو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تمام مخلوق میں رحم کا جو مادہ پایا جاتا ہے وہ اسی رحمت الٰہیہ اور رحمت لامتناہیہ کا پرتو اور فیض ہے سب کی رحمتوں کا سرچشمہ یہی ذات رحمٰن ہے۔ "الرّحیم" یعنی جو اپنے دوستوں اور فرماں برداروں کے ساتھ نہایت مہربان اور رحم والا ہے وہی دار السلام جنت میں بھی اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں پر مہربان ہوگا۔

"مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن" روز جزا یعنی روز قیامت میں وہی مالک ہوگا اور وہی مَلِک اور بادشاہ ہوگا۔

"یوم الدین" روز جزا اور روز حساب کے مفہوم کیلئے لایا گیا ہے۔ یعنی قیامت کے دن جس دن اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہ مالک ہوگا نہ مَلِک ہوگا جس کا حکم چل سکے۔ اس لئے یہی بات ضروری اور قرین عقل ہے کہ صرف اسی ایک خدا پر ایمان لایا جائے اور اسی ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ان تمام باتوں پر بھی ایمان لایا جائے جن پر ایمان لانے کا اس نے حکم دیا ہے (یعنی اس کے تمام رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، روز آخرت و روز قیامت پر اور مرنے کے بعد آخرت میں پھر زندہ ہونے پر، اور جزا و سزا پانے پر بھی

ایمان لایا جائے) اور جن جن صورتوں اور طریقوں سے اس نے عبادت کا حکم دیا ہے ہر صورت سے صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو بھی کسی صورت میں شریک کیا جائے (اس کی عبادت کی صورتیں یہ ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طواف، اعتکاف، نذر ومنت، قربانی اور دعا۔ عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالٰے ہی کیلئے ہونی چاہئیں۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سورۂ فاتحہ کی یہ ابتدائی آیات مذکورہ کو آپ تجوید وصحت مخارج کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ بار بار تلاوت کیجئے۔ حاضرین وسامعین بھی دھیرے دھیرے بہت ہی پست آواز میں اسے دُہراتے رہیں کہ یہ آیات صحیح طور پر یاد ہو جائیں۔

۲۔ آیات زیر درس کی جو تشریح کی گئی ہے اس کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے اور جہاں ضرورت سمجھیں اسے آسان زبان میں انھیں سمجھادیں۔ یہاں تک کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ یہ تشریح سب نے سمجھ لی ہے۔

۳۔ مخاطبین کو "حمد" اور "الحمد للہ" کا فرق بتائیے اور سمجھائیے کہ حمد کا لفظ عام ہے۔ الف لام نے اس عام حمد کو ایک خاص حمد بنا دیا ہے جو پروردگار حقیقی کے شایان شان حمد ہے۔ اب الحمد کا لفظ اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کیلئے انتہائی تعبیر ہے۔ لہذا اللہ تعالٰے نے جس بندہ پر بھی کوئی انعام فرمایا تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر کی ادائگی کا یہی ایک طریقہ مسنون ہے

کہ اسکی ہر نعمت وانعام پر " الحمدُ للہ " کہا جائے۔

۴۔ مخاطبین کو یہاں اس پہلو پر بھی متوجہ فرمادیں کہ کھانے پینے سے فارغ ہونے پر (نیا لباس میسر ہونے پر بھی) الحمدُ للہ کہنا چاہیئے۔ اسی طرح جب کوئی شخص خیریت دریافت کرے اس وقت بھی یہی کلمۂ شکر الحمدُ للہ کہنا چاہیئے۔ یہی مسنون ہے۔

۵۔ انھیں بتائیے کہ اللہ تعالیٰ ہی رحمٰن ورحیم ہیں اور رحم کرنے والوں کو دوست بھی رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

" اِنَّ اللّٰہَ رَحِیْمٌ یُحِبُّ الرُّحَمَاءَ " (اللہ تعالیٰ رحیم ہیں رحم کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں) ایک دوسری حدیث میں ہے :۔

" اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ " (زمین والوں پر تم رحم کرو تو وہ ذات جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کریگی)۔ اس حدیث کا ترجمہ منظوم حالی نے یوں کیا ہے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

اور مترجم رومی نے یوں کیا ہے ؎

جو آپ رحم کریں گے زمیں والوں پر کریگا رحم خدا جو ہے آسمانوں پر

۶۔ انھیں بتائیے کہ " یوم الدین " روز جزا کے عقیدہ کو ہر دم یاد رکھنے سے طاعت کی اطاعت اور معصیت سے اجتناب میں مدد ملتی ہے۔

۷۔ آپ انھیں سمجھائیں اللہ تعالیٰ " ربّ العالمین، رحمٰن ورحیم، اور مالکِ یوم الدین " ہونے ہی کی وجہ سے مستحقِ حمد اور لائق عبادت ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔

چوتھا درس

۴ محرم الحرام	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: کُلُّکُمْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی، قَالُوْا وَمَنْ اَبٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔ (بخاری شریف)

ترجمۂ حدیث: حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا سوائے اس کے جو انکار کرے۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بھلا ایسا کون ہوگا جو انکار کرے؟ آپ نے فرمایا، جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (سمجھ لو کہ اس نے جنت میں جانے ہی سے) انکار کیا ہے۔

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا لفظ "کلکم" ہے (جس کے معنی ہیں تم میں کا ہر شخص) اس لفظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت مسلمہ کے جملہ اہل ایمان افراد مراد لئے ہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، شریف ہو یا رذیل، عالم ہو یا عامی، مالدار ہو یا نادار، سب ہی لوگ مراد ہیں۔ دوسرا فقرہ ہے: "یدخل الجنۃ" (جس کے معنی ہیں، جنت میں داخل ہوگا) جس کی تشریح یہ ہے کہ مرنے کے بعد (قیامت اور حشر سے پہلے) صرف اس کی روح جنت میں داخل ہوگی، اور قیامت کے روز وہ شخص بذات خود اپنے جسم و روح کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ اس جنت کو "دار الابرار، دار المتقین اور دار السلام" بھی کہتے ہیں۔ دار الابرار تو

تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں صرف "ابرار" (نیکوکار) ہی داخل ہوں گے جو صاحب ایمان اور اہل طاعت ہوں گے۔ اور اسے "دارالمتقین" اس لئے کہا گیا ہے کہ اسمیں صرف اہل تقویٰ اور متقی و پرہیزگار لوگ ہی داخل ہوں گے۔ اسے "دارالسلام" اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں رہنے والوں کو ہر طرح کی سلامتی حاصل رہے گی۔ انھیں کوئی غم، تکلیف، مرض اور بڑھاپا وغیرہ کچھ نہ لاحق ہوگا اور نہ انھیں موت آئیگی، ہمیشہ کی زندگی سلامتی اور مسرت و خوشی کی رہے گی۔

اس حدیث میں ایک لفظ "اَبیٰ" آیا ہے، جس کے معنی انکار کرنے کے ہوتے ہیں تو حدیث کے دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہوا کہ جنت میں وہی لوگ نہ جائیں گے جو خود ہی جنت کا انکار کریں گے اور چھوڑ دیں گے، جس کی صورت یہ ہوگی کہ جو لوگ خدا اور رسول کی نافرمانی کر کے کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے جنت سے محروم رہیں گے ان کے حق میں یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ انھوں نے اپنی نافرمانیوں اور کفر و شرک کے ارتکاب کی وجہ سے خود ہی جنت میں جانا نہ چاہا اور اسے چھوڑ دیا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آپ پہلے تو زیر درس حدیث کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں، سامعین بھی دھیرے دھیرے دہراتے رہیں کہ اکثر لوگوں کو یاد ہو جائے۔

۲۔ اس کے بعد حدیث شریف کی جو تشریح کی گئی ہے سامعین کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر سنائیے۔ جہاں ضرورت سمجھیں تو روزمرہ کی عام و آسان زبان میں سمجھا دیجئے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو یہ بات بھی سمجھائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت و فرمانبرداری ہی کے

ذریعہ جنت میں داخلہ ہوتا ہے، کیونکہ اس فرمانبرداری کی وجہ سے نفسانی خواہشات کو دبانے کا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے جس کے ذریعہ نفس بشری اور روح انسانی پاک و صاف ہو جاتی ہے اور یہی طہارت و پاکیزگی داخلہ جنت کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (وہ شخص فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا) اور "أَفْلَحَ" (یعنی فلاح پانے) کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے دوزخ سے نجات بھی ملے اور جنت میں داخلہ بھی ہو، جب ہی تو اسکی کامیابی مکمل ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ" (جسے نار جہنم سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہو گیا۔)

۴۔ انھیں یہ بھی سمجھائیے کہ خدا اور رسول کی نافرمانی جنت سے محرومی اور داخلۂ جہنم کا سبب ہوتی ہے اس نافرمانی ہی کی وجہ سے نفس انسانی اور روح انسانی میں خباثت و گندگی آجاتی ہے اور نفس جب گندہ ہو جاتا ہے تو داخلۂ جنت کے لائق ہی نہیں رہ جاتا، کیونکہ یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ معصیت کا مطلب نافرمانی ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا گیا ہے آدمی اس پر عمل نہ کرے اور جس چیز سے روکا گیا ہے آدمی اس سے نہ رُکے، دونوں ہی صورتوں میں نافرمانی کرے، تو جب احکام پر عمل نہ ہوگا، ممنوعات سے پرہیز نہ ہوگا تو طہارت نفس اور تزکیۂ قلب حاصل نہ ہو سکے گا۔ ایسی صورت میں دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ بھی کیسے ہو سکے گا۔

۵۔ حاضرین کو یہ بھی بتائیے کہ رسولؐ کی اطاعت اسی وقت ہو سکتی ہے جب مسلمان ان مامورات و احکام سے واقف ہوں جن کا انھیں حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح ان معاصی و محرمات سے واقف ہوں جن سے روکا گیا ہے۔ اور یہ واقفیت علم دین حاصل کئے بغیر نہیں ہو سکتی۔

۶۔ سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ مامور احکام اور ممنوع باتوں کی واقفیت کیلئے مسلمان کو دینی علم کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے جن پر اطاعت رسول کا دارومدار ہے۔ خود دینی عقائد ہوں یا دینی احکام و اعمال ہوں سب ہی کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

پانچواں درس

۵ محرم الحرام	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ (فاتحہ: ۵،۴)

ترجمہ آیت: ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم سب کو سیدھا راستہ دکھلا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اس سے پہلے کی آیات میں (جو درس نمبر ۳ میں گزری ہیں) اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہوئے ہمیں یہ بتایا تھا کہ ہم لوگ اس کی حمد وثنا اور اسکی تمجید وبزرگی کس طرح کیا کریں۔ ان دو آیات میں اس نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ہم لوگ اس سے کچھ سوال کرنے اور مانگنے کے وقت کس طرح اس کی خوشامد کر کے اسے راضی وخوش کیا کریں۔ اس کیلئے ہمیں بتایا کہ ہم سے کچھ درخواست کرتے وقت اس طرح ہمارے ساتھ اپنی وفاداری جتا کر ہماری خوشامد کر کے ہمیں راضی وخوش کیا کرو اپنی وفاداری ظاہر کرنے کے لئے یوں کہا کرو:۔

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" (ہم لوگ تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود ہی ہمیں درخواست کا مضمون اور سوال بھی بتا دیا کہ ہم سے سوال کرنے کی چیز "صراط مستقیم" ہے لہذا ہم سے یوں درخواست کرو "اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" (اے اللہ تو ہمیں سیدھا

راستہ دکھا جو ہمیں تجھ تک پہنچا دے کہ جب تو ہی ہمیں مل جائے گا تو ہمیں کچھ اور مانگنے کی ضرورت ہی کب باقی رہے گی) اس طرح اللہ تعالےٰ نے ایسی اہم اور ضروری دعا سے پہلے ہم کو حمد و ثنا کی تعلیم دے کر اور اپنے کو راضی و خوش کرنے کا طریقہ بتا کر یہ دعا رتلقین فرمائی ہے کہ وہ یہ دعا قبول فرما کر ہمیں اپنی مانگی ہوئی چیز "صراط مستقیم" عنایت فرما دیں اور سیدھی راہ کیلئے ہمیں ہدایت فرما دیں۔" اور صراط مستقیم یہی اسلام ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس پر ہمیشہ ثابت قدم رکھیں کہ ہم کامل ہدایت یافتہ بنکر دارین میں قیادت کے اہل ہو جائیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲ حسب سابق ملحوظ رکھیں۔

۳۔ سامعین کو "عبادت" کا حقیقی مفہوم و مطلب اچھی طرح سمجھا دیں کہ عبادت صرف پوجا پاٹ میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ عبادت کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ پوری طرح کی محبت و عظمت کے ساتھ اس کے سامنے اپنی پوری ذلت و عاجزی ظاہر کرتے ہوئے ہر معاملہ میں اسکی فرمانبرداری کی جائے۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیں کہ خدا تعالےٰ کی عبادت و بندگی کے ساتھ اگر "شرک" بھی شامل کر لیا جائے تو وہ عبادت اس طرح فاسد اور ناقابل قبول ہو جاتی ہے جس طرح "جنابت" سے پاکی زائل اور "ایلوے" سے شہد کڑوا ہو جاتا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہہ کر اس سے ایک عہد کر لیتے ہیں کہ ہم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں گے اور نہ کسی سے کسی بھی معاملہ میں حقیقی مدد طلب کریں گے۔

۶۔ جملہ حاضرین و سامعین کو یہ بھی سمجھا کر بتا دیں کہ "استعانت" کہتے ہیں (اپنے کام میں کسی دوسرے سے) مدد طلب کرنے کو۔ یہ استعانت حقیقت میں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہونا چاہیئے کہ کسی کا اٹکا ہوا کام پورا کر دینا صرف اسی کے قبضۂ قدرت اور اختیار میں ہے۔ چنانچہ حدیث کی دعاؤں میں ہمیں یہی سکھایا گیا ہے (اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی کَذَا) اے اللہ! فلاں کام میں ہماری مدد فرما۔ جیسا کہ حدیث ہی میں یہ دعا تعلیم کی گئی ہے "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ" (اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت میں میری مدد فرما، کہ میں تیرا ذکر و شکر اور حسن و خوبی کے ساتھ تیری عبادت کر سکوں)

لہٰذا کسی ایسے شخص سے جو مقام استعانت میں موجود نہ ہو، غائب ہو یا وفات پا چکا ہو استعانت جائز نہیں ہے۔ البتہ اس صورت میں یقیناً کوئی حرج نہیں ہے کہ مسلمان باہم ایک دوسرے سے مدد طلب کریں۔ یہ استعانت مجازی ہے۔ اس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ فرمایا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی، یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہم ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

چھٹا درس

۱۰ محرم الحرام	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ أُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔ (ابوداؤد ونسائی)

ترجمۂ حدیث: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا، اے معاذ! بخدا میں تم سے محبت رکھتا ہوں تم کو تاکید کے ساتھ یہ نصیحت وہدایت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد (یہ دعا کرنا اور یوں کہنا) ہرگز نہ چھوڑنا (ہر نماز کے بعد) کہنا اور دعا مانگنا۔

"اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

(اے اللہ! تو میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر وشکر کرتا رہوں اور تیری عبادت بہترین طور پر ادا کرتا رہوں۔)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آج پڑھی گئی حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان کا نام لے کر اور یا معاذ! کہہ کر مخاطب فرمایا ہے، جس سے غرض یہ تھی کہ آپ کی زبان مبارک سے اپنا نام سنتے ہی حضرت معاذ پوری طرح متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ آپ فرمانا چاہتے ہیں وہ پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جوان انصاری صحابی ہیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، کیونکہ آپؐ کو ان کے علم و تفقہ کا اندازہ ہو چکا تھا اور آپ نے انھیں اس منصب کا اہل سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے ایک روز اس طرح ان کا امتحان بھی لیا تھا۔

آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے معاذ! (یہ بتاؤ کہ) تم یمن میں پیش آنے والے معاملات و مقدمات کا فیصلہ کس طرح کروگے؟ انھوں نے جواب دیا کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس معاملہ کا حکم تم کو اللہ کی کتاب میں نہ مل سکے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ پھر آپؐ کی سنت و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا کہ، اس کا حکم میری حدیث و سنت میں بھی نہ ملے تو کیا کروگے؟ حضرت معاذؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ تب میں اپنی عقل و رائے اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام لوں گا اور اجتہاد سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت معاذؓ کے یہ جوابات سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت و خوشی کے ساتھ فرمایا۔ الحمد للہ، خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندہ کو ایسی بات سمجھادی جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

ترجمان کتاب عرض کرتا ہے کہ ناشر کتاب نے حاشیہ پر اس حدیث کو ضعیف لکھ دیا ہے، مگر وجہ ضعف ظاہر نہیں کی ہے۔ ممکن ہے حدیث سے اجتہاد کا ثبوت فراہم ہونا وجہ ضعف ہو۔ (رومی)

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے ساتھ اپنی محبت کے اظہار میں قسم بھی کھائی ہے جو نفس حقیقت واقعہ کے مطابق بھی ہے

اور عرب میں اس طرح کا استعمال رائج بھی تھا اس لئے کسی کو اس پہ کوئی کھٹک نہ ہونی چاہیئے۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات مظہر احکام بھی تو تھی، پھر اس طرح کی قسم اُس بات کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے ہوتی ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ تو آپ کا مقصد بھی اس قسم سے یہی ہے کہ حضرت معاذ پنجوقتہ نماز کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی تاکید اچھی طرح سمجھ لیں اور پابندی کے ساتھ یہ دعا ضرور مانگیں۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر دل سے بھی ہو، زبان سے بھی ہو اور اسکی نعمتوں کا شکر بھی ہر نعمت پر ہر آن ہوتا رہے کہ وہ نعمتیں جس مقصد کیلئے دی گئی ہیں اسی میں صرف ہوں۔ عبادات بھی حسن و خوبی کے ساتھ ادا ہوتی رہیں، ان میں کوئی نقصان اور کوتاہی و بے ادبی نہ ہونے پائے ورنہ ان عبادات پر وہ ثمرات و حسنات مرتب نہ ہونگے جو ان عبادات سے مطلوب ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱،۲۔ مثل سابق ملحوظ رہیں۔

۳۔ قسم کے بارے میں لوگوں کو بتا دیجئے کہ بے ضرورت یونہی بات بات پر قسم کھانا اچھی بات نہیں ہے۔ مگر جہاں ضرورت ہو تو قسم کھائی جاسکتی ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی سمجھا دیجئے کہ معلم ومتعلم، استاذ وشاگرد کے درمیان بطور ربط وتعلق، شفقت ومحبت ضروری ہے۔ اس کے بغیر نفع حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو ذکر وشکر کے اہتمام کی تاکید کیجئے اور انھیں بتایئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ذکر وشکر کا حکم دیا ہے "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" (تم لوگ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد کروں گا۔ اور تم لوگ میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو۔)

۶۔ انھیں بتایئے کہ عبادات میں حسن اخلاص کی وجہ سے آتا ہے، اخلاص جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی حسن عبادات میں آئے گا۔ اور اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر عبادت شریعت کے مطابق ادا کی جائے، جو جگہ اور جو وقت مقرر ہو اسی جگہ اور اسی وقت ادا کی جائے۔ نہ جگہ بدلی جائے نہ وقت بدلا جائے۔

۷۔ حاضرین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی ہوتا ہے اس لئے دل وزبان دونوں ہی کو ذکر میں مشغول رکھے۔ اور جو اذکار سنت سے ثابت ہوں ان کا اہتمام ہونا چاہیے۔

ساتواں درس

۷ محرم الحرام	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ (الفاتحہ، ۷)

ترجمۂ آیت : ان لوگوں کا راستہ (ہمیں دکھلا) جن پر تونے انعام فرمایا ہے، ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل کیا گیا اور ان کا راستہ بھی نہیں جو گمراہ ہوگئے۔

تشریح : یہ بات تو اس سے پہلے کی آیت کی تشریح میں بتائی جاچکی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔ کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا راستہ ہے کہ جو بھی اس راستہ پر چلے گا دوزخ سے نجات پاکر جنت میں داخل ہوجائیگا۔

اب یہاں اس آخری آیت کی تشریح میں اس پر اتنا اضافہ اور کردیا گیا ہے کہ یہ "صراط مستقیم" (اسلام) ہی ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمادیا۔ وہ انعام یافتہ حضرات یہ ہیں :-

حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین (ان کا ذکر سورۂ نساء میں کیا گیا ہے) ان ہی حضرات نے صراط مستقیم (اسلام) کو پہچانا ہے، اس پر عمل پیرا ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت دی ہے اور اس پر عمل کرایا ہے

سورہ فاتحہ کی آخری آیت کا آخری فقرہ ہے " غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ " یہ انعام والے لوگ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن پر اللہ کا

غضب ہوا ہے اور جو لوگ راہ سے بھٹک گئے ہیں۔

دعا یہ ہوئی کہ اے اللہ! ہمیں اپنے انعام پانے والے بندوں کی راہ چلا۔ جن پر آپ کا غضب نازل ہوا ہے یعنی یہود اور جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں یعنی نصاریٰ ان لوگوں کا راستہ نہ چلا۔ کیونکہ یہ لوگ صراطِ مستقیم (اسلام) سے بھٹک گئے اور تین خداؤں کے شرک میں مبتلا ہو گئے جس کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا، بلکہ سختی کے ساتھ اس سے روکا گیا تھا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ مثل سابق ملحوظ رکھیں۔

۳۔ انھیں بتائیے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والا فرمانبردار ان ہی انعام پانے والوں کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا ہے " اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ " (یعنی اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی نبیّین، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ)

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حد و شمار سے باہر ہیں، مگر بڑی نعمتیں چار ہیں:۔ (۱) ایمان (۲) اللہ کا عرفان (۳) مامورات و ممنوعات کا علم (علم شریعت) (۴) اللہ کے احکام پر عمل کی

اور معاصی سے اجتناب کی توفیق۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ حقیقت بھی بتا دیجئے کہ اللہ تعالے کا غضب جن لوگوں پر نازل ہوا اس غضب کا سبب ان کی بے عملی تھی کہ صحیح علم رکھنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا (یہود کی صورت گمراہی یہی تھی کہ علم تھا مگر عمل نہ تھا) اور دوسرے گمراہ گروہ کی گمراہی کا سبب یہ تھا کہ وہ صحیح علم سے باخبر نہیں ہوئے، اس سے جاہل رہے۔

۶۔ انھیں یہ بھی بتلائیے کہ علم حقیقی کا طلب کرنا اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اور یہ علم حاصل کیا جائے کہ اللہ تعالےٰ کو کون کون سی چیزیں پسند ہیں جنھیں کرنا ہے اور کون کون سی چیزیں ناپسند ہیں جن سے پرہیز کرنا اور بچنا ہے۔ جو بھی اس علم کے حاصل کرنے میں کوتاہی کرے گا جاہل و گمراہ رہے گا اور دنیا و آخرت میں نقصان و خسارہ اٹھائے گا۔

۷۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ آجکل لوگ جس ظلم و فساد اور شر و فتن کی شکایت کرتے رہتے ہیں ان سب باتوں کی اصل وجہ یہی گمراہی وبے دینی ہے کہ جو علم شرعاً ضروری ہے وہ حاصل نہیں کیا جاتا اور جو علم خدا اور رسول سے غافل اور دین سے بے خبر و جاہل رکھے اسی کے پیچھے لوگ دوڑ رہے ہیں۔ یہی بات فساد کی جڑ ہے۔

آٹھواں درس

۸ محرم الحرام | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔ (بخاری و مسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا (یہ فرما کر) آپ ہم کو انکی اس حرکت سے ڈرا رہے ہیں (اور انکی نقل سے روک رہے ہیں)۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیج کر ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے باخبر و آگاہ فرمارہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو دی، کہ انھیں ان کی اس حرکت کی وجہ سے مستقل طور پر اپنی رحمتوں سے دور کر دیا، کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔ خاص طور پر قابل توجہ اور لائق غور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز وعظ و نصیحت ہے کہ آپ بظاہر تو ہمیں یہود و نصاریٰ کی ایک غلط روش کی خبر دے رہے ہیں مگر درپردہ اس طرح یہ خبر دے کر اور ان پر لعنت کی بددعا فرما کر آپ ہم مسلمانوں کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں ہم لوگ بھی یہ طریقہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہ ہو جائیں۔

افسوس کے ساتھ یہاں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمانوں ہی میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی بے علمی اور جہالت کی وجہ سے یا کچھ اپنے علماء سوء کی اندھی

تقلید کی وجہ سے اپنے بزرگوں کی قبروں کو (یہود و نصاریٰ کی طرح) مساجد اور سجدہ گاہ بنائے ہوئے ہیں، ان کے مقبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، وہاں سجدے کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تہدید آمیز اور تحذیر سے بھری ہوئی یہ حدیث پہنچی ہی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ" اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ عورتیں دور ہوں، ان پر اللہ کی لعنتیں ہوں جو اپنی حاجت طلبی کیلئے قبروں کی زیارت کرنے جاتی ہیں، انھیں سجدہ گاہ بناتی ہیں اور ان پر چراغ جلاتی ہیں (یا اگربتی سلگاتی ہیں)

اور صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حبشہ میں ایک کنیسہ (گرجا) دیکھا تھا جس میں بہت سی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں اگر کوئی مرد صالح و بزرگ آدمی مرجاتا تھا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں تصویریں بھی بنالیتے تھے۔ قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے بری حالت میں ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حسب معمول ملحوظ رکھیں۔

۲۔ حدیث شریف میں دی ہوئی ہدایت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے عام فہم سیدھے سادے الفاظ میں سمجھائیے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں حدیث کے مطابق ایسے لوگ مستحق لعنت ہیں

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ جاہل لوگوں نے جو طریقہ اپنا رکھا ہے کہ کبھی تو اپنے مُردوں کو مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کبھی قبروں پر مسجدیں بنالیتے ہیں یہ بات شرعًا ناجائز و حرام ہے اس پر خاموش رہنا اور اس پر روک ٹوک نہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۴۔ انھیں یہ بھی بتائیے کہ قبروں پر چراغاں کرنا، موم بتی جلانا، اگربتی جلانا یہ سب بھی حرام ہے۔ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۵۔ انھیں یہ بھی بتائیے کہ مسجدوں میں تصویریں رکھنا یا قبروں پر تصویریں رکھنا بھی حرام ہے۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور جہاں کہیں ایسا ہو رہا ہے اسے دور کر دینا ضروری ہے

۶۔ انھیں یہ بھی بتا دیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے ممنوع کیا گیا ہے کہ اس طرح لوگوں کے مبتلائے شرک ہو جانے کا اندیشہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی سب سے بڑی نافرمانی اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

نواں درس

درس قرآن مجید	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	۱؍محرم الحرام

آیت شریفہ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ؕ (المائدہ ۶)

ترجمۂ آیت: اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو (اس سے پہلے) اپنے چہرے کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک (دھوؤ) اور اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔

تشریح: اللہ تعالٰی نے اس آیت شریفہ میں اپنے مومن بندوں کو خطاب فرمایا ہے اور خطاب کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو یہ تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ یہ اہل ایمان جب اللہ تعالٰی سے مناجات (راز و نیاز) کیلئے نماز پڑھنا چاہیں تو کس طرح طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا ضروری ہے، اس مقصد کیلئے پہلا کام یہ بتایا "فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ" کہ تم لوگ اپنے چہروں کو دھوؤ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث شریف میں چہرہ دھونے کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے کہ چہرہ دھونے سے پہلے تو تم کو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھو کر صاف کر لینا چاہئے کہ انہی سے تو چہرہ دھونا ہے اور چہرے کو پاک کرنا ہے، تو پہلے ہاتھ پاک وصاف ہو جائیں پھر چونکہ اللہ تعالٰی کی مناجات تو منہ اور زبان سے ہوتی ہے اس لئے تین بار کلی کر کے منہ اور زبان بھی پاک ، وصاف کر لو۔ اور چونکہ ناک بھی چہرے ہی کا

ایک جزو ہے اس لئے ناک میں تین بار پانی ڈال کر ناک بھی صاف کرلو اس طور پر منہ کا "اندرونی حصہ اور ناک" بھی دونوں ہی چہرے کے ساتھ دھوئے جائیں گے۔ چہرہ کی حد لمبائی میں جہاں سے عام طور پر سر کے بال نکلتے ہیں وہاں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک، اور چوڑائی میں ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک ہوتی ہے۔

اور دوسرا کام یہ بتایا کہ کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ بھی دھولو، حدیث شریف کے مطابق پہلے داہنا ہاتھ تین بار اور پھر بایاں ہاتھ تین بار دھونا چاہیئے۔ تیسرا کام سر کا مسح ہے۔ (حدیث شریف کے مطابق) مسح دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔ سر کے شروع کے حصہ سے مسح کرے، دونوں ہاتھوں کو گردن تک لے جائے اور پھر شروع تک واپس لائے (گردن اور دونوں کانوں کا بھی مسح کرے)۔ چوتھا کام دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے پہلے داہنا پاؤں پھر بایاں پاؤں دھوئے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲ بر حسب دستور عمل رہے گا۔

۳۔ حاضرین کو بتائیے کہ حدث اصغر کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حدث اصغر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پیشاب پاخانہ کی راہ سے کوئی بھی چیز خارج ہو جائے (مثلاً پیشاب، پاخانہ، مذی، ودی یا ریح خارج ہو، یا گہری نیند آجائے، یا کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوا ور نیند آجائے) تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ حاضرین سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ خفین (چمڑے کے موزوں) پر بھی مسح جائز ہے جس کی مدت مقیم شخص کیلئے ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن تین راتیں ہے بشرطیکہ یہ خفین حالت وضو میں پہنے گئے ہوں اور موزے سے ٹخنوں تک دونوں پاؤں بند ہوں۔

۵۔ انھیں یہ بھی بتائیے کہ سر کا مسح فرض تو صرف سر کا چوتھائی حصہ ہے۔ اگر اتنی مقدار سر کا مسح کر لیا ہے تو فرض ادا کر لیا۔ اس مقدار سے زیادہ پورے سر کا مسح سنت ہے وہ بقیہ مقدار عمامہ وغیرہ پر مسح کر کے پوری کی جاسکتی ہے۔ چوتھائی سر کا مسح سر پر ہی ہونا چاہئے۔

۶۔ حاضرین کو یہ حدیث شریف بھی بتا دیجئے کہ اگر کوئی شخص سنت کے مطابق پورا وضو کرلے اور پھر یہ دعا پڑھے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس میں سے چاہے جنت میں داخل ہو۔

دسواں درس

۱۰ محرم الحرام عاشورا	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰی کَفَّیْہِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ یَمِیْنَہٗ فِی الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَہٗ ثَلَاثًا وَیَدَیْہِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَہٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔

ثُمَّ قَالَ، رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْهِمَا نَفْسَہٗ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر اس میں سے پانی اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تین بار بہایا اور دونوں ہتھیلیاں تین بار دھوئیں۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ اس برتن میں ڈال کر پانی لے کر کلی کی اور ناک جھاڑی، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے اسی طریقہ پر وضو کیا پھر فرمایا کہ جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے، پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے (تحیۃ الوضوء) جس میں وہ

اپنے جی میں بھی کوئی بات نہ کرے، تو اس کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ ظاہر میں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تاہم یہ حدیث حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔ کیونکہ روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے وضو ہی کی طرح وضو فرمایا، پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص میرے اسی وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز اس طرح طرح پڑھے کہ پوری نماز میں کوئی وسوسہ اور دنیاوی بات اس کے دل میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف فرما دیتے ہیں۔

اس حدیث میں کلی کرنے اور ناک صاف کر لے کا ذکر تو کیا گیا ہے، لیکن ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں ہے، اس کی توضیح یہی ہے کہ ناک جھاڑنا اور صاف کرنا تو ناک میں پانی لینے کے بعد ہی ہوتا ہے، اس لئے وہ بات توضمناً خود ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ پہلے ناک میں پانی ڈالا ہوگا، پھر ناک جھاڑی اور صاف کی ہوگی۔ اسی طرح سر کے مسح کیلئے صرف سر کا ذکر ہے، راوی نے کانوں کے مسح کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ کان سر کے ساتھ اور اس کے تابع ہیں، سر کے ساتھ ہی ان کا مسح ہوتا ہے، علیحدہ سے مستقل مسح کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حدیث زیر درس میں یہ بات جو کہی گئی ہے کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھی جانے والی نماز میں اپنے جی میں بھی کوئی بات نہ کرے، کسی قسم کا وسوسہ

و خیال نہ آئے، اس سے دنیاوی بات مراد ہے۔ آخرت کا یا دوزخ، جنت کا خیال آئے تو وہ حدیث شریف کے خلاف نہ ہوگا۔ اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لیں کہ گناہوں کی معافی صرف صغیرہ گناہوں کی ہوتی ہے، گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد کے گناہ صاحبِ حق کے معاف کرنے سے معاف ہوں گے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حسب معمول۔

۲۔ حدیث مذکور کی جو تشریح کی گئی ہے اسے ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر سامعین کو سنائیے اور حدیث میں وضو کے جو فرائض بیان ہوئے ہیں (یعنی پورا چہرہ دھونا، کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا، ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا) انھیں سامعین کو یاد کرا دیجئے۔ پھر اعضاء جسم کے لحاظ سے وضو میں جو ترتیب مسنون ہے وہ بتائیے (کہ پہلے چہرہ دھوئیں، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئیں) انھیں یہ بھی بتائیے کہ وضو کے یہ اعضاء ترتیب کے ساتھ لگاتار (بغیر وقفہ کے) دھوئے جائیں گے۔ پورا وضو ایک ہی وقت میں ہونا چاہیئے، درمیان میں طویل وقفہ نہ ہونا چاہیئے کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

وضو کی سنتیں: (۱) پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی ڈالنا ناک صاف کرنا (۴) دونوں کانوں کا مسح ہونا (۵) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔

۳۔ انھیں یہ بھی بتائیے کہ وضو کا ثواب حاصل کرنے کیلئے وضو کے وقت طہارت حاصل کرنے کی اور ادائے عبادت کی نیت بھی ہونی چاہیئے۔

گیارہواں درس

۱۱ محرم الحرام	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔

ترجمہ آیت: اور اگر تم ناپاک ہو (غسل کی ضرورت ہو گئی ہو) تو پوری طہارت حاصل کرو (یعنی غسل کرو)

تشریح: آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے غسل جنابت (ناپاک ہو جانے پر غسل) کا حکم فرما دیا ہے۔ ارشاد فرمایا "وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" اگر تم میں سے کوئی جنب (ناپاک) ہو جائے اور اس پر غسل واجب ہو جائے تو پھر غسل کر کے پوری طرح طہارت حاصل کرے۔ جنابت کی یہ صورتیں ہوتی ہیں: عورت سے مباشرت و مجامعت کرے یا احتلام ہو جائے (خواب میں مباشرت وغیرہ دیکھے اور انزال ہو جائے) یہ صورت چاہے مرد کے ساتھ ہو یا عورت کے ساتھ ہو، کیونکہ احتلام مرد کی طرح عورت کو بھی ہو جاتا ہے اسی طرح عورت حیض آنے کی وجہ سے یا زچگی میں نفاس آنے کی وجہ سے ناپاک ہو جاتی ہے اور غسل واجب ہو جاتا ہے۔

غسل جنابت کا طریقہ: سب سے پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر اپنی شرمگاہ مقام نجاست کو دھوئے۔ پھر جس طرح نماز کیلئے وضو کیا جاتا ہے اس طرح پورا وضو کرے (جس کا بیان درس نمبر ۹ میں ہو چکا ہے)۔ پھر سر اور داڑھی کے بالوں میں خلال کرے اور انھیں تین بار پانی سے دھوئے۔ پھر بدن کے

داہنے حصہ کے اوپر سے نیچے تک تین بار پانی بہائے پھر اسی طرح بائیں طرف تین بار پانی بہائے۔

نوٹ: غسل جنابت کے موقع پر وضو میں کلی کے ساتھ غرغرہ بھی کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ روزہ کی حالت میں نہ ہو۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حسب دستور عمل رہے گا۔

۲۔ آیت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے پڑھ کر سنائیے اور آیت شریفہ میں "وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا" کہنے سے اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے اسے انھیں اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۳۔ سامعین پر یہ بات واضح کر دیجئے کہ غسل جنابت مرد و عورت دونوں پر واجب ہوتا ہے۔ اگر عورت کو خواب میں احتلام ہو (جیسا کہ ہوجایا کرتا ہے) تو عورت پر بھی غسل فرض ہوجائے گا۔

۴۔ جمعہ کا غسل، حج وعمرہ کے احرام کے لئے غسل اور جمعہ و عیدین کیلئے غسل سب اسی طرح ہوتا ہے۔

۵۔ اپنے مخاطبین سے یہ بات بھی بتا دیں کہ غسل کرنے والے کو اس بات کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے کہ بدن کے جن حصوں تک پانی آسانی سے نہیں پہنچتا وہاں تک پانی پہنچانے کی پوری کوشش کر لیا کریں (جیسے ناف میں اور ناف کے قریب ہی دونوں رانوں کی جڑوں میں

گھٹنوں کے نیچے، اسی طرح بغل میں بھی اہتمام کے ساتھ پانی پہنچالیا کریں) کیونکہ اگر پورے بدن پر پانی نہ پہنچے گا، ذرا سا بھی کہیں سوکھا رہ جائے گا تو غسل نہ ہوگا اور آدمی ناپاک ہی رہے گا۔

نوٹ: نیل پالش اگر ہاتھ پاؤں کے ناخنوں پر لگی ہوئی ہے تو وضو اور غسل صحیح نہ ہوگا۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں، جو عورتیں نماز کی عادی ہوں انھیں تو اس سے بالکل ہی بچنا ضروری ہے۔

اور ویسے بھی اسی حالت میں اگر موت ہو جاتی ہے تو غسل میت بھی صحیح طور پر ادا نہ ہوگا۔ لہذا غسل دینے والے کو چاہیے کہ پہلے نیل پالش چھڑا دے اس کے بعد غسل دے۔

بارہواں درس

۱۲ محرم الحرام	قولُ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ مَیْمُوْنَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا قَالَتْ وَضَعْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاءً یَغْسِلُ بِہٖ فَاَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْہِ فَغَسَلَھُمَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ فَغَسَلَ مَذَاکِیْرَہٗ ثُمَّ دَلَکَ یَدَہٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ وَیَدَیْہِ ثُمَّ غَسَلَ رَاْسَہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰی جَسَدِہٖ ثُمَّ تَنَحّٰی عَنْ مَقَامِہٖ فَغَسَلَ قَدَمَیْہِ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن)

ترجمہ حدیث: ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پانی رکھا کہ آپ غسل فرمالیں تو آپ نے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انھیں دو یا تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنے ہاتھ مٹی پر رگڑ کر دھوئے۔ پھر کلی کی اور ناک (میں پانی لے کر) صاف کیا۔ پھر اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر تین بار اپنا سر دھویا پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح: اس روایت کی راویہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث الھلالیہ ہیں۔ یہ غسل آپ نے ان کے مکان میں فرمایا ہوگا۔

حدیث شریف میں "شرمگاہ" کے معنی میں لفظ "مذاکیر" استعمال کیا گیا ہے۔ غسل جنابت کے طریقہ میں یہ بات پہلے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ غسل میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ پاک کئے جائیں گے۔ پھر "شرمگاہ" اور نجاست دھوئی جائے گی۔ حدیث زیر درس میں شرمگاہ کے دھونے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر دھونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے غرض یہ ہے کہ نجاست کی جگہوں پر ہاتھ لگنے کی وجہ سے ہاتھ میں بدبو آجاتی ہے، اسے دور کرنے کیلئے ہاتھ کو مٹی پر رگڑنے سے وہ بدبو دور ہو جاتی ہے۔ صفائی و پاکیزگی کی یہ ضرورت اب صابن کے استعمال سے بھی پوری ہو سکتی ہے، لیکن سنت کا ثواب و فضیلت تو مٹی ہی سے صاف کرنے میں حاصل ہو گی۔

اس حدیث میں پہلی حدیث کے برخلاف ناک میں صرف پانی ڈالنے کا تو ذکر ہے، لیکن ناک جھاڑنے اور صاف کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں۔ کہیں ایک کو ذکر کیا لیکن دوسرے کو ذکر نہیں کیا، اور کہیں دونوں کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح اگلے فقرہ میں چہرہ اور ہاتھ دھونے کا ذکر ہوا مگر سر اور کان کے مسح کا ذکر رہ گیا۔ بلکہ سر کو تین بار دھونے کا ذکر کیا گیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا۔ اس روایت کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ نے وضو میں سر دھونے سے پہلے سر اور کانوں کا مسح بھی فرما لیا تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے سر مبارک دھونے سے پہلے سر کے بالوں کی جڑ میں پانی کے ساتھ خلال فرما لیا تھا تاکہ سردی کی وجہ سے زکام کا اثر نہ ہونے پائے۔ اس روایت میں پاؤں

دھونے کیلئے اس پہلی جگہ سے ہٹ جانے کا ذکر ہے۔ اس کی غرض بھی صرف یہ ہے کہ بعض جگہوں پر غسل کی وجہ سے کیچڑ ہو جاتا ہے اس لئے وہاں دوسری جگہ پاؤں دھوئے اور جوتے پہن لئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ ۲۔ حسب سابق یہاں بھی ملحوظ رکھیں۔

۳۔ آپ سامعین کو یہ بتا دیں کہ غسل کی یہی کیفیت اور یہی طریقہ مسنون و مطلوب ہے، جن موقعوں پر شریعت میں غسل واجب یا مسنون ہے (چاہے وہ غسل جنابت ہو یا حیض و نفاس کا غسل ہو، یا جمعہ کا غسل ہو، یا حج و عمرہ کے احرام کا غسل ہو، یا وقوف عرفہ کیلئے یا دخول مکہ کیلئے ہو سب کا یہی طریقہ ہے)

۴۔ آپ سامعین کو استنجاء کے بعد ہاتھ کو مٹی پر رگڑنے یا صابن سے دھونے کے متعلق یہ بات بتا دیں کہ اس سے اسلام کی نظافت اور طہارت پسندی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح سر کے بالوں کی جڑوں کا پہلے سے خلال کر لینا کہ یکدم پانی سر میں پہنچنے سے زکام کا اثر نہ ہو جائے یہ طبی رعایت اسلامی تعلیمات کی خوبی کا پتہ دیتی ہے۔

۵۔ آپ سامعین کو تاکید کے ساتھ بتا دیں کہ غسل کے وقت بدن پر جب پانی بہایا جائے تو اس وقت ساتھ ہی ساتھ بدن کو اچھی طرح رگڑنا اور ملنا بھی چاہیئے۔ بدن کا کوئی حصہ بال برابر بھی سوکھا نہ رہنے پائے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روئیں اور ہر بال کی جڑ میں جنابت کی نجاست کا اثر رہتا ہے۔

تیرہواں ۱۳ درس

۱۳ محرم الحرام	قَوْلُ اللهِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ (المائدہ ۷)

ترجمہ آیت: اور اگر تم مریض ہو (کہ پانی نقصان کرتا ہو) یا حالتِ سفر میں ہو (کہ پانی قریب میں نہ ہو) یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو، یا عورت سے مباشرت کی ہو اور پانی (قریب میں ایک میل شرعی کے اندر اندر موجود) نہ ہو تو ان سب صورتوں میں پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ یعنی مٹی پر ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیر لو۔

تشریح: اس آیت شریفہ میں (پاکی حاصل کرنے کے ایک دوسرے طریقہ یعنی تیمم کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اور ارشاد ہوا ہے: "وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ" یعنی اگر تم حالتِ مرض یا حالتِ سفر میں ہو، تو ان دونوں حالتوں میں تمہارے لئے تیمم کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس جگہ مرض سے وہ مرض مراد ہے جس میں انسان پانی کے استعمال سے عاجز و معذور ہو جس طرح کہ عام طور پر حالتِ سفر میں بھی پانی کے استعمال سے معذوری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر جگہ پانی میسر نہیں ہوتا ہے، اور مسافر کے ساتھ تھوڑی ہی مقدار

میں پانی ہوتا ہے جو کھانا پکانے کیلئے یا پینے کیلئے کافی ہوتا ہے۔ اتنے پانی میں وضو و غسل کی گنجائش نہیں رہتی۔

آیت شریفہ کا دوسرا فقرہ یہ ہے۔ "اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ" اس فقرہ سے وہ تمام نواقض وضو مراد ہیں جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، یعنی پیشاب، پاخانہ، ریح و ریاح وغیرہ، جو کچھ بھی انسان کی دونوں شرمگاہوں کے راستہ نکلی ہو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگلا فقرہ ہے۔ "اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ" اس فقرہ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جماع و مباشرت سے غسل واجب ہوتا ہے۔ اس حالت میں بھی اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے غسل نہ کر سکتا ہو تو اس وقت تک وہ تیمم ہی کرتا رہے جب تک پانی نہ ملے۔ پھر جب پانی سے غسل ممکن ہو جائے تو اب غسل کرلے۔ لیکن جو نمازیں تیمم سے پڑھی گئی ہیں وہ ادا ہو گئیں انھیں دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تیمم کے سلسلہ میں "تَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا" فرما کر یہ بتانا مقصود ہے کہ تیمم کیلئے مٹی کا پاک ہونا ضروری ہے، نجس مٹی سے تیمم نہ ہوگا۔ پاک مٹی میسر نہ ہو تو مٹی کی قسم سے جو چیز بھی مل جائے، ریت، پتھر، چونا، سمنٹ وغیرہ اس سے تیمم کرلے۔ اور "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ" فرما کر تیمم کا طریقہ بتا دیا گیا ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے: آدمی تیمم کے وقت طہارت کی نیت کرے۔ بسم اللہ کہہ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں مٹی پر مارے ان سے چہرے پر مسح کرے۔ پھر دوسری بار دونوں ہتھیلیاں مٹی پر مارے ان سے اپنی دونوں کلائیوں اور ہاتھوں کا مسح کرے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔۲۔ حسب سابق یہاں بھی ملحوظ رکھیں ۔

۳۔ مختصر طور پر انھیں اتنی بات سمجھا دیں کہ اس آیت میں موجبات وضو اور موجبات غسل بیان کئے گئے ہیں۔ اور بصورت مجبوری و معذوری وضو اور غسل کی جگہ تیمم کی اجازت دی گئی ہے اور اس کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

۴۔ حاضرین کو بتا دیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما (جو اتباعِ سنّت میں شہرت رکھتے ہیں) ان سے تیمم کا یہی طریقہ اسی طرح منقول ہے کہ وہ تیمم کیلئے مٹی پر دو بار ہاتھ مارتے تھے۔ پہلی بار صرف چہرہ کا مسح کرتے اور دوسری بار کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح فرماتے تھے (احناف کا مسلک بھی یہی ہے، اور احتیاط بھی اسی صورت میں ہے۔

۵۔ آیت میں طریقۂ تیمم کا اجمالی بیان ہے جس کی تفصیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول روایت میں بیان کی گئی ہے (اور اگلے درس ۱۴ میں آرہی ہے۔)

چودھواں درس

۱۴ محرم الحرام | قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ فَتَمَعَّكْتُ فِي الصَّعِيْدِ وَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَإِنَّمَا يَكْفِيْكَ هٰذَا وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ مجھے جنابت ہو گئی جہاں مجھے پانی نہ مل سکا تو میں نے تیمم کیلئے زمین پر لوٹ لگائی (کہ پورے بدن پر مٹی لگ جائے) اور نماز پڑھ لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے لئے صرف اتنا ہی کافی تھا (یہ فرماکر) آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے (اور ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی کو جھاڑنے کے لئے) ہاتھوں پر منہ سے پھونک ماری پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیا (بخاری ومسلم) (اور دارقطنی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں پر گٹوں تک مسح کیا۔)

تشریح: حدیث شریف میں "اَجْنَبْتُ" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی مجھ کو جنابت ہوگئی، احتلام ہوگیا، غسل واجب ہوگیا، اور یہ حالت سفر میں تھے، وہاں پانی نہ تھا۔ اس کے بعد دوسرا لفظ "تَمَعَّكْتُ" آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ

میں نے کپڑے اتار کر زمین پر لوٹ لگائی کہ سارے بدن پر مٹی لگ جائے (یعنی حضرت عمارؓ کو قرآن مجید کی آیت معلوم تھی تیمم کا حکم بھی معلوم تھا۔ مگر یہ سمجھے کہ غسل کے تیمم کیلئے شاید پورے بدن پر مٹی لگانی پڑتی ہوگی۔ اسی لئے اپنی سمجھ کے مطابق یہی کیا) اور سفر سے واپس آنے پر اپنا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ غسل کے تیمم کا طریقہ بھی یہی کافی تھا کہ اس طرح تیمم کرلیتے۔ یہ فرماکر آپ نے تیمم کر کے انھیں دکھلا دیا۔ اور مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں پر پھونک اس لئے ماری کہ چہرے پر مٹی لگ کر بھبھوت نہ ہوجائے

(پچھلے تیرہویں درس میں تیمم کا جو طریقہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے تیمم کے وقت دوبار ہاتھ مارے تھے ایک بار چہرے پر ملا تھا دوسری بار دونوں ہاتھ کہنیوں تک ملے تھے۔ احتیاط اسی میں ہے احناف کا مسلک بھی اسی احتیاط پر مبنی ہے)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب سابق یہاں بھی ملحوظ رکھیں۔

۳۔ حدیث شریف میں تیمم کے دونوں ہی طریقے مروی ہیں (پہلا طریقہ دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے) سامعین اپنے اپنے مسلک کے مطابق عمل کریں۔ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ احتیاط حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے طریقہ پر عمل کرنے میں ہے کہ دونوں عضو کیلئے تازہ مٹی پر ہاتھ پھیر لگیا ہو اسمیں طہارت زیادہ ہے)

۴۔ حاضرین و مخاطبین کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد انھیں منہ سے پھونکنے کا منشا نظافت و صفائی ہے (جسے اسلام میں جزو ایمان بتایا گیا ہے۔) منہ سے مٹی نہ پھونکیں گے تو بھبھوت بن جائیگا۔

پندرہواں درس

۱۵ محرم الحرام	قَولُ اللّٰہِ تَعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (عنکبوت ۴۵)

ترجمہ آیت: (اے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس کتاب کی تلاوت فرمائیں جو آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے، اور نماز قاعدہ کے ساتھ (پابندی سے) پڑھا کیجئے کیونکہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔

تشریح: آیت مبارکہ میں "اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ" الآیۃ فرما کر تلاوت قرآن اور اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے اس کے اول مخاطب تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن چونکہ امت آپ کی تابع ہے اس لئے آیت کے مخاطب تمام افراد امت بھی ہیں آیت شریفہ میں تلاوت کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی قرارت و تلاوت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی معرفت میں تقویت وزیادتی حاصل ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے طاعت گزاری آسان ہوتی ہے۔ دین کی ناگوار باتوں کی برداشت بھی آسان ہوجاتی ہے۔

آیت میں دوسرا حکم " اَقِمِ الصَّلٰوةَ " ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے تمام امت کو حکم دیا جارہا ہے کہ

"اقامتِ صلوٰۃ کرو" اقامت کا مطلب یہ ہے کہ جملہ شرائط و ارکان، فرائض و واجبات اور مستحبات و آداب کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) نماز پڑھنے والا پوری طرح پاک صاف ہو (۲) اس کا لباس پاک ہو (۳) نماز کی جگہ یا مصلیٰ ہو تو وہ بھی پاک ہو (۴) نماز کا وقت ہو (۵) نماز رو بقبلہ ہو (۶) نماز کی نیت ہو (۷) قیام سے معذوری نہ ہو تو قیام بھی ضروری ہے (۸) خشوع اور اطمینان کے ساتھ تمام ارکان ادا ہوں۔

نماز کے فرائض یہ ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (جبکہ معذوری نہ ہو۔ (۳) قرآن مجید کا کچھ حصہ (ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں) پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) دونوں سجدے کرنا (۶) قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار تک بیٹھنا (۷) بالقصد نماز کو ختم کرنا۔

نماز کے واجبات یہ ہیں: (۱) سورۂ فاتحہ پڑھنا (۲) فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت یا آیت پڑھنا (۳) جہری نمازوں میں جہری قرات کرنا اور سری نمازوں میں آہستہ قرات کرنا (۴) ہر رکن کو طمانینت اور اطمینان سے ادا کرنا (۵) پہلا قعدہ کرنا (۶) دونوں قعدوں میں تشہد (التحیات) پڑھنا (۷) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہ کہہ کر سلام پھیرنا اور نماز ختم کرنا (۸) نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

نماز کی سنتیں: (۱) ثنا (سُبحانکَ اللّٰھُمَّ) پڑھنا (۲) سورۂ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا (۳) ہر رکن پر حالت بدلنے کی تکبیر کہنا (۴) قومہ میں سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا (۵) قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور کوئی دعا پڑھنا۔

آیت شریفہ میں یہ جو فرمایا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے) تو یہ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس طرح "اقامتِ صلوٰۃ" کی غایت وضرورت بیان فرمادی گئی کہ نماز قائم کرنے کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ یہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ جو بالکل ظاہر بات ہے کہ حالتِ نماز میں تو انسان برائیوں سے بچا ہی رہتا ہے اور نماز کی برکت واثر سے نماز کے بعد بھی اللہ تعالٰے بچاتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم خود بھی دل سے برائیوں کے چھوڑنے کا پکا ارادہ کرلیں اور نماز کو تمام شرائط وآداب کے ساتھ ادا کریں۔

"اَلْفَحْشَاءُ" سے مراد ہر قسم کی بے حیائی زنا وبدکاری اور بداخلاقیاں

"اَلْمُنْکَرُ" سے مراد ہر وہ بات ہے جس سے شریعت نے روکا ہو اور اس پر عذاب کی وعید آئی ہو۔ خواہ کوئی عقیدہ ہو، یا کوئی عمل ہو، یا کوئی بُری بات ہو اس کے بعد فرمایا "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" (اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے) اس نام کا لحاظ رکھتے ہوئے تمھیں ہر برائی سے دور رہنا چاہئے۔

آگے فرمایا ہے: "وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں سے باخبر ہیں۔ یہ بات بھی دھیان میں رہے تو برائیوں سے بچنا آسان ہوگا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حسبِ دستور۔

۲۔ آیت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے ٹھہر ٹھہر کر سامعین کو سنائیے اور سمجھائیے۔ پھر انھیں بتائیے کہ جو شخص نماز کا کوئی رکن (فرض) چھوڑ دے گا تو اسکی نماز باطل و بیکار ہو گی، دُہرانا پڑے گا۔ اور اگر نماز کا کوئی واجب دانستہ چھوڑا ہے تو بھی نماز کو دُہرانا پڑے گا۔ ہاں اگر واجب بھول کر چھوٹا ہو تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جائے گی۔

۳۔ انھیں یہ بتائیے کہ نماز اگر تمام شرائط و آداب کے ساتھ ادا کی جائیگی تب ہی وہ قیامت میں نور بنے گی۔ اور اگر پورے شرائط و آداب کے ساتھ نماز ادا نہ کی گئی تو ایسی نماز نمازی کیلئے نور نہ بنے گی۔ اور ایسی نماز نمازی کو بے حیائی اور برائی سے روکتی بھی نہیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی نماز بیحیائی و منکر سے نہ روکے تو اسکی نماز ہی نہیں ہے۔ نماز تو دراصل وہی ہے جو نمازی کو بیحیائی اور برائی کے کاموں سے روک دے۔

۴۔ انھیں آیت شریفہ کے آخری فقرہ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (اللہ تعالےٰ تمھارے کاموں سے باخبر رہتے ہیں) میں بیان کئے ہوئے مراقبہ کیطرف بھی متوجہ کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں تلاوتِ قرآن، اقامتِ صلوٰۃ اور ذکر اللہ (ذکر لسانی ہو یا ذکر قلبی) کے ساتھ ساتھ اس مراقبہ کا بھی ذکر کر دیا ہے کہ ان امور کے ساتھ ساتھ یہ دھیان بھی رکھنا کہ اللہ تعالےٰ ہماری باتوں اور ہمارے کاموں کی پوری خبر رکھتے ہیں کہ انہی چار باتوں (تلاوت، نماز، ذکر اللہ اور مراقبہ) سے جنت کا راستہ ملیگا، ان کا ترک سراسر محرومی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی پناہ میں رکھے آمین!

سولھواں درس

۱۶ محرم الحرام	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللّٰہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیُکَفِّرُ بِہِ الذُّنُوْبَ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ (رواہ مالک و مسلم)

ترجمۂ حدیث: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اصحاب کرام سے) فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو ایسے کام نہ بتادوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کرکے مٹادیں اور جنکی وجہ سے گناہوں کا کفارہ فرمادیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ہاں ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتائیں! آپ نے فرمایا ایسے وقت میں وضو کرنا جب (سردی یا کسی بھی وجہ سے) وضو کرنا گراں اور ناگوار لگ رہا ہو، اس وقت خوب اچھی طرح سے تمام اعضاء وضو کو دھونا اور مسجد تک جانے کیلئے زیادہ قدم چل کر جانا، اور ایک نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں لگ جانا (یہ تین کام گنانے کے بعد) آپ نے فرمایا جو شخص یہ تینوں کام کرلیتا ہے تو سمجھئے کہ وہ سرحد کی فوج میں رات بھر حفاظت اور پہرہ میں لگا رہا ہے۔ اور اس رباط و حفاظت اور پہرہ داری کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان کئے ہوئے مضمون کی

اہمیت ظاہر فرمانے کیلئے اپنے مخاطب صحابہ کرام ؓ سے دریافت فرمایا کہ، کیا میں تم کو ایسے کام نہ بتا دوں الخ ؟ یہ استفہام اسی لئے تھا کہ چونکہ کچھ اہم بات بیان ہونے جا رہی ہے، اس لئے تمام مخاطب پوری طرح متوجہ ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس وقت کوئی اہم بات ارشاد فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہے کہ حدیث زیر درس میں نہایت اہمیت و فضیلت رکھنے والے تین چھوٹے چھوٹے اور نہایت آسان کام بتا کر ان پر بڑے اجر و ثواب ملنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ یعنی جس وقت وضو کرنا زیادہ سردی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے گراں اور ناگوار لگ رہا ہو، اس وقت طبیعت کے تقاضے کے خلاف خوب اچھی طرح مبالغہ کے ساتھ تمام اعضاء وضو کو دھو کر وضو کیا جائے۔ اور مسجد میں نماز جماعت کیلئے جتنے زیادہ قدم طے کئے جائیں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔

اس موقع پر الفاظ حدیث میں پہلے تو ایک لفظ "خطایا" آیا ہے۔ یہ خطیئہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں جان بوجھ کر کوئی گناہ کرنا۔ دوسرا ایک لفظ "ذنب" آیا ہے۔ ذنب ایسے گناہ کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت و مواخذہ اور پکڑ ہوتی ہے۔ جبکہ وہ "ذنب" اور گناہ اپنی مرضی و اختیار سے جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔ اس حدیث میں وضو کے وقت "اسباغ" کا لفظ آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وضو میں تمام اعضائے وضو کو خوب مبالغہ کے ساتھ اچھی طرح دھویا جائے کہ کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔ اسی موقع پر دوسرا ایک لفظ "علی المکارہ" آیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت سردی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وضو کرنا ناگوار ہو اس ناگواری کے باوجود

خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے خوب اچھی طرح وضو کیا جائے
دوسرے فقرہ میں ایک لفظ "کثرۃ الخطا الی المساجد" آیا ہے۔ یہ لفظ "خُطا" (حرف خار کے پیش کے ساتھ) خُطوَہ کی جمع ہے جس کے معنیٰ "قدم کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے زیادہ قدم چل کر دور سے آنا بھی بہت بڑی فضیلت اور اجر و ثواب کا کام ہے۔ جن کے مکان، دوکان، کارخانے وغیرہ مسجد سے دور ہوں اور وہ زیادہ قدم چل کر مسجد آئیں وہ اس کے مستحق ہوں گے۔

تیسرا فقرہ "انتظار الصّلوٰۃ بعد الصلوٰۃ" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز پڑھنے کے بعد ہی سے دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں لگ جائے۔ فجر کے بعد ظہر کا، ظہر کے بعد عصر کا اور عصر کے بعد مغرب کا انتظار اور مغرب کے بعد نماز عشار کی فکر و انتظار میں لگا رہے۔ یہ انتظار بھی بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ان تینوں کاموں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ان مجاہدین کو ملتا ہے جو اسلامی فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی میں ملتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اور ۲۔ حسب دستور۔

۳۔ سامعین کو یہ بات بھی بتائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کی تعلیم وتربیت کرنے اور انھیں دینی راہ پر چلانے کا کس درجہ شوق تھا کہ آپ اپنی بات پہنچانے اور اس پر انھیں آمادہ کرنے کے لئے کس کس طریقہ سے ترغیب وتشویق کا عنوان اختیار فرماتے تھے۔

۴۔ آپ سامعین کو یہ بات بھی بتادیں کہ حدیث زیر درس میں "رباط" کا جو لفظ آیا ہے اس سے جو رباط مراد ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ذکر کیا گیا ہے: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (یعنی اے ایمان والو، صبر کرو، اور جب دوسروں سے مقابلہ ہو تو مقابلہ میں بھی صبر وثبات اختیار کرو۔ اور مقابلہ درپیش نہ ہو تو بھی مقابلہ کے لئے مستعد وتیار رہو) اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاجاؤ گے)۔ لہٰذا جو شخص اس رباط حقیقی پر عمل کرنے سے عاجز ہو کہ اس پر عمل کی صورت موجود نہ ہو تو وہ اس حدیث میں بتائے ہوئے اعمال پر عمل کرکے رباط کا ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ (۵) آپ سامعین کو بتادیں کہ مکان، دوکان کا مسجد سے دور ہونا ثواب کو کس قدر بڑھا دیتا ہے جتنے زیادہ قدم چلیں گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا

سترہواں درس

۱۷ محرم الحرام | قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (اعراف ۱۹۹، ۲۰۰)

ترجمہ آیت: (دوسرے لوگوں کے) سرسری معاملہ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک باتوں کی تعلیم فرمایا کیجئے اور جاہل (نادان) لوگوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ لے لیا کیجئے بے شبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

تشریح: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین نہایت ہی اہم اخلاقی ہدایات کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ" آیت میں اصل خطاب تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کے واسطہ سے تمام امت محمدیہ مخاطب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جملہ اہل ایمان کو تین اہم مکارم اخلاق کی تعلیم دی ہے، جس کی وجہ سے یہ آیت مکارم اخلاق کی تعلیم میں نہایت جامع آیت شمار کی گئی ہے۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں مکارم اخلاق کی تعلیم پر مشتمل اس آیت سے زیادہ جامع کوئی دوسری آیت نہیں ہے۔ اب اس کی تفصیل پڑھیے:۔

آیت شریفہ میں پہلا حکم ہے "خُذِ الْعَفْوَ" عفو سے مراد لوگوں کے وہ اخلاق واعمال اور معاملات ہیں جنہیں لوگ آسانی سے سرسری طور پر انجام دے سکیں۔ اس میں انھیں کوئی دشواری نہ ہوتی ہو، جس کا ترجمہ سرسری برتاؤ اور معاملہ کیا جائیگا۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان کی خوش اخلاقی کا تقاضایہ ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی سے ایسے معاملہ اور برتاؤ کا مطالبہ نہ کرے جس میں اسے تکلیف ہو، علم ومعرفت کا معاملہ ہو، ادب واخلاق کا ہو یا لین دین کا ہو، ہر معاملہ میں دوسرے بھائی کی سہولت وآسانی ملحوظ رکھے۔

دوسرے فقرہ میں دوسری ہدایت ہے "وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ" عربی میں عُرف اور معروف ہم معنی ہیں۔ اس سے مراد ہر اچھی بات اور ہر اچھی عادت اور ہر اچھا کام ہے جو عقل سلیم اور طبع مستقیم پسند کرے اور اچھا سمجھے (اور یہ عقل سلیم وطبع مستقیم ان مدعیانِ عقل کے پاس عام طور پر نہیں ہوتی ہے بلکہ حضرات انبیاء اور ان کے سچے پیرو اہل علم واہل تقویٰ کو حاصل ہوتی ہے۔)

تیسری ہدایت تیسرے فقرہ میں۔ بیان کی گئی ہے "وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ" یعنی نادان وبے خبر لوگوں کو اچھی بھلی بات بتادینے کے بعد (اگر وہ برا مانتے ہیں یا برا معاملہ کرتے ہیں تو) ان سے ایک کنارہ ہو جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اسی آیت کی تعمیل میں رہا کہ آپ ظلم وزیادتی کرنے والے کو معاف فرما دیتے تھے۔ جو آپ کو نہ دیتا آپ اسے بھی محروم نہ کرتے، بلکہ اسے بھی اپنی عطاؤں سے نوازتے تھے۔ جو آپ سے قطع تعلق کرتا آپ اس سے جوڑ کر رہتے تھے اسی وجہ سے آپ حسن اخلاق میں نمونہ اخلاق بلکہ مجسم اخلاق تھے۔

آخر میں ایک ہدایت یہ فرمائی گئی کہ اگر ان باتوں کے مقتضی پر عمل کرنے میں

کسی وقت شیطان غصہ بھڑکا کر حسن اخلاق سے آپ کو باز رکھنا چاہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لیجئے کہ وہ آپ کو ہر قسم کے شیطانی اثر سے دور رکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے، وہ آپ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اور ۲۔ حسب سابق ملحوظ رہے۔

۳۔ ہر دو آیات میں مکارم اخلاق کی جو تعلیمات بیان ہوئی ہیں اپنے سامعین کو ان پر عمل کرنے کی تلقین و ترغیب دیجئے۔

۴۔ انھیں یہ سمجھا دیجئے کہ اللہ و رسول کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں سے ناواقفیت و بے خبری اور انکی تعلیم سے غفلت ہی تمام شر و فساد کی جڑ ہے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنا بھی ایک طرح کی عبادت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی پناہ چاہنا جائز نہیں ہے کہ یہ بھی شرک ہی کی ایک قسم ہے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ محرم الحرام	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ، اَلْاِخْلَاصِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْعَدْلِ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدِ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَاَنْ اَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ نُطْقِیْ ذِکْرًا وَصَمْتِیْ فِکْرًا وَنَظَرِیْ عِبْرَۃً۔ (اخرجہ ابن الاثیر فی جامع الاصول وفی المشکوٰۃ والقرطبی عن رزین)

ترجمہ حدیث: روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے:۔

(۱) اخلاص کا حکم دیا ہے پوشیدہ طور پر بھی، ظاہر میں بھی (۲) عدل و انصاف کا حکم دیا ہے خوشی کی حالت میں بھی اور غضب کی حالت میں بھی (۳) اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے مالداری کی حالت میں بھی اور ناداری کی حالت میں بھی (۴) اور یہ حکم دیا ہے کہ جو میرے ساتھ زیادتی کرے اسے معاف کردوں (۵) اور جو مجھ سے قطع تعلق کرے اس سے جوڑ کر رہوں (۶) جو مجھے محروم رکھے میں اسے محروم نہ رکھوں بلکہ اسے عطا کروں (۷) میری گویائی اور میرا بولنا اللہ تعالے کا ذکر رہے (۸) میری خاموشی اللہ کی فکر میں گزرے (۹) اور میری ہر نظر نظر عبرت رہے۔

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صرف نو کی گنتی فرمائی۔ اس کے ساتھ معدود کے لئے کوئی لفظ نہیں فرمایا ہے۔ بعد میں ذکر ہونے والی نو باتیں معدود ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح فرمائی ہے:۔

(۱) پہلی چیز اخلاص ہے، یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت و بندگی صرف اللہ تعالےٰ ہی کیلئے کی جائے اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔

(۲) دوسری چیز عدل و انصاف ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ خوشی کی حالت ہو یا غصہ و غضب کی حالت ہو ہر حال میں عدل و انصاف ملحوظ رکھے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہو چاہے وہ کوئی بھی بات ہو اور کوئی بھی فیصلہ ہو۔ اور چاہے خوشی میں ہو یا غضب کی حالت میں ہو عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اعتدال و میانہ روی ہر بات اور ہر معاملہ میں اختیار کی جائے۔ (۴) جو کوئی ظلم و زیادتی کرے اس سے بدلہ نہ لیا جائے بلکہ اسے معاف کر دیا جائے۔ (۵) جو شخص تم سے قطع تعلق کرے اس سے مل کر اور جوڑ کر رہو۔ (۶) جو شخص تم کو محروم رکھے تم اسے دیتے رہو، تم اسے محروم نہ کرو۔

یہ چھ باتیں اور ہدایتیں مکارم اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہیں۔

(۷) ساتویں بات یہ ہے کہ مسلمان کی گویائی و تکلم (اس کا بولنا) صرف اللہ کے ذکر میں ہونا چاہئے۔ اسکی ہر بات اور اس کے ہر کلام کی روح اور جان اللہ تعالےٰ کا ذکر ہی ہونا چاہیئے۔

(۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ اس کا سکوت بھی یونہی اور بیکار نہ ہو بلکہ وہ اللہ تعالےٰ کی خلقت و مخلوقات میں اسکی قدرت و مصنوعات کی فکر میں صرف ہو

یا اس فکر میں صرف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کس طرح راضی وخوش کر سکتا ہے ؟ ۔

(۹) نویں بات یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات و مصنوعات پر جب نظر کرے تو وہ نظرِ عبرت ہو، اس سے عبرت حاصل کرے اور اس پر غور کرے کہ وہ خود کس طرح صلاح و فلاح حاصل کر سکتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حسب دستور سابق ۔

۲۔ پھر آپ انھیں یہ بتائیں کہ حدیث مذکور کی مندرجہ بالا چھ ابتدائی ہدایات انسانی و اسلامی مکارم اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہیں جن سے آراستہ و متصف ہونا ہر مسلمان کے کمالِ اسلام کے لئے ضروری ہے، انھیں حاصل کرنے پر ذوق و شوق اور رغبت کے ساتھ محنت ہونی چاہئے ۔

۳۔ آپ اپنے مخاطبین و سامعین کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو "اخلاص" کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ "اخلاص" کے ساتھ دینی اعمال انجام دینا فرض ہے اسی طرح عدل و انصاف اختیار کرنا بھی قرآن مجید کی رو سے ضروری ہے (اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى، عدل کرو یہ عدل تقوی سے بہت زیادہ قریب ہے) اسی طرح اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا بھی واجبات دین سے ہے۔

۴۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں ہدایات کے متعلق اپنے سامعین کو سمجھائیے اور بتائیے کہ یہ باتیں بھی حسن اخلاق کی ہیں کہ ظلم و زیادتی کرنے والے کو معاف کیا جائے۔ نہ دینے والے کو دیا جائے اور قطع تعلق کرنے والے سے رشتہ و تعلق جوڑا جائے ۔

۵۔ اپنے سامعین کو ترغیب دیں کہ حسن اخلاق کی یہ صفات اپنے اندر پیدا کریں کہ دوسرے لوگ انہی صفات کی وجہ سے انھیں پہچان لیا کریں کہ یہ شخص مسلمان اور پیروِ سیرت نبوی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

اُنّیسواں۱۹ درس

۱۹ محرم الحرام	قَوْلُ اللہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ آیت: جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی توحید کو تعلیم رسول کے مطابق قبول کیا) پھر (اسی بات پر) ثابت قدم رہے (چھوڑا نہیں) سو (اس کا نتیجہ یہ ہے کہ) ان لوگوں پر (آخرت میں) کوئی خوف (کی بات واقع ہونے والی) نہیں اور نہ وہ (وہاں) غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنت کے حقدار ہیں۔ وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے (کبھی نکالے نہ جائیں گے یہ (ہمیشہ کی جنت) ان (نیک) کاموں کا بدلہ ہے جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

تشریح: آیت زیر درس میں فرمایا گیا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللہُ" آیت میں صرف اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا اقرار مذکور ہے مگر اس سے مراد پورا کلمۂ شہادت ہے۔ مقصد یہی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی توحید اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے رسالت کی شہادت دی اور پھر اسی شہادت پر مستقیم وثابت قدم بھی رہے، کفر و شرک اختیار نہیں کیا، معصیت وفسق میں بھی مبتلا نہیں ہوئے، اللہ ورسول کی ان تمام باتوں میں اطاعت کی جن میں اطاعت کر سکتے تھے، ایسے لوگ قیامت میں بے خوف رہیں گے

اور غمگین بھی نہ ہوں گے۔

آیت شریفہ میں اللہ تعالٰی نے صاحب استطاعت اہل ایمان سے جو طاعت و فرمانبرداری پر مستقیم و ثابت قدم ہیں اس خوف کی نفی فرمادی ہے (جس میں ان اہل ایمان اصحاب استقامت کے علاوہ دوسرے بے ایمان و نافرمان مبتلا رہیں گے) ان اہل ایمان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم ہوگا، کیونکہ یہ خوف اور غم تو ان اہل شرک و معصیت اور گناہ کے مرتکب لوگوں ہی کے لئے لازم ہے۔ انھیں دنیا میں آخرت کی پکڑ کا دھڑکا لگا رہتا ہے، قبر میں عذاب سامنے دکھائی دیتا ہے۔ اور آخرت میں انجام خراب کا فیصلہ ہو جانے پر تو اس خوف و غم کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا " أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا " یہاں اولئک کا اشارہ انہی پاکیزہ شرفاء کیلئے لایا گیا ہے جنھوں نے ایمان اور پھر اسی پر ثابت قدمی اختیار کرکے اعمال صالحہ میں زندگی گزاری ہے یہ سب اہل جنت ہیں وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔

آخر میں فرمایا ہے "جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" یعنی اللہ تعالٰی نے ان کے ایمان اور استقامت علی الایمان کی وجہ سے اور صحیح راہ اسلام پر چلنے کی وجہ سے ہمیشہ کی نجات اور جنت میں ہمیشہ کیلئے قیام کا فیصلہ فرما دیا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ ہر دو آیات زیر درس کو ترتیل و تجوید کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے سامعین بھی دھیرے دھیرے دہراتے رہیں یہانتک کہ اندازہ ہو جائے کہ اکثر کو یہ آیات یاد ہو گئیں۔

۲۔ اس کے بعد اسکی تشریح بھی ایک ایک جملہ کر کے ٹھہر ٹھہر کر انھیں سنائیے جو مشکل ہو عام زبان میں سمجھا دیجئے۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بات بتائیے کہ اللہ و رسول کی طاعت و اطاعت پر استقامت و ثابت قدمی کیلئے ضرورت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت و قدرت کا مراقبہ کیا جائے اور نفس سے مجاہدہ کرایا جائے اور ہر وقت اس کے وعدہ و وعید کا تذکرہ کیا جائے۔

۴۔ اپنے سامعین کو سمجھا کر بتائیے کہ اللہ تعالےٰ کی اس توحید کا جو کہ آیت "اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ" سے سمجھی جا رہی ہے برملا اظہار کرنا کس درجہ فضیلت رکھتا ہے اور پھر اس پر استقامت کس درجہ کی فضیلت کی چیز ہے۔ اسی استقامت کیلئے کہا گیا ہے کہ دین پر استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔

۵۔ اہل علم سامعین کو اس موقع پر بعض لوگوں میں بولے جانے والے لفظ "التزام" کے متعلق باخبر کر دیا جائے کہ اردو میں پابندی اور ثابت قدمی کے مفہوم میں لفظ "التزام" کا استعمال بعض لوگ کر دیتے ہیں جو غلط ہے، کیونکہ کوئی بھی انسان کسی بھی بات کا التزام کر لیتا ہے چاہے وہ بات حق ہو یا غلط ہو۔ برخلاف لفظ "استقامت" کے جو صرف امور خیر ہی میں استعمال ہوتا ہے۔ باطل اور غلط باتوں کی پابندی کیلئے "استقامت" بالکل نہیں بولا جا سکتا۔

بیسواں درس

۲۰ محرم الحرام	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الثَّقَفِیِّ قَالَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْاَلُ عَنْہُ اَحَدًا بَعْدَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ میں پھر اسلام کے بارے میں آپ کے بعد کسی اور سے کچھ نہ پوچھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لے آیا اور پھر اسی بات پر ثابت قدم رہو۔ اسی پر استقامت کرو، اپنی زندگی میں کوئی ایسی بات نہ کرو جو اس اعلان کے خلاف ہو۔

تشریح: آج کی زیر درس حدیث میں یہ چند باتیں تشریح طلب ہیں:۔

(۱) سائل (یعنی حضرت عبداللہ ثقفیؓ) نے آپ کے نام کی جگہ "یارسول اللہ" کہہ کر آپ کو مخاطب کیا ہے۔ اس میں دو باتیں ملحوظ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس عنوان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ صاحب ایمان مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسری بات کہ اس طرح قرآن مجید کی اس ممانعت کی تعمیل بھی ہوگئی جس میں آپ کا نام نامی لیکر آپ کو مخاطب

کرنے سے روکا ہے۔ سائل نے بھی یہی کیا کہ آپ کے نام کی جگہ "یا رسول اللہ" کہا۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں آپ کو متعدد جگہ مخاطب کیا ہے لیکن "یا محمد" کہہ کر خطاب نہیں کیا ہے بلکہ "یا ایّھا النبی" اور "یا ایّھا الرسول" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

(۲) پوچھنے والے نے "فی الاسلام" (اسلام کے بارے میں) سوال کیا ہے جس سے مراد شریعت اسلامی ہے جس کی روشنی میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں، یعنی اسلامی عقائد و عبادات، احکام و آداب اور اخلاق وغیرہ۔

(۳) ان سائل صحابی نے یہ بات کیوں کہی کہ پھر آپ کے بعد کسی اور سے کچھ نہ پوچھوں؟ یہ اس لئے کہ آپ مجھے ایسی ہی بات بتائیں جو میری نجاتِ دوزخ اور داخلۂ جنت کیلئے کافی ہو جائے۔

(۴) اس سوال کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ مختصر اور کافی جواب ایسا ہے کہ یہ جواب بجائے خود آپ کا اعجاز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان لاؤ اور اس کا برملا اظہار بھی کرو اور پھر اس پر استقامت بھی رکھو۔ کیونکہ ایمان تین باتوں کا مجموعہ ہے۔ دل سے اعتقاد ہو، زبان سے اقرار اور ارکان جسم سے اس پر عمل بھی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو یہ جواب دیتے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ قول جو سورہ فصلت اور سورۂ احقاف میں آیا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" اپنے پیش نظر رکھی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایت

۱۔ حدیث زیر درس کو چند بار ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے سامعین بھی آپ کے ساتھ دھیرے دھیرے دُہراتے رہیں کہ اندازہ ہو جائے کہ اکثر لوگوں کو حدیث محفوظ ہو گئی۔

۲۔ سامعین کو اس بات سے آگاہ کیجئے کہ علم دین طلب کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس سائل نے یہ سوال طلب علم ہی کے پیش نظر کیا تھا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بھی یہی حکم دیا ہے "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (اگر تم کوئی دینی بات نہیں جانتے ہو تو علم دین والوں سے پوچھ لیا کرو) حدیث شریف میں سوال کو بے علمی کے مریض کیلئے شفا فرمایا گیا ہے۔ "شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَالُ"

۳۔ سامعین کو یہ بات بھی اس حدیث کی روشنی میں سمجھا دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ادب ضروری ہے۔ حضرات صحابہؓ میں سے کوئی شخص یوں کبھی نہیں کہتا تھا (بے ادبی نقل معاف ہو) کہ "محمد" نے کہا یا میں نے محمد کو دیکھا یا محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے فلاں بات کا حکم دیا ہے یا فلاں کام سے منع کیا ہے۔ بلکہ ہر موقع پر نام کے بجائے رسول اللہ کہتے تھے یا نبی اللہ کہتے تھے۔

۴۔ اپنے سامعین کو "ایمان" اور ایمان پر استقامت کی فضیلت و اہمیت سمجھایئے اور یہ بھی بتایئے کہ ایمان تین باتوں کے مجموعہ سے تکمیل پاتا ہے یعنی عقیدہ، اقرار اور احکام شرع پر عمل جب یہ تین باتیں پائی جائیں گی ایمان کامل و مکمل ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ انسان کی نجات و کامیابی کا صحیح اور واحد ذریعہ یہی ایمان ہے۔

۵۔ سامعین و حاضرین کے سامنے یہ حقیقت بھی رکھئے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم علمی تعلیم کے حریص و خواہشمند اسی لئے رہتے تھے کہ ایمان کی تکمیل ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین و دنیا میں سعادت حاصل ہو اور دارین میں نجات و فلاح سے شادکام ہوں۔

اکیسواں ۲۱ درس

۲۱ محرم الحرام	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ○ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ (المرسلات)

ترجمہ آیت: بیشک متقی پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے۔ اپنے (نیک) اعمال کے صلہ میں خوب مزے سے کھاؤ پیو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

تشریح: "اِنَّ الْمُتَّقِیْن" میں متقین سے مراد مومنین و مومنات ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ یعنی اپنے رب کے عذاب اور ناراضی سے ڈرتے ہیں، اسکی پسندیدہ باتوں پر عمل بھی اسی تقویٰ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اسکی ناپسند چیزوں سے اجتناب بھی اسی تقویٰ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس کے محبوبات کو جاننے کے بعد یہ بھی جاننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ پسندیدہ امور کس طور پر انجام دیئے جائیں۔ اسی وجہ سے ان پسندیدہ امور کا علم یا تو ان کی تعلیم حاصل کر کے ہو سکتا ہے یا ان کے جاننے والوں سے پوچھ کر حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جس طرح بھی ہو ان کا علم ضروری ہے، جب تک احکام شرعیہ حرام و حلال ہونے کی حیثیت سے معلوم نہ ہوں گے "راہ تقویٰ" پر چلنا ممکن ہی نہ ہوگا۔ اور تقویٰ اللہ کی تکمیل و تعمیل بھی نہ ہو سکے گی۔ پھر ایسے شخص کا حال جو راہ تقویٰ نہ چل سکے

ظاہر ہے کہ سراسر خسران و نقصان ہی کا موجب ہوگا۔

آیت شریفہ کے یہ فقرے " فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ، وَفَوَاکِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ "
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل تقویٰ کیلئے مژدہ و خوشخبری کے طور پر بیان ہوئے ہیں کیونکہ
ان اہل تقویٰ کی روحیں ان کی موت کے بعد تو جنت میں پہنچا ہی دی جائیں گی کہ
قیام دنیا کی بقیہ مدت تک وہ جنت میں آرام کی زندگی بسر کریں، پھر جب دنیاوی
زندگی اور عالم فانی کی مدت ختم ہوکر عالم آخرت شروع ہوگا تو وہ روحیں ان کے جسموں
میں دوبارہ ڈال دی جائیں گی، اس کے بعد ہی لوگ میدان حشر اور عدالت عالیہ
میں منصف اعلیٰ منصف روز جزا کے روبرو پیش ہوں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں اسکی فرد
ہوگی، فرد جرم بھی اور فرد کارگزاری بھی، مگر ان اہل تقویٰ کی فرد تو فرد کارگزاری ہوگی
جو ان کے داہنے ہاتھ میں ہوگی، ان کے اعمال کا وزن ہوگا اور یہ پل صراط سے گزر کر
جنت سلام میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جائیں گے جہاں انھیں جنت
کے درختوں کے سایہ میں دیکھیں گے کہ اس کے چشموں سے پانی، شہد، دودھ
اور شراب پیتے ہوں گے اور اس کے دل پسند بامزہ انواع و اقسام کے
پھل ہوں گے۔ اور یہ سب تفریحی طور پر ہوگا۔ وہاں پر بھوک پیاس کا
مطلق احساس نہ ہوگا، نہ یہ فکر ہوگی کہ اگر نہ کھائیں گے تو مر جائیں گے کیونکہ
جنت میں پہنچا دیئے جانے کے بعد تو خود موت ہی کو موت آجائے گی۔
انھیں اس طرح کھاتا پیتا دیکھ کر ان سے فرشتے کہیں گے " کُلُوْا وَاشْرَبُوْا
هَنِیْٓئًا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ " (اپنے اچھے اور نیک کاموں
کے صلہ میں مزے سے خوب کھاؤ پیو)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: " اِنَّا کَذٰلِكَ

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ" (ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی انعام دیا کرتے ہیں۔)
کیونکہ ان لوگوں نے جب اللہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرلیا، ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا تو ان کے نفوس طاہر و پاک صاف ہو کر داخلۂ جنت کے قابل ہو گئے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو داخلۂ جنت کا اہل بنادے۔ آمین!)

مُربّی کیلئے ہدایت

١۔ زیر درس آیات کو تجوید (صحت حروف) کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر (ترتیل میں) چند بار دہرایئے۔ سامعین بھی دھیرے دھیرے آپ کے ساتھ دہراتے رہیں کہ اکثر سامعین کو آیت یاد ہو جائے۔

٢۔ پھر آپ آیت کی مذکور تشریح کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر پڑھیے، عام روزمرہ کی زبان میں سمجھایئے تاکہ سامعین اچھی طرح پوری بات سمجھ لیں۔

٣۔ اپنے سامعین کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ "داخلۂ جنت" کا مستند و معتبر ٹکٹ "تقویٰ" ہے۔ جن کے پاس یہ ٹکٹ ہوگا وہی جنت کے وارث و حقدار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
"تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا" (یہ وہی جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے ان بندوں کو بنائیں گے جو تقویٰ شعار اور پرہیزگار ہوں گے۔) کیونکہ تقویٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان خدا اور رسول کی بتائی ہوئی ان کی پسندیدہ چیزوں پر

عمل اور ان کی منع کی ہوئی ناپسند باتوں اور چیزوں سے اجتناب
و پرہیز اختیار کرکے پوری پوری ان کی فرماں برداری اختیار
کرے تو وہ قربِ خداوندی اور اس کے مہمان خانہ میں قیام
و آرام کا حقدار ہو جائے گا۔

۴۔ آیت زیرِ درس میں "مُحْسِنِیْن" کا لفظ بھی آیا ہے اس لئے اپنے
سامعین کو یہ بھی بتادیجئے کہ اسلام کا ایک تیسرا جزو احسان بھی ہے
جس کے بغیر کوئی بھی عمل صالح نفع مند نہیں بنتا۔ اس کی حقیقت
یہ ہے کہ ہر عبادت کی ادائیگی کے دوران اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر
سمجھے اور دل سے یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ میری اس عبادت
کو دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی کمی اور کسر نہ رہنی چاہئے۔ اس
تصور کے نتیجہ میں عبادت خوب سے خوب تر ہوگی جو پاکیزگیٔ روح
کا ذریعہ ہوگی اور انسان داخلۂ جنت کا مستحق ہو جائے گا۔

بائیسواں درس

درس حدیث شریف	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲ محرم الحرام

حدیث شریف: عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَلَّقَ رَجُلٌ أَقْنَاءً أَوْ قِنْوًا وَبِيَدِهٖ عَصًا فَجَعَلَ يَطْعَنُ يُدَقْدِقُ فِي الْقِنْوِ وَيَقُوْلُ لَوْشَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْهَا إِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (ابوداؤد)

ترجمۂ حدیث: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولتکدہ سے مسجد تشریف لائے (مسجد میں) دیکھا کہ کسی شخص نے کھجور کے گچھے (کئی ایک) یا ایک ہی گچھا مسجد میں دستونوں کے درمیان الگنی سے باندھ کر) لٹکا رکھا ہے۔ آپکے دست مبارک میں عصا تھا، تو آپ اسی لاٹھی سے کھجور کے گچھوں پر مار مار کر انکی کھنکھناہٹ کی آواز نکالنے لگے، اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے کہ اگر یہ صدقہ دینے والا چاہتا تو اس سے اچھی کھجوروں کو صدقہ کرسکتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ ایسا ردی (خراب صدقہ کرنے والا قیامت میں ردی ہی کھجور کھائے گا۔

تشریح: یہاں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں اور اسی ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد مبارک بھی نقل ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولتکدہ سے مسجد کیلئے نکلے اور صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں (صحابہ کرام) میں سے کسی نے کھجور کے کئی گچھے یا ایک ہی گچھا تھا رسی کی الگنی سے مسجد نبوی کے دو ستونوں کے درمیان لٹکا رکھے تھے۔ "قنو" یعنی گچھا۔ اسکی جمع اقناء ہے یعنی کئی گچھے۔ راوی حدیث کو شک ہے کہ ایک ہی گچھا تھا، یا کئی گچھے تھے۔ شمال افریقہ کے لوگ اسے قنو کے بجائے عرجون کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں لاٹھی تھی جس سے آپ نے ان گچھوں کو کھٹکھٹانا شروع کردیا (یعنی کھجوریں سوکھ کر بالکل چھوہارے بن گئی تھیں کہ ان پر لاٹھی مارنے سے کھنکھناہٹ کی آواز نکلنے لگی تھی) اسی کے ساتھ آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ اگر یہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو ان سوکھی کھجوروں سے اچھی کھجوریں بھی تو اس کے پاس ہونگی، وہ اچھی کھجوریں صدقہ کردیتا۔ لیکن اس کے بخل نے ایسا نہ کرنے دیا۔ مارے کنجوسی کے یہ سوکھی کھجوریں صدقہ کیا۔ اب اس شخص کو قیامت میں ایسی ہی سوکھی کھجوریں ملیں گی (حشف ردی کھجور کو کہتے ہیں) اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت میں جزا عمل کے مطابق ہوگی اچھی کھجور صدقہ کرنے پر اچھی کھجوریں ملیں گی، سوکھی کھجور صدقہ کرنے پر سوکھی کھجوریں ملیں گی۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس پڑھیئے اور اسے بار بار دہرائیے، سامعین بھی دہراتے رہیں یہاں تک کہ اکثر کو یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث زیر درس کی جو تشریح کی گئی ہے اسے اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر جہاں مزید

تفہیم اور تسہیل کی ضرورت سمجھئے عام فہم روزمرہ کی زبان میں سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے

۳۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بلند مقام اور آپ کے حسن اخلاق سے مطلع کیجئے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا "ادب محمدی" کس درجہ بلند و عظیم تھا کہ صاحب صدقہ کو دریافت کئے بغیر ایسے صدقہ کی مذمت و برائی تو کر دی لیکن اس شخص کو کسی بھی طرح سے شرمندہ نہیں کیا۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ آخرت میں برائی کا بدلہ برائی ہی سے دیا جاتا ہے مگر برائی کا بدلہ صرف برائی کے برابر ہی ہوتا ہے اور نیکی کی جزا دس گنا کر کے دی جاتی ہے جیسا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا" یعنی نیکی کرنے والے کو ایک نیکی کی جزا دس گنا ملیگی اور جو برائی کرے تو اسے ایک ہی بدلہ دیا جائے گا۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ صاحب صدقہ کو بری کھجور دینے کی وجہ بخل طبعی تھا صرف کنجوسی اور بخیلی کی وجہ سے ایسا کیا تھا، لہٰذا بخل سے چھٹکارہ پانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

طبیبان اخلاق نے بتایا کہ بخل کا علاج یہ ہے کہ کثرت سے صدقہ دیا کرے اسکی برکت سے بخل کا رذیلہ دور ہو جائے گا۔

۶۔ اپنے سامعین کو حضرات صحابہؓ کے اس طریقۂ فضل و کرم کی طرف متوجہ کیجئے اور انھیں بتائیے کہ ان حضرات کا یہ معمول تھا کہ وہ کھجور کے گچھے لاکر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے کہ جو لوگ نادار ہوں، خرید نہ سکتے ہوں وہ اس طرح کھجور کھالیں اور کوئی کسی کا ممنون احسان نہ ہو۔ (احقر مترجم عرض کرتا ہے مختلف پھلوں کے موسم میں اہل باغ کو یہ مردہ سنت زندہ کرنی چاہیئے۔ دیندار تک صدقہ پہنچنے کی بہترین شکل ہے۔)

تیئیسواں درس

۲۳ محرم الحرام	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (بقرہ ۲۶۸)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمھارے واسطے زمین سے اگائی ہیں (اور اللہ کی راہ میں) گندی (اور ردی) چیز (دینے) کا ارادہ نہ کرو کہ اس میں سے تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ حالانکہ ایسی چیز تم خود نہ لوگے، سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی کرکے لے لو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالٰے بے پرواہے اور خوبیوں والا ہے۔

تشریح: اللہ تعالٰے نے اس آیت میں اپنے اہل ایمان بندوں کو جو اس کے معبود برحق اور پروردگار حقیقی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے دین اسلام کے برحق ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، ایسے ہی اہل ایمان کو اللہ تعالٰے نے اس موقع پر مخاطب فرمایا ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اپنے اہل ایمان ہونے کی وجہ سے شرعی احکام کے مکلف ہیں۔ جن باتوں کا حکم دیا جائے گا اس پر انھیں عمل کرنا ہے اور جن باتوں سے انھیں روکا گیا ہوگا انہی کو وہ باتیں چھوڑنی ہیں۔ اس لئے انہی کو

مخاطب کر اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

" یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ " (یعنی اپنے مال صامت (بے زبان مال) جیسے سونا چاندی روپیہ پیسہ وغیرہ) سے یا مال ناطق سے (بولتے ہوئے مال سے، جیسے اونٹ، گائے، بکری وغیرہ) یا سامان تجارت سے، یا ان چیزوں سے جو ہم نے زمین سے تمھارے لئے پیدا کی ہیں (جیسے سارے غلے اور جنس، سارے میوے اور پھل وغیرہ سے) اللہ تعالےٰ کی راہ میں اچھی چیزیں نکالا کرو۔ یہاں پر اللہ تعالےٰ نے ردی و خراب چیزوں کا صدقہ کرنے سے منع کیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے : " وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ " الآیۃ صدقہ میں ایسی ردی اور خراب چیزوں کا صدقہ کرنے کا ارادہ ہی نہ کیا کرو، جنھیں اگر تمھیں دیا جائے تو ہنسی خوشی تم لینے کے لئے تیار نہ ہو گے۔ اگر اسے لے بھی لو گے تو چشم پوشی کرتے ہوئے ناک بھوں سکیڑ کر لو گے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ : " اِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ " (اللہ تعالےٰ تمھارے ان صدقات و خیرات سے بے پرواہ ہے، بڑی خوبیوں والا ہے، اسے کسی کے دینے دلانے کی اور شکر ادا کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ان باتوں کا فائدہ تو خود ان اہل ایمان ہی کو پہنچے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آپ پہلے تو آیت زیر درس کو تجوید (درستیٔ حروف و الفاظ) کے ساتھ ترتیل سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔ سامعین بھی آپ کے ساتھ ساتھ دل ہی دل میں دھیرے دھیرے دہراتے رہیں، یہاں تک کہ اکثر کو یاد ہو جائے۔

۲۔ پھر آیت کی شرح کا ایک ایک جملہ اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر سنائیں اور اسے اپنے مخاطبین کی زبان میں آسان وعام فہم بنا کر سمجھائیں کہ سب لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیں کہ مختلف چیزوں میں زکوٰۃ کا نصاب حدیث کے ذریعہ بتایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں جبتک کوئی چیز اپنے مقررہ نصاب تک نہ پہنچے گی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کی مقدار ستر گرام کے قریب ہے (احناف کے یہاں تقریباً ۸۰ گرام سونا) چاندی کا نصاب دوسو درہم یعنی تقریباً ۴۷۵ گرام چاندی ہے (احناف کے یہاں تقریباً ۶۱۲ گرام) جہاں اونٹ پالے جاتے ہیں وہاں اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ مقرر ہے اور بکری کا نصاب چالیس بکری ہے۔ گائے کا نصاب تیس گائے ہے۔ اور پھل اور غلہ کا نصاب پانچ وسق ہے یعنی تقریباً پانچ قنطار ہے۔ صاع مشہور پیمانہ ہے۔ تقریباً ساڑھے تین کلو کا ایک صاع ہوتا ہے اور ساٹھ صاع کا ایک وسق ہوتا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ یہ آیت زیر درس زکوٰۃ کے واجب (فرض) ہونے کی دلیل ہے کہ ہر مسلمان بالغ پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو جو بھی صاحب نصاب ہوگا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ پانچ ارکان اسلام میں تیسرا رکن زکوٰۃ ہے جو شخص بھی کسی رکن کو ڈھا دیتا ہے تو اس کا اسلام برقرار نہ رہے گا۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اللہ تعالٰے طیب (صاف ستھری چیزوں) کو ہی قبول فرماتے ہیں، لہٰذا جید (عمدہ) چیز کے موجود ہوتے ہوئے ردی چیز کا صدقہ قبول نہ ہوگا۔

چوبیسواں درس

۲۴ محرم الحرام | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَقَوْلُهٗ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْکَانَ عُشْرِیًّا الْعُشْرُ وَفِیْمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (بخاری)

ترجمہ حدیث: بخاری کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد وقتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ بھی شہادت دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت وبندگی کے لائق نہیں ہے اور اس کی کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (اور دین اسلام کے سارے احکام پر عمل کرنے لگیں کہ) نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں (بخاری ومسلم) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم) اور آپ ہی کا قول یہ بھی ہے کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور آپ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قدرتی کانوں سے نکلنے والی چیزوں پر پانچواں حصہ زکوٰۃ نکلے گی۔ (بخاری) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ آسمان کی بارش

یا چشمے سے سینچے ہوئے غلہ اور پھل پر اور عشری زمین کی پیداوار پر عشر واجب ہوگا اور جو کنویں وغیرہ سے سینچا جائے اسکی پیداوار میں بیسواں حصہ دیا جائیگا۔ (بخاری)

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا فقرہ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ" ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں غیر مسلم لوگوں سے اسوقت تک قتال وجہاد کرتا رہوں جبتک کہ وہ اللہ تعالٰی کے معبود برحق ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کا اقرار نہ کریں۔ اگر وہ یہ اقرار نہیں کرتے تو میں ان سے قتال کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو معبود برحق مان کر اس کی عبادت کرنے لگیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیں اور ان سے محبت کرنے لگیں، ان کی اطاعت کرنے لگیں، نماز قائم کرنے لگیں یعنی پنج وقتہ نمازیں ان کے شرائط وآداب کے ساتھ مسجد میں پڑھنے لگیں۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگیں یعنی جس قسم کا مال ہو اس کی جو مقدار زکوٰۃ میں واجب ہو وہ ادا کرنے لگیں۔ حدیث میں "خمس اواق" کا ایک فقرہ آیا ہے۔ اواق اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ کا وزن چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے۔ چاندی سونا وغیرہ کی کان کو "رکاز" کہتے ہیں، اس میں سے پانچواں حصہ زکوٰۃ میں نکالا جائے گا۔ اور مصرفِ زکوٰۃ میں خرچ کیا جائے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔۲۔ حسب سابق۔

۳۔ اپنے سامعین کو سمجھائیے اور بتائیے کہ " لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ" کہنے اور اس کا اقرار کرنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کے اقرار و شہادت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھے، آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور آپ کی رسالت کی پوری پیروی کرے۔

۴۔ لوگوں کو سمجھائیے کہ زکوٰۃ نماز کی بہن ہے لہٰذا جس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو نماز کی طرح اسے بھی ضرور ادا کرے۔ زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا بہت سخت گناہ ہے۔

۵۔ آج کے درس میں جو باتیں پڑھائی گئی ہیں ان سے متعلق اپنے سامعین سے مختلف سوالات کیجئے جس سے اندازہ ہو جائے کہ درس انھیں کہاں تک محفوظ ہوا ہے اور کتنا کچھ سمجھے ہیں۔

پچیسواں ۲۵ درس

۲۵ محرم الحرام	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ (محمد ۲۲، ۲۳)

ترجمہ آیت: اگر تم اسی طرح جہاد سے (کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم سب دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کردو۔ یہ (جہاد سے رکنے والے منافقین) وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کردیا ان کو (بگوش قبول احکام الٰہیہ سننے سے) بہرا کردیا ہے۔ اور (راہ حق سیکھنے سے) ان کی (باطنی) آنکھوں کو اندھا کردیا۔

تشریح: آیت کا پہلا فقرہ "فَهَلْ عَسَيْتُمْ" ہے جس کے مخاطب منافقین ہیں، جن کا سردار عبداللہ بن اُبی تھا۔ غزوۂ اُحد میں ان لوگوں نے جاتے وقت راستہ میں یہ کہہ دیا تھا کہ ہم اپنی جانیں یہاں کیوں دیدیں، اپنے آپ کو کیوں کٹوادیں۔ یہ کہہ کر راستہ ہی سے لوٹ گئے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان ہی کو جھڑکتے ہوئے اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا اور ان کے اس بدبختانہ اور رسواکن طریق کار پر سخت تنبیہ فرمائی کہ اگر تم اپنے اس ظاہری ایمان سے (جسے تم تقیہ کے طور پر اختیار کئے ہوئے ہو) روگردانی کرکے کفر خالص کی طرف لوٹ جاؤ گے تو زمین پر فساد پھیلاؤ گے، شرک و معاصی میں مبتلا ہو کر دنیا کو اپنے فساد کی

آماجگاہ بناؤ گے۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ اپنی قرابت داریوں کو قطع کرو گے اپنے اہل ایمان رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے بجائے قطع رحمی کرو گے کیونکہ کفار کا طریقہ یہی رہا کہ کفر کی وجہ سے وہ بالکل ہی صلہ رحمی نہیں کرتے تھے۔

اور اس آیت کی ایک دوسری تفسیر یہ بھی ہے وہ بھی صحیح و درست ہے۔ دوسری تفسیر اس طرح ہے کہ آیت میں آئے ہوئے لفظ "تَوَلَّيْتُمْ" کو حکومت واقتدار کے معنی میں لے کر یوں کہا جائے کہ اگر تم کو حکومت واقتدار مل جائے تو تم لوگ زمین کو اپنے ظلم و زیادتی، قطع رحمی وغیرہ کی وجہ سے فساد زدہ بنا دو گے۔ آگے فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے دور اور قبول حق سے کانوں کو بہرا اور راہ حق سے دل کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اب یہ لوگ نہ بھلی بات اور حق بات سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ ہر طرح سے بالکل اندھوں جیسے ہو گئے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت زیر درس کو تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار پڑھئے۔ سامعین بھی دھیرے دھیرے دُہرا کر یاد کرلیں۔

۲۔ تشریح آیت کو اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔ جو باتیں مزید وضاحت چاہتی ہوں انھیں آسان و عام فہم انداز میں مزید سمجھائیے کہ سامعین اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ اپنے مخاطبین و سامعین کو نفاق سے ڈرائیے اور تاکید کیجئے کہ نفاق کو دل سے دور رکھیں۔ نفاق کا مطلب یہ ہے کہ دل میں کفر ہو، ایمان صرف ظاہری طور پر ہو۔ حالانکہ خدا و رسولؐ کی جملہ تعلیمات پر دل سے ایمان اور اس کے صحیح و برحق ہونے کا یقین ضروری ہے ورنہ نفاق ہوگا۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ گناہوں کے ارتکاب سے بھی زمین میں فساد برپا ہوتا ہے فساد دور کرنا ہو تو معاصی سے اجتناب و پرہیز ضروری ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو قطع رحمی کے گناہ سے ڈرائیے کہ قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنائیے کہ ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس درجہ کا نہیں ہے جس کی سزا اللہ تعالےٰ آخرت میں بھی دیتے ہوں۔ (امام ترمذی کے علاوہ متعدد محدثین نے یہ حدیث روایت کی ہے۔)

چھبیسواں درسِ قدسی

درس حدیث شریف	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶ محرم الحرام

حدیث قدسی (۱) : یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی ، اَنَا الرَّحْمٰنُ وَھٰذِہِ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَھَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَھَا قَطَعْتُہٗ ۔ (رواہ احمد وابوداود والترمذی)

(۲) وقال (ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لِمَنْ سَاَلَ عَمَّا یُدْخِلُ الْجَنَّۃَ مِنَ الْاَعْمَالِ وَیُبَاعِدُ عَنِ النَّارِ ، تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصِلُ رَحِمَکَ (متفق علیہ)

دونوں حدیثوں کا ترجمہ مع تشریح : پہلی حدیث حدیث قدسی ہے (حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منسوب فرما کر کوئی ارشاد نقل فرمائیں) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میں رحمٰن ہوں ، اور میں نے اس رحم (صلہ رحمی) کے لئے اپنے اسی نام سے مشتق کر کے ایک نام مقرر کر دیا ہے۔ تو جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے "رحم" کے تعلق کو جوڑ کر رہتا ہے تو میں اس سے جوڑ کر رہتا ہوں اور جو اسے توڑتا ہے میں اس سے قطع تعلق کر لیتا ہوں۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات خاص کیلئے ایک نام "رحمٰن" بتایا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے "ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" حدیث

زیر درس کی تشریح بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جب مخلوق کا خلق ہو چکا تو "رحم" کھڑا ہو گیا اور بولا کہ میرا یہ قیام "قطع رحم" سے محفوظ رہنے کی خاطر آپ کی پناہ حاصل کرنے کیلئے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہاں ہاں! تمھاری بات منظور ہے۔ کیا تو اس پر راضی ہے کہ میں یہ اعلان کر دوں کہ جو تجھے جوڑے گا میں اس سے جوڑوں گا، اور جو تجھے قطع کرے گا میں اس سے قطع تعلق کر لوں گا۔ رحم نے کہا، ہاں ہاں یہی ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، تجھے یہی مقام دے دیا گیا ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔ لہٰذا مبارک ہیں وہ لوگ جو قطع رحمی سے بچتے اور صلہ رحمی اختیار کرتے ہیں صلہ رحمی ان مندرجہ ذیل باتوں سے برقرار و پائیدار ہوتی ہے :-

(۱) تکلیف و ایذا رسانی کو روکنا۔
(۲) اکرام و احترام کا برتاؤ کرنا۔
(۳) حسن سلوک و خیر خواہی، داد و دہش کرتے رہنا۔

قطع رحمی ان باتوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان سے احتراز کیا جائے۔

(۱) زبان یا ہاتھ سے تکلیف پہنچانا۔
(۲) اہانت و بیحرمتی و بے عزتی کرنا۔
(۳) حسن سلوک، خیر خواہی، داد و دہش نہ کرنا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر چند بار دہرائیے، سامعین بھی ساتھ ساتھ دہراتے رہیں کہ لوگوں کو حدیث کے الفاظ ذہن نشین اور محفوظ ہو جائیں۔

۲۔ حدیث کی تشریح کا ایک ایک جملہ پڑھئے اور اس کا مفہوم و مطلب سمجھاتے جائیے کہ انھیں حدیث کا صحیح مفہوم و مطلب معلوم ہو جائے۔

۳۔ سامعین کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام ہیں۔ کوشش کرکے جتنے نام یاد کرسکیں یاد کرلیں کہ دعا کے وقت ان ناموں کے ساتھ ساتھ بھی دعا کرسکیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے" وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا" (اللہ تعالےٰ کے بہت سارے اچھے نام ہیں، جس نام سے چاہو اس سے دعا کیا کرو۔)

۴۔ سامعین کو" العائذ" کے معنی بتائیے (جسے رحم نے اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے لئے استعمال کیا ہے) انھیں بتائیے کہ" عائذ" کے معنی" مستجیر" کے ہیں یعنی کسی مصیبت و پریشانی پر کسی کی پناہ چاہنے والا۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کو گویائی کا مادہ دیا ہے۔ اسکی تمام مخلوقات حیوان ہو یا جمادات سے ہو یا کسی بھی قسم کی مخلوق ہو، اللہ تعالےٰ جب بھی اس کو بولوانا چاہیں گے وہ بولے گی۔ اسکی دلیل سورہ" فُصِّلَتْ" میں مذکور ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے" وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ" (اور کافر اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی اور کیسے دیدی؟ وہ (جواب میں) کہیں گے کہ ہمیں اسی اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے۔

ستائیسواں درس

۲۷ رمحرم الحرام	قول اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ (اسراء ۲۳، ۲۴)

ترجمہ آیات: تیرے پروردگار نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس معبود برحق کے کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اگر وہ تیرے پاس ہوں اور ان میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں (جس کی وجہ سے محتاج خدمت ہو جائیں، اور جبکہ طبعاً ان کی خدمت کرنا بھاری معلوم ہو) سو (اس وقت بھی اتنا ادب کرو کہ) ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا، ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ (مؤدب طور پر) جھکے رہنا۔ اور ان کے لئے حق تعالٰے سے یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن (کی عمر) میں پالا پرورش کیا ہے۔

تشریح: "قضیٰ" صیغہ ماضی ہے۔ حکم کرنے، فیصلہ کرنے، کسی بات کی تاکید کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مطلب وہی ہے جو اوپر ترجمہ میں لکھا گیا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ عبادت تنہا اسی کی کرو، اس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کرو۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس بات کا بھی تاکیدی حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ پوری طرح بھلائی اور اچھائی کا معاملہ کرو۔ ان کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی، بے ادبی، بدتمیزی نہ کرو۔ کوئی ایسا کلمہ بھی زبان پر نہ لاؤ جو غصہ اور جھنجھلاہٹ میں منہ سے نکل جاتا ہے۔ مثلاً ان سے " اونہہ " اور " اُف " تک نہ کہو۔ اور جب ان دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی تمھاری موجودگی میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تمھارے ذمہ ضروری ہے کہ ان کی خدمت کرو، جس طرح ان دونوں نے تمھاری خدمت کی تھی جب تم بچے اور چھوٹے تھے۔ لہٰذا تم بھی ان کا پیشاب، پاخانہ (اگر دھونے کی ضرورت پڑے) دھویا کرو، انھیں جس چیز کی ضرورت ہو ان کے سامنے پیش کردیا کرو، اور ان باتوں سے گھبراؤ اور اُکتاؤ نہیں جیسا کہ وہ دونوں تمھاری خدمت سے اُکتاتے نہیں تھے۔ تم بچپن میں پیشاب پاخانہ کرتے اور وہ دھویا کرتے تھے۔ اُف نہیں کرتے تھے۔ " وَلَا تَنْهَرْهُمَا " سے مراد یہ ہے کہ کسی بات پر انھیں جھڑکی یا گھڑکی نہ دو۔ آگے فرمایا " قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا " ان سے نرمی اور ادب کے ساتھ گفتگو کیا کرو، جس سے وہ سمجھ لیں کہ ہمارا بیٹا ہمارا ادب کر رہا ہے۔ پھر فرمایا گیا کہ ان کیلئے محبت وشفقت اور تواضع وانکساری کے ساتھ جھکے رہا کرو۔ اور ان کے لئے یوں دعا کیا کرو کہ اے ہمارے پروردگار ان دونوں پر رحم فرمائیے جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں رحم کے ساتھ پالا اور پرورش کیا ہے۔

مُزّکی کیلئے ہدایات

۱- آپ سب سے پہلے زیر درس آیت مبارکہ کو ٹھہر ٹھہر کر ترتیل و تجوید کے ساتھ کئی بار پڑھیے، سامعین آپ کے ساتھ دہراتے رہیں کہ اکثر لوگوں کو آیت محفوظ ہو جائے۔

۲- پھر آپ آیت کی مذکور تشریح کا ایک ایک جملہ علیحدہ علیحدہ سمجھا سمجھا کر پڑھیے۔ ہر جملہ کا مفہوم و مطلب سامعین کے سامنے بار بار پڑھیے یہاں تک کہ آپ مطمئن ہو جائیں کہ سامعین صحیح مطلب اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔

۳- اپنے سامعین کو شرک کے گناہ کی برائی سمجھائیے اور بتائیے کہ یہ شرک خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی اور باعظمت ذات کے ساتھ ظلم اور اسکی حق تلفی ہے جو صرف توبہ ہی سے معاف ہو سکتی ہے۔ سامعین کے سامنے شرک عبادت کی مختلف مثالیں دے کر انھیں سمجھائیے کہ یہ سب باتیں شرک عبادت ہیں مثلاً خدا کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا، خدا کے سوا کسی اور کا تقرب حاصل کرنے کیلئے اسے خوش کرنے کیلئے جانور ذبح کرنا (جیسے شیخ سدو کا بکرا۔ اور کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا) اسی طرح کسی غیر اللہ کے نام پر منت ماننا، چڑھاوا چڑھانا وغیرہ۔

۴- اپنے مخاطب حاضرین کو بتائیے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک تین باتوں کی انجام دہی سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) ہر جائز اور نیک کام میں انکی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ (ناجائز کام میں کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے نہ والدین کی، نہ پیر اور استاذ کی نہ کسی اور کی)، (۲) انکے ساتھ بھلائی اور اچھائی کا معاملہ رکھنا۔ جس چیز کی انھیں ضرورت ہو ان کیلئے مہیا کرنا، ہر قسم کی تکلیف اور ایذا رسانی سے انھیں محفوظ رکھنا

اٹھائیسواں درس

۲۸ محرم الحرام	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (بخاری ومسلم)

(ورویا ایضًا) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا، قُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ، اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ احادیث: (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: نماز کے مقررہ وقت پر نماز پڑھ لینا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک۔ پھر میں نے پوچھا، پھر اس کے بعد کونسا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(۲) حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑا گناہ کبیرہ نہ بتاؤں؟۔یہ سوال آپ نے تین بار فرمایا۔ہم سب نے کہا، ہاں ہاں، حضور ضرور بتائیے! تو آپ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرلینا۔اور والدین کی نافرمانی کرنا۔آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا (اچھی طرح کان کھول کر) سن لو جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا، ان فقروں کو آپ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگ اپنے دل میں کہنے لگے کہ کیا اچھا ہوتا کہ آپ اب سکوت فرما لیتے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال سے کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔یہ پتہ چلا کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کا قرب اس کے پسندیدہ اعمال پر عمل کرکے ہی حاصل ہوسکتا ہے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی محبت وخوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ نماز مقررہ وقت پر ادا کی جائے، والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور حسن سلوک کیا جائے جس کی صورت یہی ہے کہ جائز وپسندیدہ کاموں میں اُنکی اطاعت کی جائے، انھیں تکلیف سے بچایا جائے، ان کے ساتھ بھلائی کی جائے، انھیں دیا لیا جائے اور ایک پسندیدہ کام اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔جو زبان سے بھی ہوتا ہے، مال سے بھی ہوتا ہے اور آلات حرب سے بھی ہوتا ہے۔لیکن شرط یہی ہے کہ اللہ کے راستہ میں ہو نصرت دین اور نصرت مومنین کی نیت سے ہو، لوگوں تک دعوت اسلام پہنچانے کی نیت سے ہو۔

اور حدیث ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں "عقوق الوالدین" (والدین کی نافرمانی) کا ذکر ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ والدین کی نافرمانی بھی گناہ کبیرہ ہے بلکہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے

جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ پسندیدہ اعمال سے ہے اور عقوق الوالدین اس کی ضد ہے۔ لہذا ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے اور انکی نافرمانی کے معاملہ میں ڈرتے رہنا چاہیے۔ اسی کے ذریعہ ہم لوگ سعادت جنت و نعمت آخرت میں خدائے قادر و مقتدر کے ہاں حاصل کر سکتے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کے سامنے دونوں حدیثیں بار بار پڑھیے۔ سامعین دہراتے رہیں یہاں تک کہ سمجھ لیں کہ اکثر کو یاد ہو گئیں۔

۲۔ اس کے بعد دونوں حدیثوں کی تشریح پڑھیے اور جس قدر وہ سمجھ سکتے ہوں انھیں سمجھائیے۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حسن سلوک کے معاملہ میں ماں، باپ پر مقدم ہے۔ بخاری شریف کی حدیث کی وجہ سے جس میں ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپنے فرمایا تیری ماں۔ انھوں نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپنے فرمایا تیری ماں۔ انھوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ آپنے فرمایا کہ تیری ماں انھوں نے کہا کہ پھر کون؟ آپنے فرمایا کہ پھر تیرا باپ مستحق ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ والدین کے کچھ حقوق ان کی وفات کے بعد اولاد کے ذمہ ہوتے ہیں۔ (۱) ان کی نماز جنازہ پڑھے (۲) ان کیلئے استغفار (اور ایصال ثواب) کرے (۳) انھوں نے دوسروں سے جو جائز عہد و پیمان کئے ہوں انھیں پورا کرے جن رشتہ داروں سے والدین کا واسطہ ہو ان رشتہ داروں سے تعلقات برقرار رکھے۔ ان کے دوست و احباب کا اکرام کرے۔

اُنتیسواں درس

۲۹ محرم الحرام	قولُ اللهِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (آل عمران)

ترجمہ آیت: آپ (لوگوں سے) فرما دیجئے کہ اگر تم (بزعم خود) خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف فرمادیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔ آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور (اطاعت کیا کرو) رسول کی۔ پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو (وہ لوگ سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتے۔

تشریح: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ آیت نجران کے عیسائیوں کے ایک وفد کے بارے میں نازل ہوئی۔ وفد نجران نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنانے سے متعلق یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کی عبادت صرف اسی غرض سے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرنے لگیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے آپ یوں فرمادیں کہ اگر تم واقعۃً یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں، اس لئے تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو معبود بنالیا ہے

تو یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ یہ محبت تو تم کو اس طرح ملے گی کہ میری اتباع کرو جو توحید اور جو اسلامی شریعت میں لایا ہوں اسکی اتباع کرو تو اللہ تعالےٰ تم کو محبوب بنالیں گے۔ اور اب تک تم سے جو غلطی ہوئی ہے معاف کر دیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ ان سے یہ بات بھی کہہ دیں جس کی وجہ سے انھیں اللہ تعالےٰ کی محبت نصیب ہو جائے وہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ اگر وہ آپ کی اس دعوت کو قبول نہیں کرتے ہیں تب تو یہ لوگ کافر ہی ہیں۔ اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اللہ تعالےٰ کافروں سے محبت وتعلق رکھتے ہی نہیں ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ دونوں آیتوں کو اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر چند بار پڑھئے یہاں تک کہ اکثر سامعین ان آیتوں کو محفوظ کر لیں۔

۲۔ تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ پڑھئے اور ہر جملہ کا مطلب آسان اور عام فہم زبان میں لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۳۔ اپنے سامعین کو مؤثر انداز میں یہ حقیقت سمجھا دیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت جو نصاریٰ نے کی تھی اس کی اصل وجہ محبت میں غلو تھا، اسی غلوِ محبت نے انھیں انکی معبودیت تک پہنچا دیا۔

ان کی اس گمراہی کو نظر میں رکھتے ہوئے ہمیں خاص طور پر اپنے آپ کو

صالحین واولیار کی محبت وعقیدت میں غلو سے بچانا چاہیے، ورنہ اہل ایمان مبتلائے شرک ہوکر نقصان وخسارہ میں پڑ جائیں گے۔

انھیں یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا عبادت ہے اور اصل دین ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے محبت وتعلق نہ ہوگا وہ کافر ہے۔

۵۔ انھیں یہ بھی سمجھا دیجئے کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی نشانی اسکی فرماں برداری ہے، جو بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا وہ اس کے احکام واوامر پر عمل، اور ممنوعات ومعاصی سے اجتناب بھی ضرور کریگا

سامعین کو شاعر کا یہ قطعہ بھی سنا دیجئے، جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

(۱) (اے انسان) تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ بہ قسم میں کہتا ہوں کہ عقل کے لحاظ سے تو یہ بات بہت ہی عجیب ہے۔ (۲) اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو اس کی فرماں برداری بھی کرتے۔ کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

(مترجم نے عربی قطعہ کو اردو قطعہ بنا دیا ہے ؎) قطعہ :۔

خدا کی معصیت ہو، اور اظہار محبت بھی قسم ہے جان کی، واللہ یہ دعویٰ نرالا ہے
یہ اظہار محبت، بے اطاعت جھوٹ ہے روحی محب، محبوب کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے

۶۔ سامعین کو سمجھائیے کہ بات تو یہ ہے کہ مومن بندہ یہ کوشش کرے کہ کس طرح اللہ کا محبوب ہو جائے، اللہ اس سے محبت کرے، صرف اپنی محبت کا اظہار بیکار ہے۔ اگر خدا کے یہاں وہ مقبول نہیں ہوئی تو موجب نجات نہیں ہوگی۔

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

تیسواں درس

۳۰ محرم الحرام | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنَ النِّعَمِ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، کیونکہ وہ تمھیں کیسی کیسی نعمتیں اور اچھی اچھی چیزیں کھلاتا ہے۔ اور محبتِ الٰہیہ کی وجہ سے تم مجھ سے بھی محبت رکھو۔

تشریح: غَذَا یَغْذُوْ عربی میں غذا دینے کے معنی میں آتا ہے جس سے جسم کی نشوونما ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح کے انواع واقسام کی غذائیں اور نعمتیں پیدا کی ہیں جن کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے ان بیشمار انعامات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کریں۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ورسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب رکھتے ہیں لہٰذا ہمارے لئے یہ بات ضروری ہوجاتی ہے کہ ہم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ محبوب ہو اور جو لوگ محبوب ہوں ان سے بھی محبت کی جائے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنَ النِّعَمِ" کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسی کیسی نعمتیں دی ہیں (جن کا تم شمار بھی نہیں کرسکتے) اس لئے اللہ تعالیٰ سے تمھاری محبت ایک فطری تقاضا ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ" انسان احسان کا بندہ اور غلام ہوجاتا ہے

تو اللہ تعالےٰ کے ان بیشمار احسانات کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کی محبت و غلامی فطری طور پر ضروری ہے۔

اس کے بعد آپ نے دوسرا فقرہ یہ فرمایا" اَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہ" یعنی اللہ تعالےٰ سے محبت رکھنے کے تقاضے میں تم مجھ سے بھی محبت رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جس سے محبت رکھیں اس سے بھی محبت رکھی جائے اور اللہ تعالےٰ کی محبت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مصطفےٰ بنایا، آپ کو اپنی رسالت بلکہ ختم رسالت کے لئے پسند فرمایا۔ اور اپنے تمام انبیاء و رسل پر آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کو لیلۃ المعراج میں آسمانوں پر بلایا اور وہی جانے وہاں کیا کچھ آپ سے فرمایا (وَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی)

(از مترجم: حدیث بالا پر غور کرنے سے خدا اور رسول کی محبت کے معاملہ میں اصل ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل محبت تو اللہ تعالےٰ سے ہو اور اس کے تقاضے اور نتیجے میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہو، اور پھر آپ کے واسطہ سے بقیہ دوسرے محبوبین سے محبت رکھی جائے اور اللہ تعالےٰ کی محبت کا ذریعہ اتباع رسول ہے جو محبت رسول کا نتیجہ ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر سنائیے۔ سامعین کرام بھی دہراتے رہیں یہانتک کہ اندازہ ہوجائے کہ اکثر لوگوں کو حدیث شریف محفوظ ہوگئی ہے۔

۲۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ سمجھا سمجھا کر سامعین کو سنائیے اور حدیث شریف کا مفہوم و مدعا اچھی طرح ان پر واضح کر دیجئے۔

۳۔ سامعین کو بتایئے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت، اللہ کے رسول کی محبت اور ہر چیز اور ہر اس شخص کی محبت جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کو محبوب ہو، ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔ (ہر مسلمان اس پہلو سے اپنے ایمان کا خود جائزہ لے اور اپنے ایمان پر خود اپنے نمبر تجویز کرے۔)

۴۔ اپنے سامعین کو بتایئے کہ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کی واقعی اور سچی محبت کا یہ لازمی تقاضا اور نتیجہ ہونا چاہیئے کہ انکی مکمل اطاعت کی جائے، خوشی کی حالت میں بھی اور رنج و غم کی حالت میں بھی۔ اگر اس درجہ کی اطاعت نہیں ہے تو محبت صادق نہیں ہے۔

۵۔ انھیں بتایئے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا یاد کرتے رہنا اللہ تعالےٰ سے محبت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اسی سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت بھی ہو جاتی ہے۔

۶۔ انھیں یہ بھی بتایئے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے غفلت اور انھیں یاد رکھنے اور شکر کرنے سے غفلت اللہ تعالےٰ سے محبت و تعلق میں ضعف پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس غفلت سے محفوظ رکھیں۔

۷۔ انھیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کا اصل ذریعہ اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت ہے۔ آپؐ کی شریعت اور آپؐ کی سنت کی جس درجہ متابعت ہوگی اسی درجہ اللہ تعالےٰ کی محبت زیادہ ہوگی جب اتباعِ سنت کا یہ اثر پوری طرح منکشف ہو جائے گا اور اتباعِ سنت کا شوق بڑھ جائے گا۔

پہلا درس

درس قرآن مجید	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	یکم صفر الخیر

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ط (آل عمران ۱۰۲، ۱۰۳)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے (ایسا) ڈرا کرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اور بجز اسلام (کامل) کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا۔ اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے آیت زیر درس میں اس امت مرحومہ اور امت خیر و امت محمدیہ کو ایمان کے عنوان سے ندا دی ہے۔ کیونکہ ایمان کے بعد ہی درحقیقت انسان زندہ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ایمان ہی کے نتیجہ میں اسے جسمانی زندگی کے ساتھ ساتھ روحانی زندگی بھی نصیب ہوتی ہے۔ اب وہ شرعی احکام کا مخاطب و مکلف ہو جاتا ہے اور کسی کو دینے دلانے پر قادر ہو جاتا ہے، جس طرح وہ اس بات پر بھی قادر ہوتا ہے کہ کسی کو کوئی چیز نہ دے یہاں تک کہ اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز بھی جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ یہ سب باتیں اس کی زندگی کا ثبوت ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان ہی کی نسبت سے مخاطب فرما کر اپنے سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ تقویٰ ہی دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے

دل میں خدا تعالےٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا خوف ایسا جاگزیں ہو جائے دل میں بیٹھ جائے جو انسان کو خدا اور رسول کی فرماں برداری پر آمادہ کرتا ہے، کرنے کے جو کام ہوں وہ اس سے کراتا ہے اور جن کاموں سے رُکنا اور پرہیز کرنا ضروری ہوا سے بچاتا رہے۔ یہ ندا ر ایمان اسباب نجات حاصل کرنے کیلئے ایک پکار ہے کہ اے اہل ایمان! خدا تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرو، جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے بچتے رہو، ہر ایسی بات سے بچو جو نقصان و تکلیف اور بدبختی کا سبب ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو اس بات سے روکا ہے کہ "اسلام" کی حالت کے سوا کسی اور حالت پر انھیں موت آئے، کیونکہ کسی اور حالت پر موت تو ہمیشہ ہمیش کا نقصان ہے اس کی تلافی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی۔

دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو "اعتصام بحبل اللہ" (اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے) کا حکم دیا۔ یعنی اس کے دین قویم اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی، کہ دراصل یہی صراط مستقیم ان کی ترقی کا زینہ ہے اور سعادت و نجات حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ اسی کے ساتھ انھیں تفرق و اختلاف سے روکا بھی ہے کہ اپنے دینی و دنیاوی تمام معاملات میں تفرق و اختلاف سے بچو کہ اس اختلاف کی وجہ سے اہل ایمان کی انفرادی و اجتماعی روحانی قوت و طاقت کمزور ہو جائے گی جو ہلاکت کا سبب ہو گی۔ پہلے کے لوگ بھی اسی اختلاف کے نتیجہ میں ہلاک ہو چکے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ جنت حاصل کرنے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا" (یہ وہی جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بنائیں گے جو تقی و متقی اور پرہیزگار ہو)۔

۲۔ انھیں بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت و سزا سے ڈرنے کا نام "تقویٰ" ہے جو انسان کو خدا اور رسولؐ کی اطاعت و فرماں برداری پر آمادہ کرتا ہے۔

۳۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ بندہ جب مسلسل خدا اور رسول کی فرماں برداری کرتا رہتا ہے تو خدا کے حکم سے اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہو جاتا ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ حقیقت بھی بتا دیجئے کہ تفریق باہم اور اختلاف باہم سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل رکھا جائے (ان پر عمل رکھتے ہوئے جو اختلاف ہوگا وہ سبب رحمت ہوگا۔) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" (پھر اگر تم کسی بات میں نزاع میں مبتلا ہو جاؤ تو اسے اللہ و رسول کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

دوسرا درس

۲؍صفر الخیر	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِفْتَرَقَتِ الْیَهُوْدُ اِلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی اِلٰی اِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ اِلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً فِی الْجَنَّةِ، وَقِیْلَ مَنْ هُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِیْنَ یَکُوْنُوْنَ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ۔

(رواہ الترمذی وصححہ)

ترجمۂ حدیث: حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتّر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور عنقریب ہی (میرے بعد) میری یہ اُمت تہتّر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائیگی اور یہ سارے ہی فرقے دوزخ میں جائیں گے، صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! وہ ایک جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا، وہ لوگ ہوں گے جو اس راستہ پر چلتے ہوں گے جس راستہ پر آج میں اور میرے صحابہؓ چل رہے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث جو ایک پیشگوئی پر بھی مشتمل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ایک علامت قرار دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّی ہونے کے باوجود ماضی میں گزرے ہوئے یہود و نصاریٰ کے فرقوں کی تعداد

بھی صحیح صحیح بتادی (ورنہ دونوں فرقے اس اطلاع واخبار اور اس پیشگوئی کے وقت موجود تھے مگر اس کی تردید کسی نے نہیں کی) اور آپ نے اپنی امت میں بھی اختلاف وافتراق کی بابت پیشگوئی فرمادی کہ عنقریب یہ امت بھی تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اور ان تہتّر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ کے علاوہ بقیہ بہتّر دوزخ میں جائیں گے۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ فرقے اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت صحیح طریقہ پر (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے) ادا نہیں کریں گے۔ جس کی وجہ سے ان کے نفوس کا تزکیہ نہ ہوسکے گا، اور داخلۂ جنت کے لئے یہ تزکیۂ نفس ضروری شرط ہے۔

ان فرقوں کی عبادتوں میں خدا ورسولؐ کی تعلیمات کے خلاف کمی، زیادتی ردوبدل، نئی بدعات بھی شامل کرلی گئی ہوں گی، جس کی وجہ سے ان عبادات کے ثمرات ایسے نہ مرتب ہوں گے جن سے روح کی پاکیزگی اور نفوس کی صفائی وجلا حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے اسی فیصلہ کا اعلان پہلے ہی فرماچکے ہیں۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (بیشک وہی کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا) اور اس کامیابی سے مراد "داخلۂ جنت" ہے۔ اس کے بغیر کامیابی کہاں؟ کامیابی تو جب ہی ہوگی جب دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ ہوجائے۔

حدیث شریف کے آخر میں نجات پانے والے فرقہ کی تعیین فرمادی گئی ہے کہ یہ نجات وکامیابی والے وہی لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلیں گے۔ اس بات میں یہ اشارہ بھی فرمادیا گیا کہ یہ داخلۂ جنت اور کامیابی متابعتِ رسول اور اتباعِ سنت کے نتیجہ ہی میں حاصل ہوگی اور اس متابعت سے

کامل متابعت مراد ہے۔ یعنی رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت عقیدوں میں بھی ہو، اعمال و عبادات میں بھی ہو، اخلاق و عادات میں بھی ہو۔ ایسی متابعت سے نفس و روح کا تزکیہ ہوتا ہے اور "دخولِ جنت" کا حق ہوتا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں بھی متابعت ترک کی گئی اور خلاف سنت طریقہ اختیار کیا گیا تو تزکیۂ نفس نہ ہو سکے گا، جس کا انجام ہلاکت و خسران ہی ہو گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتایئے کہ اختلاف و افتراق بہت بڑی بلا اور انتہائی منحوس چیز ہے اختلاف و افتراق سے دور رہنے و بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل علم سے رجوع کیا جائے اور اہل علم کتاب و سنت کی روشنی میں اختلاف کا حل بتا کر اختلاف دور کر دیں۔

۲۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اہل اسلام کے مقتدا ہیں، اس لئے ان میں سے کسی صحابی پر طعن و تنقید کسی شخص کے لئے کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

۳۔ سامعین کو اللہ تعالےٰ کے اس فیصلہ سے باخبر کر دیجئے کہ اس نے اپنے بندوں کے حق میں یہ فیصلہ و اعلان کر دیا ہے کہ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا" (فلاح اسی نے پائی جس نے اپنے نفس کو صاف ستھرا کر لیا) "وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا" (وہ ناکام رہا جس نے (کفر و شرک اور معاصی سے) اپنے نفس کو آلودہ و گندہ کر لیا) یعنی ایمان اور عمل صالح سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور کفر و شرک، معاصی و بدعات سے نفس گندہ و آلودہ ہوتا ہے۔

تیسرا درس

۳ صفر الخیر | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا (آل عمران ۳۶-۳۷)

ترجمۂ آیت: اور میں اس (لڑکی) کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی اولاد ہو) آپ کی پناہ (اور حفاظت) میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ پس ان (مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بطریق احسن قبول فرمایا اور عمدہ طور پر ان کو نشو و نما دیا۔

تشریح: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج کی آیت زیر درس کا پہلا فقرہ "اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ" کس نے کہا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے بنی اسرائیل کے یہودی بزرگوں میں ایک بزرگ حضرت عمران تھے، انکی بیوی حضرت حنہ ایک مشہور خاتون تھیں۔ انکی شادی کو ہوئے بہت وقت گزر گیا تھا لیکن انکی گود بھری نہ تھی، انھیں بچہ کی خواہش تھی، جیسا کہ عام طور پر عورتوں کو ہوا کرتی ہے۔ ایک دن انھوں نے کسی چڑیا کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو دانہ کھلا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں بچہ کی آرزو اور بڑھ گئی تو اسی عالم میں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ منت مان لی کہ اگر میرے کوئی بچہ ہوا تو میں اسے اپنے گھر پر نہ رکھوں گی، اللہ کی عبادت کیلئے مسجد ہی میں رکھ چھوڑوں گی،

نہ اس سے روزی کمانے کا کام لونگی نہ کچھ روپیہ پیسہ لونگی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی منت پوری کر دی، انکی دعا قبول فرمائی اور ان کے حمل قرار پا گیا۔ لیکن جب بچہ کی ولادت کا موقع آیا تو ان کو ایک بچی پیدا ہوئی۔ انھیں تھوڑی فکر ہوئی کہ اب میری منت کس طرح پوری ہوگی۔ انھوں نے فکرمندی کے طور پر عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے تو ایک بچی جنی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تسلی دی کہ تم نے جو اولاد نرینہ سوچی تھی وہ اس لڑکی جیسا فضل و بزرگی والا نہ ہوتا، یہ لڑکی اس سے بڑھ کر ہوگی۔ تب حضرت حنہ نے فرمایا کہ میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا اور "اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ" (میں اسے اور اس کی اولاد کو اگر ہو اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے) اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ "اِنِّیْ اُعِیْذُھَا" کہنے والی خاتون یہی حضرت حنہ تھیں، جو حضرت مریم علیہا السلام کی ماں تھیں۔ انہی نے اپنی بیٹی کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! میں اپنی اس بیٹی کو اور اگر ہو تو اسکی اولاد کو بھی شیطان مردود سے تیری حفاظت و پناہ میں دیتی ہوں کہ وہ اسے اور اس کی اولاد کو گمراہ اور مبتلائے معصیت نہ کر سکے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت حنہ کی یہ دعا قبول فرمائی اور انکی بیٹی حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو شیطان سے محفوظ اور گناہ سے معصوم رکھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے حضرت حنہ کی نذر جو حضرت مریم کی شکل میں تھی قبول فرمائی اور معجزاتی طور پر انھیں نشو و نما بخشا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ انھیں یہ بتا دیجئے کہ نذر و منت اللہ تعالےٰ کیلئے شرعاً درست ہے اور اس کا پورا کرنا شرعاً ضروری ہے۔ اگر اللہ کیلئے کی ہوئی نذر و منت پوری نہ کرے گا، گنہگار ہوگا۔ اور یہ بھی بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کیلئے نذر و منت شرک اور حرام ہے۔ ایسی نذر و منت کو پورا کرنا بھی حرام ہے۔

۲۔ سامعین کو یہ بھی بتا اور سمجھا دیجئے کہ صاحبِ ایمان عورت، بچہ کی حفاظت لڑکے کے سرہانے لوہا رکھ کر نہیں کرتی، نہ ہی وہ اپنے بچے کی حفاظت کیلئے کوئی ہڈی اس کے گلے میں لٹکاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنے بچہ کی حفاظت صرف اللہ تعالےٰ سے کراتی ہے، جیسا کہ حضرت حنہ علیہا السلام نے کیا تھا۔

۳۔ سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کے ساتھ توسل تو اللہ تعالےٰ پر ایمان واعتقاد ہی کا ایک جزء ہے، یہ تو ہونا ہی چاہئے۔ اور اس کے سوا غیر اللہ سے استغاثہ و دعا شرک ہے اور ممنوع وحرام ہے (البتہ بعض احادیث کی روشنی میں اعمال صالحہ اور صالحین کا توسل ثابت ہے، اسکی گنجائش ہے۔ مگر غیر اللہ کی نذر ومنت اور ان سے دعا واستغاثہ یقیناً شرک ہے اس سے پرہیز کرے۔)

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ چونکہ حضرت حنہؑ ایمان کی سچی اور پکی تھیں، ان کی روح شرک ومعصیت کی آلودگی سے پاک تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ ایسے ہی لوگوں کی دعا اللہ تعالیٰ سنتے ہیں، مشرکین کی نہیں سنتے۔

چوتھا درس

۴؍ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَہُ الشَّیْطٰنُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا مِنْ نَخْسَۃِ الشَّیْطٰنِ اِلَّا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ، ثُمَّ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ "وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" (رواہ مسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسے شیطان ناخن سے چٹکی بکوٹے لیتا ہے، اسی وجہ سے بچہ چیخ کر روتا ہے صرف حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہما السلام شیطان کے بکوٹنے سے محفوظ رہے ہیں۔ (راوی حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت سنانے کے بعد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (انکی اس خصوصیت کی وجہ سمجھنے کیلئے) یہ آیت پڑھ لو۔ "وَاِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ"

تشریح: حدیث شریف میں "مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا "ہر بچہ" (کوئی بھی بچہ) یعنی یہ لفظ بالکل عام مفہوم میں بولا گیا ہے۔ لہذا اس موقع پر جن بچوں کو شیطان کی چٹکی بکوٹے سے مستثنٰی کیا گیا ہے صرف وہی بچے مستثنٰی مانے جائیں گے۔ اور بقیہ سارے بچوں کے ساتھ شیطان کا یہ نخسہ (چٹکی کوٹنا) ہوگا۔

"نخسہ" کے لغوی معنی تو مہمیز اور آنکس وغیرہ کے ہیں جو جانوروں کو تیز چلانے کیلئے ان کے بدن میں چبھویا جاتا ہے۔ (ممکن ہے شیطان بھی کوئی چیز چبھوتا ہو

یا چٹکی بکو لے لیتا ہو) شیطان سے مراد اصل شیطان ابلیس بھی ہو سکتا ہے اور اسکی ذریت بھی ہو سکتی ہے

ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰؑ اور "اُمّہ" سے مراد حضرت مریم بنت عمران وحنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی دعا کی وجہ سے محفوظ رکھا۔ حضرت حنّہ نے کہا تھا،

"وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ"

راویٔ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس موقع پر لوگوں کو اس آیت کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان دونوں کے شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہنے کی وجہ سمجھنا چاہیں تو یہ آیت پڑھ لیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اپنے مخاطب سامعین کو بتائیے کہ بچے کا پیدائش کے وقت چیخنا رونا شیطان کے کچوکے سے ہوتا ہے۔ کوئی بھی بچہ اس سے بچتا نہیں ہے شیطان شاید اس طرح اسے اپنا بنانا اور اس پر اپنا ٹھپہ اور نشان لگانا چاہتا ہے جس طرح جانور پالنے والے اپنے جانوروں پر نشان اور ٹھپہ لگا لیتے ہیں۔

۲۔ ان کو بتائیے کہ شیطان کے اس کچوکے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی بیگناہی کی وجہ سے بچ گئے۔ کیونکہ وہ اپنی پوری زندگی بالکل محفوظ و معصوم ہی رہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ قیامت میں جب سب لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اپنے لئے شفاعت کی درخواست کریں گے تو دوسرے حضرات اپنی اپنی غلطیاں یاد کر کے شفاعت سے معذرت کر دیں گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی غلطی کا ذکر نہ کریں گے۔

۳- مسلمان صاحبِ ایمان عورتوں کو بتائیے کہ وہ اپنے بچوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں رکھیں۔ لوہے، لکڑی اور ہڈی، ڈورے وغیرہ کی حفاظت میں نہ رکھا کریں۔ جیسا کہ جاہل عورتیں کرتی ہیں۔

۴- اپنے سامعین کو بتائیے کہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں دینے کی صورت معوذتین کے ذریعہ پناہ حاصل کرنے کی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں سورۂ صمد (اخلاص) اور معوذتین (سورۂ فلق و سورۂ ناس) کو ہر نماز کے بعد اور سونے کے وقت پڑھنے کی ھدایت کی گئی ہے۔

سوتے وقت یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ یہ سورتیں تین تین بار پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرے، پھر دونوں ہتھیلیوں کو اپنے سر اور چہرہ اور جسم کے اگلے (سامنے کے) حصہ پر پھیر لیا کرے۔

(بخاری و مسلم)

پانچواں درس

۵، صفر الخیر	قَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ (احزاب ۴۱-۴۲)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تقدیس کرتے رہو۔

تشریح: اللہ بزرگ و برتر پروردگار مہربان کی طرف سے اہل ایمان بندوں کو اس آیت میں مخاطب کیا گیا ہے۔ غرض خطاب یہ ہے کہ صدق دل سے ایمان لانے والوں کو ایسی تعلیم دی جائے جس سے ان کا ایمان اور نور قلب ترقی پائے اور وہ اپنے دشمن (شیطان) سے محفوظ رہیں، وہ تعلیم اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ اور اس ذکر کیلئے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کا یہ ذکر خوب کثرت سے ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ذکر لسانی و ذکر قلبی اس درجہ کی چیز ہے جس سے دل میں نور اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اور برابر و مسلسل ہونا چاہیئے تاکہ وہ نور بجھنے اور اسکی روشنی کم نہ ہونے پائے ورنہ اللہ کا بندہ گمراہ ہو جائے گا، اسی لئے ذکر اللہ کی کوئی حد اور گنتی نہیں مقرر کی گئی، بلکہ یوں کہا گیا کہ اللہ کا ذکر خوب کثرت سے کیا کرو۔ یہ ذکر اللہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی حد اور گنتی مقرر نہیں ہے، ورنہ بقیہ تمام عبادتوں کی حد اور عدد مقرر ہے اور وقت بھی مقرر ہے۔

آگے فرمایا ہے، وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (اور صبح و شام اسکی تقدیس کرتے رہو) اسے ہر عیب اور شرک (ساجھی اور ساتھی) سے پاک صاف رکھا کرو۔ یعنی صرف اسی ایک ذات کی عبادت کرو اور ایسی عبادت نماز ہے جس میں بندہ نماز ختم ہونے تک برابر ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہے۔

لہذا جس شخص نے بھی فجر اور عصر کی نماز پڑھ لی گویا سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پر عمل کر لیا۔ کیونکہ "بُكرة" عربی میں صبح کو اور "اصیل" شام کو کہتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جس نے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" سو مرتبہ صبح کے وقت پڑھ لیا یا شام کے وقت کہہ لیا تو اس کے تمام پچھلے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائیں گے۔ (متفق علیہ، بخاری، مسلم)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اپنے سامعین کے یہ حقیقت ذہن نشین کیجئے کہ اہل ایمان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ندا دیئے جانے میں رفعت شان و شرف حاصل ہوتا ہے جس کا سبب ان کا ایمان ہے، اسی کی بدولت وہ اللہ تعالےٰ کے خطاب خاص اور ندائے خصوصی کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ ایمان ان لوگوں کیلئے وہی مقام و مرتبہ رکھتا ہے جو جسم انسانی کیلئے روح کو حاصل ہے جس طرح روح کے بغیر جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح ایمان کے بغیر روح بھی بیجان ہو جاتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مرد مومن زندہ ہے اور کافر مردہ ہے۔

۲۔ سامعین کو ان اوراد کی تعلیم و تلقین فرمائیے جو احادیث شریفین میں وارد

ہوئے ہیں مثلاً (۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سو مرتبہ (۲) سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۳، ۳۳ بار اور آخر میں ایک بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۳) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم لوگوں نے یہ ورد پڑھتے سنا ہم نے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے سو بار پڑھا تھا۔

۳- اپنے سامعین کو بتائیے کہ مومن کا حال یہ ہونا چاہیے کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مصروف رہے (بیت الخلا جانے اور سونے کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے۔)

اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت گزر چکی ہے کہ آپ کا نطق میرا ذکر، اور آپ کا سکوت میری فکر ہونا چاہیے لہذا مومن کا حال بھی یہی ہونا چاہیے۔

چھٹا درس

۶ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: (۱) مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ بخاری۔

(۲) مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ مسلم

ترجمہ احادیث: (۱) اس شخص کی کیفیت وحالت جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہو اور اس شخص کی کیفیت وحالت جو اپنے پروردگار کا ذکر نہ کرتا ہو ایسی ہے جیسے زندہ آدمی ہو اور مردہ آدمی ہو۔

(۲) اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا جاتا ہو اور اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو ایسی ہے جیسے ایک زندہ ہو اور دوسرا مردہ ہو۔

تشریح: زیر درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے کی حالت وکیفیت زندہ انسان جیسی ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے ذکر سے غافل ہو اسکی حالت وکیفیت مردہ انسان جیسی ہے۔

احادیث بالا کی وضاحت یوں ہونی چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی ہوتا ہے۔ تو ذکر کی وجہ سے اسکی زندگی کا

ثبوت ہمیں مل جاتا ہے۔ چونکہ علم وادراک اور کسی بات کو سمجھنا اور پھر اسے محفوظ کرلینا دل سے متعلق ہے۔ اور کسی بات کو بیان کرنا، مافی الضمیر کو ادا کرنا دل کی بات کو ظاہر کر دینا یہ سارے کام زبان سے متعلق ہیں، تو جب کوئی ذکر کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا دل بھی زندہ ہے اور اس کی زبان میں بھی جان ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ زندہ ہے۔

اور اسکی ظاہری وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف مخلوق انسان کیلئے یہ پوری کائنات پیدا فرمائی ہے کہ انسان کی ضروریاتِ زندگی اس سے فراہم ہوں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس نے انسان کی غرضِ تخلیق یہ بتائی کہ خود انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کریں۔

اور اللہ تعالیٰ کی یہ بندگی وغلامی اگرچہ سرانجام تو اسی طرح پاتی ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کی جائے اور اس کے محرمات ومنوعات سے پرہیز وگریز کیا جائے، اور اس سب کا مدار مختصر لفظوں میں اسی ذکر وشکر پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وشکر دل میں رچ بس جائے گا تو مومن کامل الایمان، کامل الاعمال بھی ہو جائے گا۔

دوسری حدیث شریف جو مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے وہ بھی پہلی حدیث بخاری جیسی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ذکر اللہ سے غافل انسان اور ذکر اللہ میں مشغول انسان کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ذکر اللہ سے خالی مکان اور ذکر اللہ سے معمور مکان کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ ذکر اللہ سے معمور مکان آباد اور زندہ ہے اور ذکر اللہ سے خالی مکان ویران اور مردہ ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ ذکر اللہ میں کس درجہ اجر و ثواب رکھا گیا ہے۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قلبی اور ذکر لسانی یہ دونوں ہی مومن ذاکر کی حفاظت کیلئے بہت محفوظ و مضبوط قلعے ہیں جو ذاکر تک شیطان کو پہنچنے نہیں دیتے، نہ ہی وہ شیطان ذاکر کو گمراہ کر سکتا ہے کہ اس سے گناہوں کا ارتکاب کرا کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کر سکتا ہے۔

۲۔ آپ اپنے سامعین کو آمادہ کیجئے اور انھیں ترغیب دیجئے کہ جو اوراد اور دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں (مثلاً پنجوقتہ نمازوں کے بعد کی دعائیں سونے کے وقت کی دعائیں، کھانے پینے کے بعد کی دعائیں، بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعائیں وغیرہ) یاد کر کے پڑھتے رہا کریں۔

۳۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ تلاوتِ قرآن کی صورت میں سب سے بڑھ کر ذکر و شکر کی ادائیگی بھی ہو جاتی ہے اور ثواب بھی سب سے زیادہ ملتا ہے۔

ساتواں درس

۲۰ صفر الخیر	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن نمبر

آیت شریفہ: وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (انعام ۹۳)

ترجمہ آیت: اگر آپ وہ منظر دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے (ملک الموت اور ان کے مددگار) ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے ہوئے (ان سے کہتے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو، آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ کی آیات کو قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے (اور ان کا سننا ہی گوارا نہ کرتے تھے)۔

تشریح: آیت زیر درس میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ آپ جب ظالموں کو موت کی سختیوں میں دیکھیں گے، تو یہاں ظالموں سے مشرکین مراد ہیں۔ کیونکہ ظلم کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو اسکی اصل جگہ اور اصل محل سے ہٹا کر کہیں اور رکھ دیا جائے جس کا حق ہے اسے نہ دیکر دوسرے کو حق دے دیا جائے۔ اس لحاظ سے شرک تو سب سے بڑا ظلم ہے کہ سب سے بڑی ذات حق تعالیٰ کا حق اس کے سوا اسکی کسی مخلوق کو دے دیا جائے جسے خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ ان مشرکین نے غیر اللہ کی عبادت کی جو مستحق عبادت نہیں ہے، کیونکہ اس غیر اللہ نے نہ تو

اپنے اس پوجنے والے کو پیدا کیا ہے، نہ ہی اسے رزق و روزی دی ہے نہ ہی اسکی جان کی حفاظت کی ہے اور نہ ہی اسے ان کی اس عبادت کی کوئی جزا دے گا کہ کوئی چیز اس کے پلے ہے ہی نہیں۔

آیت میں ظالمین سے مشرکین کو مراد لینے کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آگے اللہ تعالیٰ نے ختم آیت پر فرمایا ہے: "وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا" اور مشرک تو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف ناحق باتیں کرتا ہے، کبر و غرور میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ اور "غمرات الموت" سے سکرات موت مراد ہے۔ موت کے وقت جان نکلنے میں جو تکلیف ہوتی ہے اسے سکرات کہتے ہیں۔ اور "ملائکہ" سے مراد ملک الموت اور ان کے مددگار فرشتے ہیں۔ اور "بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ" (یعنی وہ فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے) سے مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے جان نکالتے وقت مارنے اور دھمکانے کے انداز میں اپنے ہاتھ اس مرنے والے کی طرف پھیلائے ہوئے ہوں گے۔

اس موقع پر عذاب کے ساتھ "هُوْن" (ذلت) کا لفظ اس لئے لایا گیا ہے کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ تم کو ذلت کا عذاب اس تکبر کی وجہ سے دیا جائیگا جس کی وجہ سے تم کو حق بات کے قبول کرنے میں اپنی ذلت محسوس ہوتی تھی، تو اب دیکھ لو کہ اصل ذلت یہ ہے جو آج دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اور اسکی آیات پر ایمان لانا، حق کو قبول کرنا ذلت نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسی جھوٹی عزت سے محفوظ رکھے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ لوگوں کو بتائیے کہ موت کے وقت تکلیف ہوتی ہے اور ہر ایک پر ہوتی ہے کوئی اس سے بچتا نہیں ہے۔ لیکن یہ سختی ان لوگوں پر زیادہ ہوتی ہے جو نیکو کار اور پرہیز گار نہیں ہوتے۔

۲۔ لوگوں کو ڈرائیے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک نہ کریں نہ کوئی غلط و خلاف واقعہ بات اس کے سر دھریں اور نہ قبول حق سے تکبر و استکبار کریں۔

۳۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ مرنے والے کو ملک الموت اور ان کے مددگار فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ مرنے والا اگر صاحب ایمان اور اہل استقامت ہے تو فرشتے اسے مطمئن کر دیتے ہیں کہ وہ خوفزدہ اور غمگین نہ ہو۔ اسے جنت کی خوشخبری سنا دیتے (اور جنت دکھلا دیتے) ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فصلت میں مذکور ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

(یہ بات یقینی ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی بات پر وہ ثابت قدم اور مستقیم رہے تو فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) تم خوفزدہ اور غمگین نہ ہو، اور اس جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا)۔

آٹھواں درس

حدیث شریف: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ وَاِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ (مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم) فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَالُ لَہٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْکَافِرُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ، فَیُقَالُ لَہٗ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمِطَارِقٍ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَسْمَعُ مَنْ یَلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ (ابوداؤد، احمد، الحاکم)

ترجمہ حدیث: کوئی بندہ جب (مرنے کے بعد) قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے سنگھی ساتھی وہاں سے رخصت ہو کر لوٹ آتے ہیں (ابھی وہ زیادہ دور نہیں جانے پاتے ہیں یہاں تک کہ) جانے والوں کے جوتوں کی آواز وہ سنتا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں (یہ سوال کرتے ہیں کہ) تم ان صاحب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ تو جو شخص مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب اس سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا دوزخ کا ٹھکانہ

دیکھ لو جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔ اور جو منافق اور کافر ہوتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس سے بھی یہی کہتے ہیں کہ تم ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو وہ کہتا ہے: میں کچھ نہیں جانتا، میں بھی وہی کہتا تھا جو اور لوگ کہتے تھے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ تو نے نہ تو کچھ جانا نہ اچھوں کی پیروی کی، پھر اسے مارا جائے گا لوہے کے ہتھوڑوں سے کہ وہ چیخ اٹھے گا، جسے جن وانسان کے سوا اور مخلوق سنے گی۔

تشریح: حدیث زیر درس میں دوسرا فقرہ یہ آیا ہے "وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنازہ کی مشایعت میں (جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے کو مشایعت کہتے ہیں) جنازہ کے ساتھ ساتھ قبرستان تک گئے تھے، وہ لوگ جب وہاں سے لوٹتے ہیں (ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوتے کہ) وہ شخص جانے والوں کے جوتوں کی آوازیں سنتا رہتا ہے (سماعِ موتیٰ کے لئے یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تم ان صاحب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ "ان صاحب" کا اشارہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں "مَنْ نَبِيُّكَ" کے عنوان سے سوال ذکر کیا گیا ہے۔ اور روایت میں جو بات کہی گئی ہے کہ تم اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ لو، اب اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے اس کی جگہ جنت میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔ اس روایت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کیلئے ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں تجویز فرما رکھا ہے جو اس کے اعمال کے مطابق دیا جائے گا۔ چنانچہ مومن کو جنت میں جو ٹھکانہ ملے گا وہ کسی کافر کیلئے تجویز رہا ہوگا، مگر کافر اپنے برے اعمال کی وجہ سے مستحق دوزخ

قرار پاگیا تو جنت میں اس کا جو ٹھکانہ تھا وہ مومن کو دے دیا گیا۔ جس کا ثبوت اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی قرآن مجید میں نقل ہوا ہے۔ "وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ" (اے میرے رب مجھ کو جنت نعیم کے وارثوں میں سے بنا دیجئے۔)

حدیث مذکور میں کافر کے ساتھ منافق کا لفظ بھی آیا ہے۔ "منافق" وہ ہوتا ہے جو دل سے تو کافر ہی ہوتا ہے مگر اپنی جان بچانے کیلئے صرف زبان سے ایمان کا اظہار کر دیتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح اس کا مال و جان بھی محفوظ رہے۔

"تَلَيْتَ" کے معنی پیروی کرنے اور نقش قدم پر چلنے کے ہیں یعنی تو نے نہ کچھ سمجھا نہ بوجھا اور نہ اہل ایمان کی سچی پیروی ہی کی۔ یہ فقرہ کافر و منافق کے حق میں بد دعا ہے۔ اور ثقلین سے مراد جن و انس ہر دو مخلوق ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں ارشاد یاد دلادیجئے " يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ " (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو انکی مضبوط بات (کلمۂ توحید) کی وجہ سے دنیا میں بھی ثابت قدم رکھیں گے اور آخرت میں بھی) اور " اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا " (دوزخی لوگوں کو صبح وشام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا)۔ ان آیتوں سے سوال و عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

۲۔ سامعین کو یہ بات بتائیے کہ جو شخص سوال قبر یا قبر میں آرام و تکلیف ہونے کا انکار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انکار کرتا ہے جو بے شبہ کفر ہے۔

۳۔ اپنے سامعین کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تعلیم و تلقین فرمائیے جو (بعض روایات کے مطابق) نماز کے آخری تشہد میں آیا ہے وہ یہ ہے :-

" اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔ (متفق علیہ)

نواں درس

۹ صفر المظفر | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(سورہ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ (کے احکام کی خلاف ورزی) سے ڈرو۔ اور (اطاعت کے ذریعہ) خدا تعالےٰ کا قرب چاہو۔ اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے ان اہل ایمان بندوں کو مخاطب فرمایا ہے جو اللہ تعالےٰ ہی کو اپنا معبود برحق اور پروردگار مانتے ہیں اور دین اسلام قبول کئے ہوئے ہیں، حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنا نبی ورسول مانتے ہیں۔ ان اہل ایمان کو اللہ تعالےٰ نے اس لئے مخاطب فرمایا ہے کہ انھیں ایک ایسی بات کا حکم دیں جس میں انکی نجات وسعادت ہے اور وہ بات اللہ تعالےٰ کا تقویٰ ہے، یعنی اس کے خوف سے اپنے آپ کو ان باتوں کا پابند کیا جائے جن کا اس نے حکم دیا ہے اور ان باتوں سے اجتناب و پرہیز کیا جائے جن سے اس نے منع کیا اور روکا ہے۔ اور اس کی ذات کیلئے وسیلہ چاہا جائے کہ وہ ان بندوں کو اپنا محبوب و مقرب بنالے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ نفل عبادات ادا کی جائیں۔ (نفل نماز، نفل صدقہ، نفل روزہ، نفل حج وغیرہ)

یہ سب صرف اسی ایک معبود برحق کیلئے ہوں اور یہ نیت ہو کہ دنیا میں پرستش صرف اسی ایک معبود کی ہو۔ اسی مقصد کیلئے غیر مسلموں تک ایمان و توحید کی دعوت پہنچنی چاہیے اور جب وہ ایمان قبول کرلیں تو انھیں پوری حفاظت دی جائے، انکی حمایت کی جائے کہ اب انھیں کوئی کافر مشرک نہ قتل کرسکے نہ ان کا مال چھین سکے۔ یا اور کسی طرح انھیں کسی آزمائش میں ڈال سکے۔

ان باتوں کی ہدایت دینے کے بعد فرمایا "لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" (امید ہے کہ اس طرح تم کامیاب ہو جاؤگے) یعنی اگر تم نے خدا تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کیا اور اس کی ذات کا قرب حاصل کرنے کیلئے وسیلہ طلب کیا، اس کی راہ میں جہاد و مشقت برداشت کی تو تم فلاح و کامیابی کے مستحق قرار پا جاؤگے۔ اور وہ کامیابی یہی ہے کہ تم کو دوزخ سے نجات مل جائے گی، جنت میں داخلہ مل جائے گا اور دنیا میں بھی تم کو نصرت خداوندی اور عزت و سربلندی نصیب ہوگی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ ایمان صحیح وسالم اور پختہ کی کیفیت روح جیسی ہے۔ اسی کی بدولت بندۂ مومن کو حیات مطلوبہ ملتی ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات کا اہل ہوجاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام (اوامر ونواہی) کا مخاطب ہو اور انکی تعمیل وبجاآوری کرسکے۔ غیر مومن شخص (کافر) یا وہ شخص جس کا ایمان ناقص و کمزور ہوتا ہے وہ نہ تو صحیح طور پر خطاب کا اہل ہوتا ہے نہ ہی اس سے امتثال و بجاآوری ہی ہوپاتی ہے۔ وہ تو بظاہر زندہ ہے ورنہ حقیقت میں تو وہ مردہ ہی ہے۔

۲۔ سامعین کو یہ بات بتادیجئے کہ آیت میں وسیلہ کا جو ذکر آیا ہے یہ وسیلہ ایمان اور عمل صالح کا ہوتا ہے۔ اسی طرح "اصحاب غار" کے وسیلہ کی بات بھی سنادیجئے جو اگلے درس میں آرہی ہے۔ (بعض روایات حدیث میں "صالحین" سے وسیلہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ بھی ان کے ایمان وعمل صالح ہی کی وجہ سے ہے۔ انکی ذات محض سے وسیلہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوبین واولیاء کا وسیلہ درست ہے)

۳۔ سامعین کو بتادیجئے کہ جاہلوں میں توسل کا یہ طریقہ جو رائج ہے وہ غلط ہے اور شرک کا مصداق ہے اس سے اجتناب واحتراز ضروری ہے کہ لوگ اصحاب قبور ہی سے اپنی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ انکی قبر پر جانور ذبح کرکے ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں، ان کے نام کی نذر ومنت مانتے ہیں، وہاں اعتکاف کرتے ہیں، ان کے ناموں کی قسم کھاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں شرک وحرام ہیں ان کے ذریعہ توسل الی اللہ (اللہ کا توسل) نہیں ہوگا۔

دسواں درس

۱۰ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَاجَاءَ فِی رِوَایَۃِ الشَّیْخَیْنِ وَمُلَخَّصُہٗ :-
اَنَّ ثَلَاثَۃَ نَفَرٍ اَصَابَھُمْ مَطَرٌ فَاَوَوْا اِلٰی غَارٍ فِی جَبَلٍ فَانْطَبَقَتْ عَلَیْھِمْ صَخْرَۃٌ فَتَوَسَّلَ اَحَدُھُمْ بِبِرِّ وَالِدَیْہِ وَالثَّانِی بِتَرْکِ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَالثَّالِثُ بِرَدِّ حَقٍّ اِلٰی مُسْتَحِقِّہٖ " بَعْدَ اَنْ قَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا صَالِحَۃً عَمِلْتُمُوْھَا لِلّٰہِ فَادْعُوا اللّٰہَ بِھَا لَعَلَّہٗ یُفَرِّجُھَا عَنْکُمْ فَدَعَوْا وَتَوَسَّلُوْا فَفَرَّجَ عَنْھُمُ الصَّخْرَۃَ وَخَرَجُوْا مِنَ الْغَارِ سَالِمِیْنَ ؛ (متفق علیہ)

تشریح آمیز ترجمہ: بخاری ومسلم کی روایت میں پچھلی امت کے تین آدمیوں کا ایک واقعہ نقل ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ بارش آ گئی انھوں نے قریب ہی کسی پہاڑ کے ایک غار میں بارش سے پناہ لے لی کہ اچانک پہاڑ پر سے ایک چٹان گر گئی اور غار کا دہانہ اس چٹان سے بند ہو گیا (جس کی وجہ سے ان کے لئے اب اس غار سے باہر نکلنے کی کوئی امید اور کوئی صورت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں انھوں نے آپس میں کہا کہ ساتھیو! اب ہم لوگ اپنی پچھلی زندگی کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ ہم نے اپنی زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا وخوشنودی کیلئے کوئی کام کیا ہو تو اس وقت اُس کے واسطے اور توسل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس مصیبت وپریشانی سے نجات دیدیں)

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں بال بچوں والا ایک غریب آدمی ہوں، میرے بوڑھے ماں باپ بھی ہیں، میں روزانہ شام کو جنگل سے اپنی بکریاں چرا کر جب گھر لوٹتا تو ان بکریوں کا دودھ پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا اس کے بعد اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔ ایک روز مجھے جنگل سے آنے میں دیر ہوگئی اور میرے ماں باپ سو گئے۔ گھر آنے پر میں نے بکریوں کا دودھ دوہا اور ماں باپ کیلئے لیکر ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا کہ وہ اٹھیں تو انھیں پلادوں۔ ادھر میرے بچے بھوک کی وجہ سے میرے پاؤں پر پڑے لوٹتے اور مچلتے رہے۔ لیکن میں نے انھیں نہیں پلایا کہ پہلے ماں باپ کو پلاؤں۔ میں ساری رات اسی طرح ان کے سرہانے کھڑا رہا اور بچے روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور ماں باپ جاگ گئے۔ تو اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ میرا یہ طرز عمل صرف تیری خوشی کیلئے تھا تو اس چٹان کو غار کے دہانے سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ چٹان تھوڑی سی کھسکا دی کہ وہ لوگ آسمان دیکھنے لگے۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے یوں دعا کی کہ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی جسے میں بہت زیادہ چاہتا تھا کہ شاید ہی کوئی مرد کسی عورت کو اتنا چاہتا ہو ایک بار میں نے اس سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کی بات کہی، اس نے انکار کر دیا اور کچھ روپے مانگے کہ اگر اتنی رقم دیدو تو خواہش پوری کر سکتے ہو، میں نے اسے وہ رقم دیدی اور اسکی رانوں کے درمیان بیٹھ گیا کہ اپنی خواہش پوری کرلوں۔ عین وقت پر اس لڑکی نے کہا کہ دیکھو، خدا سے ڈرو اور ناحق و ناجائز طور پر یہ کام نہ کرو۔ اتنا سنتے ہی میں وہاں سے ہٹ گیا اور حرام کام نہیں کیا۔ اگر حرام سے یہ پرہیز تیرے خوف ہی سے کیا گیا تھا تو اس کے توسل سے ہمیں نجات دیدے۔ اب دوبارہ

وہ چٹان ذرا اور کھسک گئی۔ پھر تیسرے نے کہا کہ میرے کھیت پر ایک مزدور نے کام کیا تھا اور مزدوری کا غلہ میرے پاس امانت رکھ گیا تھا میں نے فصل پر اسے بو دیا تھا اس کی آمدنی ہوئی، پھر یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا جس کی آمدنی سے بہت سے جانور بھی ہو گئے تھے۔ مدتوں بعد وہ آدمی آیا اور اپنی مزدوری مانگی۔ میں نے اس کی مزدوری سے حاصل ہونے والا غلہ اور مویشی اس کے سپرد کر دیئے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ صرف تیری رضا کیلئے کیا تھا، اس کی وجہ سے یہ چٹان ہم پر سے ہٹا دے اور اب چٹان اتنی کھسک گئی کہ یہ تینوں باہر نکل آئے۔

یہ تینوں شخص کسی پچھلے نبی کی امت کے لوگ تھے (حضرت مصنف نے اصل روایت کا خلاصہ بھی بہت مختصر نقل کیا ہے۔ پھر تشریح میں بھی روایت کی تفصیل کے بجائے حل لغات اور الفاظ کے معانی پر زیادہ توجہ فرمائی ہے راقم مترجم نے ترجمہ و تشریح میں پوری روایت قدرے اختصار کے ساتھ ذکر کر دی ہے کہ بغیر اس کے ان لوگوں کے اعمال کا مقام و مرتبہ سمجھ میں نہیں آسکتا تھا)۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ روایت میں مذکور ان تینوں کے ان اعمال کی اہمیت سامعین کو سمجھائیے بالخصوص دوسرے شخص کا واقعہ جس نے اپنی چچازاد بہن کے ساتھ زنا کا پکا ارادہ اور پوری تیاری کر لی تھی، عنقریب مبتلائے زنا ہو جاتا کہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کیلئے ایسی نفسانی خواہش سے باز رہ گیا تھا۔ یہ صورت حال روایت و حکایت میں بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے، مگر عملی طور پر بہت بڑی بات اور بڑی ہمت کا کام تھا۔ ایسے وقت میں محفوظ رہ جانا صرف اللہ تعالےٰ کی توفیق ہی سے ہوتا ہے۔

۲۔ اپنے سامعین کو یاد دلائیے کہ اپنی حاجات پوری ہونے کیلئے یا پریشانیوں سے نجات کیلئے یا درجات کی بلندی کیلئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں جو توسل چاہا جاتا ہے وہ ایمان اور اعمال صالحہ کا توسل ہونا چاہئے یا شرک و معصیت سے بچنے اور پرہیز کرنے کا ہونا چاہئے۔ صالحین سے دعا مانگنا یا انکی نذر و منت ماننا یا انکی قبروں پر جانور ذبح کرنا وغیرہ یہ باتیں توسل الی اللہ کا مصداق نہیں بلکہ شرک ہیں (لیکن صالحین سے توسل سے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی جا سکتی ہے)۔

گیارہواں درس

۱۱ صفر الخیر	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَؕ (بقرۃ ۱۸۳)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیساکہ ان لوگوں پر فرض کئے جاچکے ہیں جو تم سے پہلے ہوئے تھے (روزوں کی یہ فرضیت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ) شاید تم تقویٰ کرنے لگو۔

تشریح: یہ آیت زیر درس اہل ایمان پر روزے کی مشروعیت و فرضیت کیلئے صاف وصریح دلیل ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کرکے ان پر بھی روزے اسی طرح فرض کئے ہیں جس طرح پچھلی امتوں پر فرض رہ چکے ہیں۔ لہذا اب جو بھی اہل ایمان عقل وبلوغ کی وجہ سے احکام شرع کا مکلف و پابند ہوتا ہے اس پر یہ روزے بھی فرض ہو جائیں گے۔ اسی موقع پر آگے اللہ تعالےٰ نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ ان روزوں سے مراد رمضان شریف کے روزے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" اور پھر فرمایا ہے: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ" (توجو شخص رمضان کے مہینہ میں حاضر ہو تو وہ یہ روزے ضرور ہی رکھے) ۰

روزے کا حکم دینے کیلئے اللہ تعالے نے صرف اہل ایمان ہی کو کیوں مخاطب فرمایا؟ اس کی وجہ شاید آپ کے علم میں ہو، کہ شرعی احکام کے مکلف صرف اہل ایمان ہی ہوتے ہیں۔ کافر جو ایمان ہی نہیں رکھتا، وہ احکام شرعیہ کا مکلف و پابند نہیں ہوتا۔ اہل ایمان کو روزے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا "کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ" (یعنی جیسا کہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر روزے فرض کئے جاچکے ہیں) اس میں اہل ایمان پر شفقت فرماتے ہوئے یہ جتلانا مقصود ہے کہ روزے رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے تم سے پہلے بھی لوگ روزے رکھ چکے ہیں، اگر مشکل کام ہوتا تو پہلے لوگوں پر بھی فرض نہ کیا گیا ہوتا۔

آگے روزے کا فائدہ اور غرض بتائی گئی ہے "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" (روزے اس لئے فرض کئے گئے کہ شاید تم تقویٰ کرنے لگو) یعنی روزہ اس طرح کی عبادت ہے جو "منفی" انداز میں فرض کی گئی ہے، عام طور پر عبادات میں کچھ کام کرنے پڑتے ہیں لیکن روزے میں کچھ باتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے، اس وجہ سے روزے کی بدولت صاحب ایمان شخص کیلئے منہیات (ممنوع چیزوں) سے پرہیز کی کچھ عادت سی پڑجاتی ہے اور معاصی سے پرہیز آسان ہوجاتا ہے۔ اور تقویٰ کا حاصل بھی یہی ہے کہ خدائے تعالےٰ کے خوف سے معاصی کا ترک کیا جائے اور احکام و اوامر پر عمل کیا جائے۔ تقویٰ کا یہ حصول روزہ کا ایک بہت بڑا فائدہ ہے جو روزہ دار کو ثواب کے علاوہ حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے روزے کے احساس مشقت کو اور کم کرنے کیلئے فرمادیا "اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" یعنی روزے تم کو ہمیشہ نہیں رکھنے ہیں، بلکہ

گنتی کے چند ہی دن روزے رکھنے ہیں، جو کبھی تیس دن ہوں گے اور کبھی انتیس ہی ہوں گے۔ پھر مریض و مسافر کیلئے مزید رعایت و سہولت بتادی گئی کہ اگر وہ مرض و سفر کی وجہ سے اس وقت روزے چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ دیں۔ مرض و سفر ختم ہونے پر ان روزوں کی قضاء کرلیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ روزے کی حقیقت کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے رکنا ہے اور اس کا وقت طلوع صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک ہے۔ روزہ کی درستی و صحت کیلئے نیت (ارادۂ قلبی) بھی ضروری ہے۔

۲۔ سامعین کو یہ بھی بتادیجئے کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی اس مریض کے حکم میں ہیں جسے روزہ رکھنے میں ہلاکت یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو (یہ عورتیں بھی اس وقت روزے نہ رکھیں، بعد میں قضا کریں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو فدیہ کا حکم بھی بتادیجئے کہ ایسا مریض جس کی صحت سے مایوسی ہو چکی ہو، اسی طرح شیخ فانی جو بہت بوڑھا ہو گیا ہو، یہ دونوں بھی روزہ چھوڑ کر ہر روزے کے بدلے میں ایک فدیہ ادا کریں۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی کا بھی یہی حکم ہے۔ فدیہ کی مقدار وہی ہے جو صدقۂ فطر کی ہے۔ یعنی تقریباً پونے دو کلو گیہوں صدقہ کریں۔

بارہواں درس

۱۲ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث قدسی: قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُھُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ رَبَّہٗ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضور رسول پُر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی ارشاد فرمائی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل تو اس کیلئے ہوتا ہے بجز روزے کے کہ یہ روزہ صرف میرے ہی لئے ہوتا ہے اور میں بذات خود ہی اس کی جزا دوں گا (یا میں خود ہی اس کی جزا بنوں گا) (یہ بھی فرمایا کہ) روزہ مسلمان کیلئے ڈھال ہے (اس کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے) لہذا جب کسی کا روزہ ہو تو فحش کلامی اور بیہودہ گوئی نہ کرے، نہ شور و غل اور چیخ و پکار کرے اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ) روزہ دار کو دو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب (جنت میں) خدا تعالےٰ کے حضور پیش ہوگا تو اپنے روزے کی بدولت خوش ہوگا۔

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد نقل فرمایا ہے کہ "ابن آدم کا ہر عمل تو خود اسی کا ہوتا ہے لیکن عمل روزہ تو میرے لئے ہوتا ہے۔" اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف روزہ ہی ایک ایسا عمل ہے جس میں "ریا" کو دخل نہیں ہوتا، اور روزہ کا یہی پہلو اللہ تعالےٰ کو اس درجہ پسند ہے کہ روزہ کی جزا اللہ تعالےٰ نے خود اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اس کی جزا حق تعالےٰ بذاتِ خود عطا فرمائیں گے۔ اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جو انعام اللہ تعالےٰ بذاتِ خود دیں گے وہ کیسا کچھ انعام ہوگا۔ روزہ کو "ڈھال" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور مومن بندہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ اسی وقت تک ڈھال رہے گا جب تک اسے توپھاڑ نہ ڈالے گناہوں کا ارتکاب کرکے یا چغلی غیبت کرکے۔ اسی وجہ سے حدیث زیرِ درس میں فحش کلامی اور جھگڑے سے بھی روکا گیا ہے۔

حدیث زیرِ درس میں یہ بھی فرمایا گیا ہے "لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ الخ" یعنی روزہ میں کئی گھنٹے تک کھانے پینے سے رکے رہنے کی وجہ سے منہ میں ایک طرح کی جو مہک آجاتی ہے (جیسی رات کو سونے کی وجہ سے بھی آجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے یہاں (بوقت جزا) وہ مہک بڑی قیمتی ہوگی، وہ مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہوگی۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملیں گی۔ ایک تو روزہ کھولنے کے وقت خوشی ہوگی جو بالکل فطری بات ہے۔ دوسری خوشی قیامت میں ہوگی جب اللہ تعالےٰ کے حضور پیش ہوکر روزہ کا انعام حاصل کرے گا تب اسے اندازہ ہوگا کہ روزہ کیسی عظیم عبادت تھی جس کے انعامات ایسے ایسے ملے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ عبادات کا فائدہ اس کے "احسان، خلوص" پر موقوف ہوتا ہے۔ جس عبادت میں جس قدر خلوص اور جس درجہ کا احسان ہوگا اتنا ہی فائدہ حاصل ہوگا۔ اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ نیت میں خلوص ہو اور طریقۂ ادا سنت کے مطابق ہو۔

۲۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ روزہ کیلئے کچھ باتیں مسنون ہیں: سحری کھانا، سحری کھانے میں تاخیر کرنا، بالکل اخیر وقت میں سحری کھانا۔ افطار میں تاخیر نہ کرنا، بعد غروب فوراً افطار کرنا، کھجور سے افطار کرنا۔

۳۔ اپنے سامعین کو ان نفل روزوں کی فضیلت بتا دیں کہ ایام بیض کے روزے رکھنا ایسا ہے جیسے سال بھر روزہ رکھا ہو۔ (ایام بیض چاند کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں کو کہتے ہیں۔)

اسی طرح عید کے مہینے میں چھ روزے رکھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے پورے سال بھر روزہ رکھا ہو۔ صوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) سے ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں۔ ان روزوں کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اور عاشورا کے روزہ سے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

تیرہواں ۱۳ درس

۱۳ صفر الخیر	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (بقرۃ ۲۳۸)

ترجمہ آیت: محافظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز کی (یعنی عصر کی خصوصاً) اور (نماز میں) کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔

تشریح: آیت زیر درس میں محافظت صلوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ" اس لئے پہلے تو ہمیں محافظت کا مطلب سمجھنا چاہئے، تو سمجھئے کہ نماز کو ان کے مقررہ وقتوں ہی میں ادا کرنا اور شرعی اجازت کے بغیر تقدیم وتاخیر نہ کرنا، یہ ہے محافظت۔

دھیان رکھیں قضا نہ ہونے دیں وقت جانے نہ دیں نماز پڑھیں (رومی)

اس کے بعد یہ بات ضروری ہے کہ ہم پنجوقتہ نمازوں کے مقررہ وقت سے بھی باخبر رہیں۔ نماز کے مقررہ اوقات اس طرح ہیں:۔

نماز فجر کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ نماز ظہر کا وقت زوال کے بعد سے اس وقت تک رہتا ہے جبتک کسی چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہوجائے (حضرت امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دو مثل سایہ ہونے تک ظہر کا وقت مانتے ہیں) اور نماز عصر کا وقت (اسی اختلاف کی بنیاد پر) ایک مثل یا دو مثل کے بعد سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک

رہتا ہے۔ اور نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق احمر کے غروب تک رہتا ہے (امام اعظم ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفق احمر کے بعد جو سفیدی آتی ہے اس کے ختم ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک مغرب و عشاء کے درمیان تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا فصل و فرق رہتا ہے) اور نماز عشاء کا وقت شفق احمر یا شفق ابیض کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے (مگر نصف شب کے بعد نماز عشاء کی ادائیگی مکروہ ہے)۔

محافظت صلوٰۃ کیلئے اوقات مقررہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ ان باتوں کی پابندی بھی ضروری ہے۔ دخول وقت (جس کا بیان اب تک ہوا) طہارت بدن (حدث اصغر و حدث اکبر سے پاک ہونا) نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔ واجب الستر حصۂ بدن کا مستور ہونا۔ استقبال قبلہ (قبلہ رو ہونا) نماز میں جملہ ارکان وسنن کو ملحوظ رکھنا۔ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا۔

آیت شریفہ میں پانچوں کی محافظت کا حکم دینے کے بعد خاص طور سے "صلوٰۃ وسطیٰ" کی محافظت کی تاکید فرمائی ہے (یہ صلوٰۃ وسطیٰ مشہور قول کے مطابق نماز عصر ہے یا نماز فجر ہے) وسطیٰ سے مراد فُضلیٰ سب سے افضل نماز ہے۔ ایک دوسری حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے "مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" اس حدیث میں "بردین" سے مراد نماز فجر اور نماز عشاء ہے۔

اور آخر آیت میں ارشاد ہوا "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" یہاں قانتین سے مراد "خاموش" ہے۔ پہلے نماز میں لوگ کلام بھی کر لیتے تھے۔ اب خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے "چپ خاموش" کھڑے رہا کرو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو یہ بھی بتایئے کہ نماز کی محافظت واجب وضروری ہے، محافظت کا تارک گنہگار ہوگا۔

۲۔ سامعین کو بتایئے کہ جو شخص نماز کو قضا کرکے بے وقت نماز پڑھتا ہے وہ اس وعید کا مستحق ہوتا ہے جو سورۂ ماعون میں آئی ہے۔ یعنی "فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ" (ہلاکت ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نمازیں بُھلا دیتے ہیں۔)

۳۔ سامعین کو بتایئے کہ "نماز" نورِ خدا ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے نورِ خدا کو بجھا دیا۔ گویا کافر ہوگیا۔ (العیاذ باللہ)

۴۔ سامعین کو بتایئے کہ منافقین (اور کچے ایمان والوں) کیلئے سب سے بھاری اور گراں نمازِ عشاء اور فجر کی نماز ہوتی ہے۔

۵۔ سامعین کو عشاء و فجر کی نماز کی فضیلت بتایئے کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا نصف شب تک نماز پڑھی۔ اور اگر فجر کی نماز بھی جماعت سے پڑھ لی تو گویا ساری رات نماز پڑھی۔

چودھواں درس

۱۴ / صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، (۱) اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور اس بات کی شہادت کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور (۲) نماز قائم کرنا (پورے ادب کے ساتھ نماز پڑھنا) اور (۳) زکوٰۃ دینا اور (۴) بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "دین اسلامی" کی پوری عمارت کو پانچ ستونوں پر استوار کیا ہے۔ جنکی تفصیل یہ بیان کی ہے (۱) ہر دو شہادتین (شہادت توحید الٰہ اور شہادت رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) ماہ رمضان کے روزے رکھنا (۵) خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ ان میں سے پہلا ستون ادائے شہادتین بقیہ چار چیزوں کی صحت کیلئے بنیادی شرط ہے۔ جبتک ادائے شہادتین نہ ہوگا دوسری عبادات قابل قبول نہ ہوں گی۔ کیونکہ کوئی بھی انسان کسی بھی حکم شریعت کا مکلف و پابند

نہیں ہوگا جبتک کہ وہ پہلے اپنے آپ کو اس پابندی کا اہل نہ بنائے اور یہ اہلیت اسی ادائے شہادتین سے اس کو ملتی ہے۔ جب اتنی بات معلوم ہوگئی تو اب ادائے شہادت توحید کا مطلب سمجھئے۔

کلمہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے علم صحیح اور اعتقاد جازم (پختہ اعتقاد) کی بنیاد پر یہ اقرار واعتراف کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات واحد معبود بنائے جانے کی مستحق اور لائق عبادت ہے۔ اور اس عبادت و بندگی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان انتہائی محبت وعظمت اور بے نہایت خوف وخشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے ہر حکم کی بجا آوری کرے۔

اور کلمہٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی ادائے شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے علم صحیح اور اعتقاد جازم کی بنیاد پر اس بات کا بھی اقرار واعتراف کرے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے خاص اور سب سے آخری رسول ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام جن وانس کی ہدایت ورہنمائی کیلئے بھیجا ہے کہ آپ انھیں کفر کی تاریکی وظلمت سے نکال کر اسلام کے نور اور اس کی روشنی تک پہنچادیں۔

اور اقامتِ صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ پنجوقتہ نمازیں (یعنی فجر، ظہر، عصر ومغرب اور عشاء) پوری شرائط صحت اور رعایت واجبات وسنن اور آداب کے ساتھ اپنے مقررہ وقت میں ادا کی جائیں۔ اور ادائے زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی زکوٰۃ نکال کر ان مستحقین کو دی جائے جن کا بیان سورۂ توبہ کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ الآیۃ میں کیا گیا ہے۔ یا روزہ سے متعلق حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ ارکان اربعہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کی صحت ومقبولیت بغیر شہادت توحید ورسالت نہیں ہوتی۔ لہذا جو کوئی بھی اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ رکھے اور اس بات کی گواہی نہ دے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے، تو اسکی کوئی بھی عبادت مقبول نہ ہوگی۔ اسی طرح حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کی شہادت بھی بنیادی شرط ہے۔

۲۔ سامعین کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ اگر کوئی شخص توحید ورسالت کی شہادت تو دیتا ہے مگر وہ نماز نہیں پڑھتا ہے (نماز کا منکر ہے) تو وہ (مرتد سمجھا جائیگا) قتل کردیا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص زکوٰۃ نہ ادا کرے گا اس سے زبردستی زکوٰۃ لی جائے گی۔

۳۔ یہی صورت روزہ وحج میں بھی ہوگی کہ منکر وتارکِ صوم وحج جوان کی ادا پر قدرت رکھتے ہوئے ادا نہ کرے تو وہ قتل کردیا جائیگا۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتادیجئے کہ حج فرض ہوجانے کے بعد اگرچہ اس کی ادائیگی علی الفور ضروری نہیں ہوتی، بلکہ تاخیر کی گنجائش بھی رہتی ہے، لیکن تقاضائے ایمان واسلام یہی ہے کہ مسلمان اس کی ادائیگی جلد سے جلد کرلے جو موقع مل جائے اسے ضائع نہ کرے۔ کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اسکی زندگی کتنی ہے اور کب موت آجائے گی۔ لہٰذا جب بھی حج کی قدرت ہوجائے جلد سے جلد حج کرلے۔

پندرہواں درس

۱۵؍صفر الخیر	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (فصلت)

ترجمہ آیت: اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور (اظہار اطاعت کیلئے) کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

تشریح: اس آیت میں "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللہِ" الی آخر الآیۃ میں اہل ایمان واہل استقامت کو ایک دوسری خوشخبری سنائی جارہی ہے۔ اس سے پہلے کی آیت میں اہل ایمان اصحاب استقامت کو یہ خوشخبری سنائی گئی کہ انکی وفات کے وقت ان کے پاس فرشتے آسمان سے اتر کر آتے ہیں اور انھیں یہ مژدہ سنا کر مطمئن کرتے ہیں کہ وفات پاجانے کے بعد اب انھیں کوئی رنج وغم یا خوف وخطر نہیں ہوگا۔ اب وہ آرام وراحت کی ابدی زندگی کے لئے جنت میں رہیں گے جس کا ان سے قرآن مجید میں اور اللہ کے رسول کی زبانی وعدہ کیا گیا تھا۔

اب اس دوسری زیر درس آیت میں ان اہل ایمان کو یہ خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید وعبادت کی طرف اہل ایمان کا دوسروں کو دعوت دینا اور انھیں اس کی طرف متوجہ کرنا یہ قول ودعوت اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے بہتر اور سب سے اچھا قول ہے۔ اہل ایمان کے اس قول ودعوت میں

یہ حسن وفضیلت اس جہت سے مزید بڑھ گئی کہ انھوں نے اپنے ایمان کو عمل صالح سے آراستہ کرلیا اور معاصی و منہیات کی کدورتوں سے اسے بچائے بھی رکھا اور اپنے مسلمان ہونے پر فخر و شکر کا اظہار کیا۔

اس آیت میں مذکور خوشخبری اور انعام الٰہی کے پہلے درجے کے مستحقین تو خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ اس امت کے علماء دین ہیں جو دعوت ایمانی میں لگے ہوئے ہیں، پھر وہ مؤذنین حضرات ہیں جو تقویٰ و پارسائی کے ساتھ مسجدوں میں خدمت اذان ادا کرتے ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ دعوت ایمان اور دعوت الی اللہ کی اہمیت وفضیلت اور دعوت کا کام کرنے والوں کا مقام لوگوں کو سمجھائیے۔

۲۔ لوگوں کو اذان دینے کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب سے آگاہ کیجئے کہ:۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: قیامت کے روز مؤذن حضرات سب سے زیادہ اونچی گردن والے لوگوں میں نمایاں نظر آئیں گے۔ (مسلم شریف)

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ "اگر مجھ پر خلافت کے کام کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں مؤذن ہو جاتا۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں اپنی بکریوں میں اور جنگلوں میں رہنا اچھا لگتا ہے، تو جب تم اپنی بکریوں اور جنگلوں میں رہا کرو تو نماز کیلئے اذان دینے میں اپنی آواز کو خوب بلند کیا کرو، کیونکہ مؤذن کی آواز جتنی دور تک کوئی جن وانس سنے گا مؤذن کیلئے قیامت میں گواہی دے گا۔ (بخاری شریف)

۳۔ لوگوں کو صحیح طریقہ پر اذان دینے کی تعلیم دیجئے کیونکہ اکثر مسلمان صحیح طریقہ پر اذان دینا نہیں جانتے (اور اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے کہ کسی سے سیکھیں۔)

سولھواں ۱۶ درس

۱۶/ صفر الخیر | قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (بخاری ومسلم)

ترجمہ حدیث: اگر لوگ جانتے ہوتے کہ اذان دینے میں اور صف اول کی نماز میں کتنا ثواب ہے اور پھر انھیں یہ موقع قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تو لوگ اس کیلئے قرعہ اندازی بھی کر لیتے اور اگر جان لیتے کہ مسجد کو جلدی جانے میں کتنا ثواب ہے تو اس میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کیا کرتے۔ اور اگر لوگ جانتے ہوتے کہ نماز عشاء کیلئے اندھیرے میں جانا اور (نیند قربان کرکے) فجر کے وقت مسجد جانا کس درجہ ثواب رکھتا ہے تو ضرور جاتے، چاہے گھٹنے ہی کے بل جاتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ" اگر لوگ جانتے ہوتے کی تعبیر سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ کام بیحد اجر وثواب رکھتے ہیں جس کی حد لوگوں کے علم میں نہیں ہے، حدیث شریف میں صرف ندا کا لفظ فرمایا گیا ہے، اس سے مراد ندائے صلوٰۃ یعنی اذان ہے۔ اور صف اول وہی ہے جو اس لفظ سے سمجھی جاتی ہے یعنی امام سے ملی ہوئی صف صف اول ہے۔

روایت حدیث میں "ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا" کے فقرے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اذان اور صف اول کی فضیلت حاصل کرنے میں لوگوں کو اس درجہ رغبت و شوق

ہوجائیگا کہ اس کیلئے قرعہ اندازی کرنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔ روایت حدیث میں ایک لفظ "تھجیر" آیا ہے کہ اگر لوگوں کو تہجیر کی فضیلت معلوم ہوجائے تو اس میں بھی ایک دوسرے پر سبقت کرنے کیلئے فکر کرنے لگیں۔ تو اس تہجیر کا مفہوم بھی وہی ہے جو تبکیر کا ہے یعنی جلدی جانا، خاص طور پر جمعہ اور ظہر کی نماز میں جلدی کرنا مراد ہے۔ کیونکہ تہجیر کا لفظ "ہاجرۃ" سے ماخوذ ہے اور "ہاجرۃ" سخت گرمی کیلئے بولا جاتا ہے۔ روایت میں ایک لفظ "عتمۃ" آیا ہے اس سے نماز عشاء مراد ہے۔ آخر روایت میں ایک لفظ "حَبْواً" آیا ہے اس سے مراد ہے گھٹنوں کے بل چلنا۔ جیسے بچے چلتے ہیں۔ جسے ہم لوگ "بکیاں" چلنا کہتے ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اپنے سامعین کو اذان کی فضیلت اور اس کا وہ اجر و ثواب یاد دلائیے جو پہلے درس میں گزر چکا ہے۔

۲۔ سامعین کو یہ بات بھی سمجھا دیں کہ صف اول کی فضیلت جس طرح نماز میں مطلوب ہے اسی طرح اور دوسری عبادات میں بھی مطلوب ہے۔ میدان جہاد میں بھی صف اول کا جہاد بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ہر نیکی کے کام میں سبقت کرکے صف اول میں رہنا چاہیئے۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ قرعہ اندازی کی مشروعیت اور جواز کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے (اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ملتا ہے کہ آپ ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماکر انھیں

اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے) قرآن مجید میں بھی "فَسَاهَمَ" کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد یہی قرعہ اندازی ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو نماز عشاء اور نماز فجر کی یہ فضیلت بتادیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا آدھی رات تک نفل نماز پڑھی، اور جس نے نماز فجر جماعت سے پڑھی تو گویا پوری رات نفل پڑھتا رہا۔ (مسلم شریف)

۵۔ اذان کے سلسلہ میں اپنے سامعین کو یہ بات بھی بتادیجئے کہ اذان سننے والے کو اذان کا جواب بھی دینا چاہیئے یعنی کلمات اذان کو دہرانا چاہیئے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے کلمات نہ دہرائے بلکہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے اور اذان ختم ہونے پر درود ابراہیمی پڑھے اور یہ دعا پڑھے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہو جائیگا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

سترہواں درس

۱۷؍ صفر الخیر	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : وَھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلیٰ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (روم ۲۷)

ترجمہ آیت : وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ (دوبارہ پیدا کرنا) اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے۔ اور آسمان و زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

تشریح : آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ اپنے ارشاد "یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ" کے ذریعہ اپنی اس قدرت وحکمت اور اپنے علم وسیع کو ثابت کرکے جس کا لازمی نتیجہ ہی یہ ہے کہ وہی تنہا مستحق عبادت ہے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیئے یہ خبر دے رہے ہیں کہ اسی خدا نے سب سے پہلے انسان (حضرت) آدم (علیہ السلام) اور اولاد و ذریت کی پیدائش فرماکر پہلے انھیں زندہ رکھا پھر بعد میں انکی موت کے وقت انھیں موت دیدے گا۔ اور پھر دوبارہ (قیامت کے وقت) انھیں پھر زندہ کرے گا۔

مشرکین وکفار چونکہ قیامت کے وقت دوسری زندگی کا انکار کرتے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہاں یہ حقیقت بتادی کہ ابتداءً کسی کام کے کرنے کے مقابلہ میں اسی کام کا اعادہ (دوبارہ کرنا) اور بھی آسان ہوتا ہے

اس لئے جو ذات مخلوق کو پہلی بار پیدا کر سکتی ہے اسے اس کام کو دوبارہ کرنے کی قدرت بھی ہوگی۔ بلکہ دوبارہ کام پہلی مرتبہ سے زیادہ معمولی اور آسان ہوگا۔

اور یہ دلیل بھی لوگوں کی تفہیم کیلئے بیان کر دی گئی کہ اس طرح وہ بات کو اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کی قدرت تو یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی چیز کو موجود فرمانا چاہے صرف ایک لفظ "کُن" کہنے سے وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ یہ بات محض لوگوں کی تفہیم کیلئے کہی گئی ہے کہ لوگ اس طرح بات کرنے اور سمجھنے کے عادی ہیں۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ابتداء" خلق اور اعادۂ خلق دونوں ہی یکساں ہیں۔ یہاں پر آیا ہوا لفظ " اَہْوَنْ" اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ ھَیّنٌ" (آسان) کے معنی میں ہے۔ یعنی یہ بات اس کیلئے بالکل آسان ہے۔ اور " وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى" سے مراد یہ ہے کہ اس کی شان وصفت ہر طرح کامل اور اتم ہے، کوئی کمی نہیں ہے۔ وہی خدائے آسمان ہے اور وہی خدائے زمین ہے۔ وہی زبردست حکمت والا ہے کہ کوئی چیز اسے اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ وہ جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، پھر آسمان وزمین پیدا کئے پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

۲۔ انھیں بتائیے کہ اللہ تعالےٰ اس وقت بھی موجود تھا جب دنیا کی

کوئی چیز بھی نہ تھی، پھر اللہ تعالےٰ نے اپنا عرش پیدا کیا اور پانی کو وجود بخشا۔ پھر قلم پیدا کیا۔ پھر ساتوں آسمان اور زمین کے ساتوں طبقے پیدا کئے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا (حضرت حوا کو پیدا کیا) پھر انکی اولاد و ذریت پیدا کی۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اس آیت سے آخرت کی دوسری زندگی (معاد) کا ثبوت ملتا ہے۔ جب سارے انسان دوبارہ زندہ ہو کر جزا و سزا کے حقدار بنیں گے۔ کفار و مشرکین کو اس بات پر تعجب و انکار تھا کہ مخلوق فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہو گی۔

۴۔ انھیں یہ بھی بتائیے کہ خدا تعالےٰ کی عبادت و بندگی اور اسکی غلامی و فرمانبرداری ہی جن و انس کا مقصد حیات ہے۔ اسی مقصد کیلئے انھیں پردۂ عدم سے وجود میں لایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (میں نے جن و انس کو اپنی عبادت و بندگی کے سوا کسی اور غرض سے نہیں پیدا کیا ہے) لہٰذا کفار و مشرکین جو اس مقصد حیات کے خلاف زندگی گزار رہے ہیں وہ سب کے سب باغی ہیں اور دائمی سزا کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنی پوری مدت حیات بغاوت میں ہی گزاری ہے۔ تو اب یہ دوسری زندگی بھی پوری کی پوری اسکی سزا بھگتنے ہی میں گزارنا ہو گی۔ وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ صفر الخیر	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ غَیْرُہٗ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ وَکَتَبَ فِی الذِّکْرِ کُلَّ شَیْءٍ (رواہ البخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے موجود تھی (کیونکہ یہ ذات اس وقت بھی تھی جبکہ کوئی چیز نہ تو اس سے پہلے موجود تھی نہ اس کے ساتھ تھی) اور اس کا عرش پانی پر تھا، اور اللہ نے ہر بات ذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی تھی۔

تشریح: حدیث شریف میں پہلے فقرے "کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ غَیْرُہٗ" میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ جو انھیں ان کے پروردگار نے بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہر چیز سے پہلے تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی دوسری چیز نہ تو اس کے ساتھ تھی نہ اس سے پہلے تھی۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب بیداری کی دعا میں فرمایا کرتے تھے "اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ" (اے ذات پاک! تو ہی اوّل ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد بھی کوئی نہ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ" (یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا) یہ بتا رہا ہے کہ پانی عرش کی تخلیق سے پہلے وجود میں

آچکا تھا، عرش کی تخلیق پانی کے بعد ہوئی ہے۔

اور آپ کا یہ فرمانا "وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ" تو یہاں "فی الذکر" سے مراد "محل ذکر" ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے سارے مقدرات لکھوا دیئے۔

"لوح محفوظ" کس قدر زبردست ہے کہ سارے مقدرات لکھ دیئے گئے، تو حدیث شریف میں اس کی چوڑائی سو سال کی مسافت بتائی گئی ہے (جب چوڑائی اتنی ہے تو اس کی لمبائی بھی اسی تناسب سے ہوگی)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ! قلم بولا کیا لکھوں؟ فرمایا، لکھ جو کچھ اب سے لیکر قیام قیامت تک ہونے والا ہے، جبکہ اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ جزا و سزا کا فیصلہ اور اس کے مطابق عمل درآمد پورا ہو چکے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ازلی و ابدی ہونا اچھی طرح ذہن نشین کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی چیز بھی نہ تھی، وہی اول ہے ازل میں صرف وہی تھا اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا۔

۲۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ مخلوقات کی ترتیب وجود مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی:۔
سب سے پہلے پانی، پھر عرش، پھر قلم، پھر ساتوں آسمان و زمین، پھر فرشتے، پھر جن، پھر آدم اور ان کی اولاد۔

۳۔ انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ تقدیر ان باتوں کو کہتے ہیں جو تمام مخلوقات کے

بارے میں قلم نے (لوح محفوظ میں) لکھ دی ہیں (مخلوقات کی مذکورہ ترتیب میں "لوح" کی تخلیق بیان نہیں ہوئی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اسکی تخلیق یا تو قلم کے ساتھ ہی ہوئی ہے یا اس سے پہلے یا اس کے بعد بعض روایات میں اول مخلوقات میں عقل کا بھی ذکر آتا ہے۔ معارف القرآن میں حضرت مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ مندرجہ ذیل چار مخلوق اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے پیدا فرمائی ہیں:۔

(۱) قلم (۲) عرش (۳) جنت عدن (۴) حضرت آدم علیہ السلام۔

اسی فیصلۂ تقدیر کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ "تم مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہو اللہ تعالےٰ نے جسے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دیا تھا (بعض دوسری روایات میں پچاس ہزار سال کی مدت بیان نہیں ہوئی ہے یہی زیادہ صحیح ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ" اللہ تعالےٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔)

۴۔ سامعین کو یہ بھی یاد دلائیے کہ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر میں اگر کوئی بھلائی یا برائی لکھی ہوگی تو وہ اس سے بچ نہ سکے گا۔ اور جس بھلائی یا برائی سے بچنا مقدر ہو چکا ہے وہ اسے ھرگز نہ پہنچے گی۔

انیسواں درس

۱۹ صفر الخیر | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ (حجر ۲۶، ۲۷)

ترجمہ آیت: اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے (بجتے) ہوئے سنے گارے سے پیدا کیا اور (جنوں کے باپ) جان کو ہم اس (انسان) سے پہلے آگ سے (کہ وہ گرم ہوا تھی) پیدا کر چکے تھے۔

تشریح: اس آیت میں تخلیق انسان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ "صلصال" ریت وغیرہ سے مخلوط مٹی کے گارے کو کہتے ہیں جب وہ سوکھ جائے تو آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ "حما" گارا جب سڑ جائے اور کچھ سیاہی آجائے تو اسے "حما" کہتے ہیں۔ "مسنون" گارے میں جب سڑاند اور بو پیدا ہو جائے تو اسے "مسنون" کہا جاتا ہے۔ ان سب کو اس ترتیب سے سمجھا جا سکتا ہے کہ:-

(تراب) مٹی کو جب پانی ملا کر سان لیا تو اس کا نام "تراب" کے بجائے "طین" ہو گیا۔ پھر اسے کچھ دنوں اسی حالت میں رہنے دیا کہ اس میں خمیر پیدا ہو گیا اور بو پیدا ہو گئی تو "حما مسنون" ہو گیا۔ پھر جب وہ سوکھ کر کھنکھنانے لگا تو "صلصال" کہلایا اور دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے "جان" (ابوالجن) کو (حضرت)

آدم سے پہلے "نار السموم" سے پیدا کیا۔ "نار السموم" ایسی آگ کو کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو اور وہ مسامات بدن میں سرایت کر جائے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہر مخلوق کے مادۂ تخلیق کا بیان آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملائکہ (فرشتے) نور سے پیدا کئے گئے، اور جان (جن) کو آگ کے شعلہ (کی لپیٹ) سے پیدا کیا۔ اور آدم کو اسی مادہ سے پیدا کیا جو تم کو بتایا جا چکا ہے (یعنی مٹی سے) جان سے مراد ابوالجن ہے، اور ابلیس ابوالشیاطین (شیطانوں کے سردار) کو کہتے ہیں۔ اور یہ سب شیاطین اسی ابلیس ہی کے ساتھ مریں گے۔

آدم سے مراد انسانوں کے باپ (ابوالانس) ہیں۔ جن بھی انسانوں کی طرح مومن و کافر دونوں ہی طرح کے ہوتے ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت مذکورہ میں تخلیق انسان کا ذکر کرتے ہوئے "انسان" کا لفظ آیا ہے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کیلئے کہیں تو ان کا نام لیا ہے اور کہیں انسان کہا ہے۔ کہیں بشر کہا ہے مثلاً "یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ۔ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ"

۲۔ سامعین کو ان کے باوا حضرت آدم علیہ السلام کا یہ شرف بھی یاد دلائیے کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنے دست خاص سے پیدا فرمایا تھا۔ اور ان میں اپنی روح اور جان ڈالی تھی، فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے اس شرف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی ذریت واولاد کا بھی احترام کیا جائے، خاص کر صلح اولاد کا احترام تو ہونا ہی چاہئے۔

۳۔ سامعین کو بتائیے کہ ابلیس اور اس کی ذریت کو آگ سے جلایا جائے گا اور انھیں دوزخ کا عذاب دیا جائے گا، جس طرح انسانوں اور جنوں میں سے جو برے ہوں گے انھیں دوزخ کا عذاب ہوگا۔

اس موقع پر کسی کو یہ اشکال نہ ہونا چاہئے کہ شیطان وجن کو بھلا آگ کیسے جلائے گی کیونکہ وہ تو آگ ہی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ پیدائش کے بعد وہ پہلا مادہ باقی نہیں رہ گیا تھا اس میں تبدیلی آگئی تھی، جس طرح انسان کا مادہ (جو کہ مٹی تھا) انسان بن جانے کے بعد تبدیل ہو گیا ہے۔ اب اسے مٹی کے ڈھیلے سے چوٹ لگ سکتی ہے۔

بیسواں درس

۲۰ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ فَجَعَلَهٗ طِیْنًا ثُمَّ تَرَكَهٗ حَتّٰی اِذَا كَانَ حَمَاءً مَسْنُوْنًا خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ ثُمَّ تَرَكَهٗ حَتّٰی اِذَا كَانَ صَلْصَالًا كَالْفَخَّارِ كَانَ اِبْلِیْسُ یَمُرُّ بِهٖ فَیَقُوْلُ لَقَدْ خُلِقْتَ لِاَمْرٍ عَظِیْمٍ ثُمَّ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَكَانَ اَوَّلُ مَا جَرٰی فِیْهِ الرُّوْحُ بَصَرَهٗ وَخَیَاشِیْمَهٗ فَعَطَسَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ یَرْحَمُكَ رَبُّكَ۔

(رواہ الترمذی والنسائی والبزار وصححہ ابن حبان)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تراب (مٹی) سے پیدا کیا، پھر اسے (پانی سے تر کرکے) گارا بنالیا، پھر کچھ وقت تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ خمیر اٹھ کر بو دار ہوگیا تب انھیں (اپنے دست قدرت سے) پیدا کیا اور اس کا جسمانی ڈھانچہ تیار کیا۔ پھر کچھ وقت کیلئے چھوڑ دیا یہاں تک کہ پکی ہوئی مٹی کی طرح کھنکھنانے لگا (اسی حالت میں) شیطان اس کے پاس سے گزرتا تو بولی بولتا کہ آپ ایک بڑے عظیم مقصد (خلافۃ اللہ فی الارض) کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں (روح پھونک کر) جان ڈال دی۔ یہ روح سب سے پہلے ان کی آنکھوں اور ناک کے نتھنوں میں دوڑی تو انھیں چھینک آگئی، تو (الہام ربانی سے) انھوں نے "الحمد للہ" کہا، تو

اللہ تعالیٰ نے دعا دی کہ تم پر تمہارا رب رحم فرمائے۔

تشریح : حدیث زیر درس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش تراب (خشک مٹی) سے بتائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی "تراب سے پیدائش کا ذکر آیا ہے سورۂ فاطر میں ہے "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ" یعنی اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدم کو تو مٹی سے پیدا کیا اور اولاد و ذریت کو نطفہ سے پیدا کیا۔ حضرت آدم کی پیدائش مٹی سے اس طرح ہوئی کہ مٹی کو پانی ڈالکر اسے گارا بنا لیا پھر کچھ دنوں اسے چھوڑے رکھا کہ گارے کا رنگ بدل گیا بو پیدا ہو گئی تب حضرت آدم کی تخلیق کی، ان کا ڈھانچہ بنایا پھر اسے بہت دنوں تک اسی حالت پر رہنے دیا۔ یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر کھنکھنانے لگا۔ تب اس میں اپنی روح ڈالدی۔

حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ روح سب سے پہلے آنکھ اور ناک کے "خیاشیم" میں ڈالی گئی۔ خیاشیم "خیشوم" کی جمع ہے۔ خیشوم ناک کے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔ اور ناک میں جو رگیں ہیں وہ بھی خیشوم کہلاتی ہیں۔

ناک میں جان پڑنے پر حضرت آدم کو چھینک آگئی، تو انھوں نے الحمدللہ کہا یہ الحمدللہ کہنا اللہ تعالیٰ کے الہام و القاء کا نتیجہ تھا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے میں روح ڈالے جانے سے پہلے شیطان اس کے پاس سے گزرتے ہوئے جس "امرِ عظیم" (مقصد عظیم) کیلئے ان کی پیدائش کا مقصد بتاتا تھا وہ امرِ عظیم احکام خداوندی کی پابندی اور ان کا مکلف ہونا ہے اور پھر اس کی بجا آوری پر خدا تعالےٰ کی رضامندی اور جنت کا مستحق ہونا ہے۔

۲۔ سامعین کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ چھینک آنے پر چھینکنے والے کیلئے مسنون یہ ہے کہ وہ الحمدُ للہ کہے اور اسے سننے والے کیلئے "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہہ کر جواب دینا مسنون ہے اور چھینکنے والے کو اس کا جواب یوں دینا چاہئے "یَغْفِرُ اللهُ لِی وَلَكَ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" یا یوں کہے یَهْدِیْكَ اللهُ وَیُصْلِحُ بَالَكَ"۔

۳۔ سامعین کو "الحمدُ" کا مفہوم و مطلب سمجھا دیجئے کہ اس کے معنی ہیں اللہ تعالےٰ کی خوبی اور اچھائی کے ساتھ یاد کرنا۔ اور یہ اس کے شکر کی سب سے اچھی صورت ہے۔ لہذا جب بھی اللہ تعالےٰ کی کوئی نعمت حاصل ہو اس وقت "الحمدُ للہ" کہنا چاہیئے۔ خاص کر کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد (اسی طرح جب بھی کوئی تکلیف و پریشانی دور ہو "الحمدُ للہ" کہنا چاہیئے۔)

اکیسواں درس

۱۲؍ صفر الخیر | قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یَآیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔ (النساء ۱)

ترجمہ آیت: اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو (اس کی نافرمانی نہ کرو) جس نے تم سب کو ایک ہی ذات (آدم) سے پیدا کیا کہ پہلے ان کی بیوی (حوا) کو پیدا کیا پھر اس جوڑے کے ذریعہ بہت سے مرد اور عورتیں پیدا فرمادیں۔

تشریح: یہ آیت اللہ تعالےٰ کی ان نداؤں میں سے ایک ندا ہے جو اس نے ہر انسان اور ہر فرد بشر کو دی ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ نزول آیت کے وقت وہ موجود ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے بندے اور غلام ہونے میں تو سب ہی شریک ہیں اور وہ ان کے مقابلہ میں ان سے زیادہ ہی رحم کرنے والا ہے۔ اسی رحم و مہربانی کی وجہ سے اس نے ڈرنے کا حکم دیا ہے کہ اگر نہ ڈروگے اور نافرمانی کے مرتکب ہوگے تو انجام کار دوزخ میں جلوگے (تمھارے حق میں بہتر یہی ہے کہ اللہ سے ڈر کر رہو) اور یہ تقویٰ اس وقت ہوگا جب تم اللہ پر ایمان لے آؤگے، اس کی توحید کے قائل ہوگے اور صرف اسی کی عبادت کروگے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول پر (جو حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان پر) ایمان لے آؤگے ان کے احکام کی پیروی کروگے، جن باتوں کا حکم دیں گے ان پر عمل کروگے جن باتوں سے

منع فرمائیں گے ان سے بچو گے۔

"خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" فرمایا ہے نفس واحدہ (ایک جان) سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور "خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا" فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد انہی سے حضرت حوا کی تخلیق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو وجود بخشا اور پھر انہی کو ان کی زوجہ بنا دیا۔ پھر ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پیدا فرما دیں۔

(مترجم عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی متعدد صورتیں دنیا کو دکھلا دیں بغیر ماں باپ (بغیر مرد و عورت کے اختلاط کے حضرت آدم علیہ السلام کو وجود بخشا، بغیر عورت کے صرف مرد کے جسم سے حضرت حوا کو وجود بخشا (بغیر مرد اور بغیر شوہر کے صرف حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وجود بخشا) مگر عام عادۃ اللہ یہی رہی کہ زوجین کے اختلاط ہی کے ذریعہ توالد و تناسل کا سلسلہ چلتا ہے۔ اسمیں بھی یہ شرط ہے کہ وہ اختلاط کامیاب ہو۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آپ سامعین کو سمجھائیے اور بتائیے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت بڑی نعمت یعنی تخلیق انسانی (تخلیق آدم و حوا) کا ذکر فرمایا ہے۔ اس نعمت کا تقاضا یہی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کر کے اس کا شکر ادا کیا جائے ؎

آدمیت دادۂ بازم مسلماں کردۂ | اے خدا قرباں شوم احساں بر احساں کردۂ

(ترجمہ شعر منظوم)

آدمی مجھ کو بنایا پھر مسلمان بھی کیا ‌ ‌ ‌ ‌ اے خدا میں ہوں فدا، احسان پہ احساں ہی کیا

۲۔ سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ آخرت میں دوزخ سے نجات اور دخول جنت کی کامیابی (اروی) کا ذریعہ صرف ایک ہی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالے کو ایک جانتے اور مانتے ہوئے اسکی عبادت کی جائے اس کا تقویٰ اختیار کیا جائے، اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے، انکی پوری پوری اطاعت کی جائے اسی طرح دونوں جہان میں کامیابی ملیگی۔

۳۔ انھیں بتائیے کہ اس آیت میں اشارہ تخلیق آدم و تخلیق عالم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کو اس وقت تک ہزارہا ہزار سال گزر چکے ہیں اس طور پر انسانوں کی تعلیم و تربیت مقصود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی قدر پہچانیں اور اس کا شکریہ ادا کریں۔

۴۔ آپ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ عربی زبان میں لفظ "زوج" صرف شوہر کیلئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ جوڑے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں کیلئے مستعمل ہوا ہے۔ اور فصیح یہی ہے کہ جس طرح یہ لفظ مرد کیلئے بولا جائے اسی طرح عورت (بیوی) کیلئے بولا جائے۔ ویسے زوجہ بھی کہا جاتا ہے وہ بھی صحیح ہے۔

۵۔ آیت شریفہ میں تمام انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد بتا کر دلوں میں اخوت انسانی کا جذبہ بھی ابھارا گیا ہے جسے جہالت و نادانی کی وجہ سے اکثر لوگوں نے بالکل ہی فراموش کر دیا ہے اور حق اخوت ادا نہیں کیا جاتا ہے۔ ایسا صرف ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

بائیسواں درس

۲۲ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ فَاِذَا ذَھَبْتَ تُقِیْمُہٗ کَسَرْتَہٗ وَاِنْ تَرَکْتَہٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ حدیث: عورتوں کے بارے میں ایک دوسرے کو تاکید کے ساتھ سمجھاتے رہا کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہوتی ہے، تو جب تم اسے سیدھا کرنے چلوگے تو اسے توڑ بیٹھوگے اور اگر اسے اپنی حالت پر چھوڑ دوگے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہذا عورتوں کے بارے میں یہ بات یاد رکھو۔

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "اِسْتَوْصُوْا" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کو عورتوں کی رعایت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا رہے، ان کی بدمزاجی وبدزبانی کے جواب میں تم بھی انہی جیسا معاملہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ ان میں یہ کمزوری فطری ہے وہ اپنے خلقت کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں اور اپنے اخلاق میں بھی کمزور ہیں۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ عورت (ٹیڑھی) پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی نے "پسلی" کو

کلمہ "کُنْ" سے حکم دیا اور وہ پسلی حضرت حوا کی شکل میں مجسم تیار ہو گئی۔

پسلی سے پیدائش کا ذکر کرنے میں عورت کے "مزاجی و فطری" ٹیڑھے پن کی طرف اشارہ فرمانا مقصود ہے کہ یہ کمزوری تو اس کا لازمہ فطرت ہے، اسے نظر انداز کرنا ہی پڑے گا۔

پھر آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ پسلی کا زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے۔ اس ارشاد سے عورت کی تیز زبانی اور بدزبانی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اسی پہلو سے آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ "اگر اسے سیدھا کرنے چلو گے تو توڑ بیٹھو گے" یعنی اسے طلاق دے دو گے جو جدائی کا سبب ہو جائے گی، اور اگر اس کی حالت پر ہی اسے رہنے دو گے تو اس کی بدکلامی و بدزبانی اور بدمزاجی برداشت کرلو گے تو پھر ہمیشہ کی رفاقت رہے گی اور زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ عورتوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ وصیت ایک بھلائی اور امر خیر کیلئے کی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا "اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا" عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت و تاکید برابر کرتے رہا کرو۔ جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رکھو، بدسلوکی نہ کرو اور اس کی بدکلامی و بدمزاجی سے درگزر کرتے رہا کرو۔ کیونکہ یہ کمزوری اس کی پیدائشی و فطری کمزوری ہے۔

۲۔ سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ خدا اور رسول کے نزدیک طلاق بہت ہی بری چیز ہے۔ اس کی اجازت اسی وقت دی گئی ہے جب زوجین میں باہم نباہ کی کوئی امید نہ ہو اور ایک دوسرے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اندیشۂ نقصان کے بغیر بے ضرورت طلاق دینا درست بات نہیں ہے کیونکہ ایسی طلاق سے عورت کو اذیت ہوتی ہے اور مسلمان کو ایذا دینا تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

۳۔ انھیں یہ بھی سمجھا دیجئے کہ مناسب بات یہی ہے کہ مرد کو عورت کی بدمزاجی و بدکلامی تھوڑی بہت تو برداشت ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ عورت کی فطری و پیدائشی کمزوری ہے جسمیں وہ بہرحال کچھ نہ کچھ تو معذور رہی ہے۔

تیئیسواں۲۳ درس

۲۳ صفر الخیر | قول اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (قصص ۸۳)

ترجمہ آیت: یہ عالم آخرت (جنت و نعمار جنت وغیرہ) ہم انہی لوگوں کیلئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں نہ فساد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اچھا نتیجہ متقی (پرہیزگار) لوگوں کو ملتا ہے۔

تشریح: یہ جملہ آغاز کلام میں لایا گیا ہے جس سے مخاطب کو اگلی بات کیلئے پُرشوق بنانا مقصود ہے۔ اس عالم کو دار آخرت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے پہلے یہ دار دنیا عالم فانی گزر چکا ہے۔

اب اس دار آخرت کے بارے میں یہ خبر دی جا رہی ہے کہ ہم اس دار آخرت کو ان ہی لوگوں کیلئے خاص کریں گے اور انہی کا ماوا و مسکن بنائیں گے جو اس دنیاوی زندگی میں بڑے بن کر ازراہ تعلّی و تکبر لوگوں پر جور و زیادتی نہ کریں گے، نہ یہاں معاصی (شرک و کفر، قتل و زنا، چوری، ڈکیتی، شراب خوری وغیرہ) کا ارتکاب کر کے روئے زمین پر فساد انگیزی کریں گے۔

" وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ " کا جملہ اوپر کے جملہ کا تکملہ ہے۔ جس میں یہ خوشخبری بھی دی جا رہی ہے کہ ایسے لوگوں کو دونوں جہان میں نیک نامی اور نیک انجامی

نصیب ہو گی۔ اور یہ وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کی زندگی گزاریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اس کے عتاب و عذاب سے بچتے اور ڈرتے رہیں گے۔ کیونکہ احکام کی پیروی کرنے کی باتوں پر عمل اور ممنوع چیزوں سے پرہیز و اجتناب سے نفسِ انسانی کا تزکیہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ آخرت کی نعمتوں کیلئے تیار و حقدار ہو جاتا ہے۔ اس تزکیۂ نفس سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ یہ نفس مُزکّیٰ (پاکیزہ) انسان کو دنیاوی ہلاکتوں اور پریشانیوں سے بچاتا رہتا ہے۔ اسی طرح معاصی اور گناہوں سے پرہیز و اجتناب بھی طہارتِ نفس کو برقرار رکھتا ہے، جس کے نتیجہ میں انسان دنیا میں بھی پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آپ حاضرین و سامعین کو یہ بات بھی جتلا دیجئے کہ اس آیت نے ان لوگوں کی خوش فہمی کا خاتمہ کر دیا جو یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ "ایمان" پائے جانے کی صورت میں انھیں کوئی بات نقصان نہیں پہنچا سکتی اور جتنے بھی اہلِ ایمان ہوں گے وہ یونہی نجات پا جائیں گے۔ چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا ہے کہ "دارِ آخرت کے حقدار لوگوں کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ دنیا میں نہ تو بڑے بن کر رہنے کا ارادہ رکھتے ہوں نہ ہی وہ معاصی و گناہ کے ذریعہ فساد پھیلانا چاہتے ہوں۔

۲۔ اپنے سامعین کو حضرت علی (زین العابدین) ابن الحسین بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کا یہ واقعہ سنا دیجئے کہ ایک بار وہ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ وہ کچھ فقراء کے پاس سے گزرے جو روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ آپ نے انھیں سلام کیا، انھوں نے آپ کو کھانے میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے اس وقت یہی آیت زیر درس پڑھی اور گھوڑے پر سے اتر کر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے (اس طرح آپ نے اشارۃً ان فقراء کو اس آیت کا مصداق بتا کر ان کی ہمطعامی کو خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا)۔

۳۔ سامعین کو نصیحت کیجئے کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام انہی لوگوں کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور کفر و شرک اور معاصی سے بچتے رہیں، ان کے قریب بھی نہ جائیں۔

چوبیسواں درس

۲۴ر صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ رَجُلاً اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِہٖ فَقَالَ: کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَہٗ اِلَّا الْکِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَہَا اِلٰی فِیْہِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمۂ حدیث: حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالےٰ نے یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹوکا اور فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ وہ بولا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا (حالانکہ وہ کھا سکتا تھا) تو آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے، وہ ازراہ تکبر نہیں کھا رہا تھا۔ حضرت سلمہؓ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد بتاتے ہیں کہ پھر وہ شخص (زندگی بھر) اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک اٹھا ہی نہ سکا۔

تشریح: حضرت سلمہؓ نے اس شخص کے بائیں ہاتھ سے کھانے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے اس کا نام نہیں بتایا کہ یہ غیبت نہ ہو جائے۔ کیونکہ غیبت اسی کو کہتے ہیں کہ کسی کا تذکرہ اس طرح کیا جائے کہ اگر وہ سن لے تو اسے ناگوار ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے داہنے ہاتھ سے کھانے کی تلقین ازراہ نصیحت فرمائی تھی کہ اس کے حق میں یہی بہتر تھا، کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا تو شیطان کا کام ہے، مگر اس شخص کو تکبر نے آپ کی نصیحت و ہدایت قبول کرنے سے

باز رکھا اور اس نے انکار کر دیا تو آپ نے بھی اس کیلئے بد دعا فرما دی۔ متکبر شخص ایک طرح سے اللہ تعالٰی کا مقابلہ کرتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی اللہ تعالٰی کی خاص صفت ہے، تو جو شخص اللہ تعالٰی کے مقابل آتا ہے اللہ تعالٰی اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

چنانچہ وہ شخص بھی ہلاک و برباد ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے اس کا ہاتھ اسی وقت شل ہو گیا اور پھر عمر بھر داہنا ہاتھ وہ منہ تک نہ اُٹھا سکا۔ اسی حالت میں اسکی موت ہو گئی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ لوگوں کو بتائیے کہ کھانا پینا دونوں ہی داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے اور جو شخص بغیر عذر بائیں ہاتھ سے کھاتا یا پیتا ہے تو وہ شیطان کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے۔ اور حدیث کا حکم ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی قوم میں شمار ہوتا ہے (بہت سے لوگ فیشن اور ترقی پسندی ظاہر کرنے کو بے عذر اور بے جھجک بائیں ہاتھ سے چائے، شربت اور پانی پیتے ہیں انھیں درس میں آئے ہوئے واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے)۔ (رومی)

۲۔ لوگوں کو کبر اور تکبر سے ڈرائیے اور اس سے دور رہنے کی تاکید کیجئے کیونکہ متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی ایسے شخص کو جنت میں داخل نہ کرے گا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا۔

۳۔ سامعین کو بتائیے کہ مسلمان کی غیبت سے بچنا واجب ہے اور یہ کہ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کا تذکرہ اس کی عدم موجودگی میں کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے بُرا لگے۔

۵۔ حاضرین سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی و مخالفت سے ڈرائیے کہ تکبر اور عناد کی راہ سے جو مخالفت ہوتی ہے اس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہوتا ہے۔

چھبیسواں درس (۲۶)

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (توبہ ۱۱۹)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو (یعنی جو لوگ نیک اور بات میں سچے ہیں ان کی راہ چلو کہ تم بھی سچائی اختیار کرو)۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بواسطۂ ایمان ندا دی ہے، کیونکہ ایمان کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے ممنوعات کا مخاطب ہی نہیں ہوتا، دوسرے احکام و ممنوعات کا مخاطب ہونا ایمان کی شرط سے وابستہ ہے۔ غیر مومن دوسرے احکام کا مکلّف و پابند نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دوسرے احکام کیلئے صرف اہل ایمان ہی کو مکلف بنایا ہے کہ یہ مومن ہی اپنے ایمان کی بدولت گویا زندہ ہے اور عقل و فہم نیز دید و شنید سے متصف ہے اس لئے اس کو دوسرے احکام کا مکلف بنایا جاسکتا ہے۔ کافر تو بالکل مردہ جیسا ہے، کیونکہ جس شخص کو کوئی ندا دی جائے اور کوئی حکم دیا جائے مگر وہ اسے نہ تو سن سکے نہ ہی اس پر عمل کا پابند ہو سکے تو ایسا شخص تو گویا موت کے قریب ہی پہنچا ہوا ہے۔ اس لئے ایسی باتوں کا مکلف و پابند ہی نہ بنایا جائے گا۔

چنانچہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف اہل ایمان ہی کو خطاب فرما کر انھیں

دو باتوں کا حکم دیا ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو، اسکا تقویٰ اور خوف دل میں رکھو، اور دوسرا حکم یہ کہ "کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِین" یعنی سچوں کے ساتھ رہو۔

حکم تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرکے اپنا اعتقاد اور اپنا قول و عمل درست کرکے اس کے عذاب سے بچو، اور جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے اجتناب و پرہیز کرکے مستحق جنت بنو۔

اور دوسرے حکم کا مطلب یہ ہے کہ اپنی نیت اور اپنے قول و عمل میں سچائی کا طریقہ اختیار کرو تاکہ تمھارا شمار بھی صادقین (سچے لوگوں) میں ہو سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا" وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٥"

(جو سچائی لے کر آئے (یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) اور جس نے انکی (بے تامل) تصدیق کردی (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رض) یہی لوگ متقی ہیں، انھیں اپنے رب کے پاس جو چاہیں گے وہ ملے گا۔ نیکو کار لوگوں کا ایسا ہی بدلہ ہوتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ چونکہ اس آیت کا نزول غزوۂ تبوک کے ان تین متخلفین سے متعلق ہے جو صرف تھوڑی سُستی اور موسم کی شدت کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہ ہو سکے تھے لیکن انھوں نے جھوٹ موٹ کے حیلے بہانے نہیں کئے بلکہ سچ بول کر اپنی غلطی کا اقرار کر لیا تھا لہٰذا اللہ تعالےٰ نے انکی راست گوئی اور سچائی کی قدر کی اور انکی توبہ قبول کرکے قرآن مجید میں ان کے قبول توبہ کا بیان فرما کر رہتی دنیا تک کیلئے یادگار بنادیا۔

وہ تین حضرات یہ تھے؛ حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ، اور حضرت مرارہ بن الربیع رض، آپ بھی سامعین کو انکی سچائی کا قصہ بتا کر سچائی کی قدر و قیمت سے آگاہ کیجئے، کہ وہ بھی اپنی زندگی میں سچائی اور راست گوئی اپنائیں۔ ان کا قصہ مختصراً یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ سے واپس ہوئے تو بہت سے منافقین جو غزوہ میں شریک نہ ہوئے تھے آپ کی خدمت میں آکر جھوٹے حیلے بہانے بیان کرکے اپنا عذر پیش کرنے لگے، لیکن ان تینوں نے جھوٹے حیلے بہانے نہیں پیش کئے اور اپنی غلطی کا اقرار کرلیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں سے قطع تعلق کا حکم دے دیا چنانچہ ان کا مقاطعہ کردیا گیا۔ اس پر ان لوگوں نے صبر کیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ان کی یہ سچائی دوسرے لوگوں کیلئے نمونہ اور ضرب المثل بن گئی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دوسرے اہل ایمان کو دعوت دی کہ وہ بھی ان کے جیسے سچے بن جائیں (اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان کی پیروی کی توفیق دے اور ان کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین!)

۲۔ لوگوں کو سچائی پر آمادہ کیجئے کہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے۔

۳۔ انھیں یہ بھی بتائیے کہ یہ صدق (سچائی) ظاہر میں بھی ہونی چاہئے اور باطن میں بھی ہونی چاہئے۔ جیسا کہ شیخ محی الدین ابن العربی نے "صادقین" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ صادقین وہ لوگ ہیں جن کے ظاہر و باطن بالکل ایک ہوں۔ ان کا یہ قول بالکل مبنی بر حقیقت ہے اور یہی سب کا مطمح نظر ہونا چاہئے۔

چھبیسواں درس ۲۶

۲۶ صفر الخیر | قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ إِلَی الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ إِلَی الْجَنَّةِ وَلَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا، وَإِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَإِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ إِلَی الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ إِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگ سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرو۔ کیونکہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں "صدیق" (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور تم لوگ جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاتے رہو، ہرگز جھوٹ نہ بولو کیونکہ جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ تک پہنچا دیتی۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں "کذّاب" (پکا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ" فرما کر صدق وسچائی کو لازمی طور پر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی سچائی کو اپنے لئے اس طرح

لازم کرلو کہ نہ تم سچائی کو چھوڑو نہ سچائی تم کو چھوڑے، دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہوجاؤ۔ اپنی نیت، اپنے قول، اپنے عمل ہر بات میں ظاہری طور پر بھی اور باطن میں بھی سچے بن کر رہو کہ صادقین میں تمھارا نام درج ہوجائے۔ دنیا میں بھی سب تم کو سچا سمجھیں اور آخرت میں بھی تم کو نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت نصیب ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق کو لازم کرلینے کا جو حکم دیا تو اسکی یہ وجہ بھی بتادی کہ صدق کی وجہ سے تم کو نیکی کا راستہ مل جائے گا اور وہ راستہ تم کو جنت تک پہنچادے گا۔ پھر اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں فرمایا، مزید شوق و رغبت پیدا کرنے کیلئے یہ بھی سمجھادیا کہ جو شخص ہمیشہ صدق و سچائی سے کام لیتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں "صدیق" (بہت سچا) لکھ لیا جائے گا اور پھر جنت میں صف اول کے لوگوں کے ساتھ رہے گا۔ اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ حد درجہ شفقت وعنایت بھی ہے اس لئے آپ نے اس کے برعکس جو صورت تھی وہ بھی سمجھادی کہ دیکھو جھوٹ سے بہت دور رہنا۔ کیونکہ جھوٹ خدا کی نافرمانی کے راستہ پر تم کو ڈال دیگا اور وہ راستہ سیدھے دوزخ تک پہنچادے گا۔ اور پھر کذب و دروغ گوئی سے مزید نفرت دلانے کیلئے یہ بھی بتادیا کہ آدمی جب برابر جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں "کذّاب" (پکا جھوٹا) لکھ لیا جائیگا اور پھر دوزخ میں ایسے جھوٹوں کے ساتھ رہے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں۔ آمین!)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اپنے سامعین کو صدق اور سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرنے کی رغبت دلائیے، اور دروغ گوئی (جھوٹ) سے پرہیز و اجتناب کی تاکید کیجئے۔ اور اگر کبھی نوبت آجائے تو فوراً توبہ کرلی جائے۔

۲۔ انھیں یہ بات ذہن نشین کرا دیجئے کہ آدمی جب سچائی اور راست گوئی کا عادی ہوجاتا ہے تو پھر یہ عادت اسکی طبیعت کا لازمہ بن جاتی ہے۔ پھر چھوٹتی نہیں ہے۔
اسی طرح اگر کوئی شخص جھوٹ کی عادت ڈال لیتا ہے تو پھر یہ جھوٹ کی عادت اسکی طبیعت کا لازمہ بن جاتی ہے اور چھوٹتی نہیں ہے۔ سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ اسی طرح سے جاری ہے۔ لہذا اس بات کا بہت اہتمام ہونا چاہئے کہ جھوٹ کا ارتکاب ہوجانے پر فوراً سچے دل سے توبہ کرلی جائے اور پھر دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے۔
(یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ توبہ صرف کان پکڑ لینے اور گال پر ہاتھ مار لینے کو نہیں کہتے۔ بلکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ پچھلے گناہ پر دل سے پوری ندامت وشرمساری ہو اور آئندہ کیلئے دل میں پکا ارادہ ہو کہ آئندہ اس کا ارتکاب نہ ہوگا) مگر یہ توبہ ذرا دشوار کام ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ حل بتایا ہے کہ جب کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً کوئی نیکی کرلو (نفل نماز پڑھ لو، صدقہ کردو) یہ نیکی اس برائی کا خاتمہ کردے گی۔
قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (توبہ (جس کا قبول کرنا حسب وعدہ) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ انہی لوگوں کی ہے جو نادانی و حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں (موت سے پہلے پہلے) توبہ کرلیتے ہیں۔)

ستائیسواں درس

۲۷ صفر الخیر | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ : اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ۝ (انفطار ۱۳-۱۶)

ترجمہ آیت : بیشک (اس دن) نیک لوگ آسائش میں ہوں گے، اور بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے، روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے اور (پھر) اس سے باہر نہ ہوں گے۔

تشریح : یہ سورۂ انفطار کی چار آیات (۱۳ تا ۱۶) ہیں۔ اوپر اس دنیاوی زندگی کے خاتمہ (قیامت برپا ہونے) کا بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سوال بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے یہ سوال کریں گے کہ اے انسان! بتا تجھے تیرے اپنے رب کریم کے ساتھ کس بات نے بھول (دھوکے) میں ڈال رکھا ہے؟ پھر اس کے بعد انسان کی صورت تخلیق بیان فرمائی ہے۔ اس کے بعد کراماً کاتبین (اعمال انسانی کی یادداشت لکھنے والے فرشتوں) کا بیان فرمایا ہے تاکہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہمارے تمام اعمال کی یادداشت محفوظ ہے۔ اچھے کاموں کا اچھا بدلہ اور برے کاموں کا برا بدلہ ملے گا۔ یہ سب بتلانے کے بعد ان تین آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت میں نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے، یعنی جو لوگ اہل ایمان اور صدق و طاعت والے ہیں، "ابرار" "بَرّ" کی جمع ہے۔ عربی میں نیک آدمی کو "بَرّ" اور نیکی کو "بِرّ" کہتے ہیں، اسی وجہ سے جنت کو "دارالابرار" (نیک لوگوں کا ٹھکانہ) کہتے ہیں۔ یہ نیک لوگوں کا دائمی ٹھکانہ ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں کی نعمتیں اور راحتیں

ایسی ہوں گی جو یہاں دنیا میں نہ دیکھی گئی ہوں نہ سنی گئی ہوں گی، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہو گا۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ فاجر و بدکار لوگ جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے رہے ہیں، نہ ایمان لائے اور نہ خدا تعالےٰ کو ایک جانا، نہ کبھی رکوع و سجدہ کیا، بلکہ کوئی بھی نیک کام کیا ہی نہیں، نہ ہی کسی برے کام اور بری بات سے پرہیز کیا تو ایسے لوگ دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ ان کا یہ عذاب بھی دائمی اور ہمیشہ کیلئے ہوگا جو انھیں قیامت کے روز دیا جائے گا۔ یہ لوگ دوزخ سے نکل کر کہیں جا بھی نہ سکیں گے۔ یہ بات قرآن مجید ہی میں سورۂ زخرف آیت ۷۵ میں یوں بیان کی گئی ہے:

"لَا یُفَتَّرُ عَنْھُمْ وَھُمْ فِیْہِ مُبْلِسُوْنَ (وہ عذاب ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور وہ اسی (عذاب) میں مایوس پڑے رہیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ لوگوں کو اللہ تعالےٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کی رغبت دلائیے۔ جنت میں انھیں جو نعمتیں اور راحتیں ملیں گی ان کا بیان کرکے ان میں جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق پیدا کیجئے۔ یہی شوق انھیں اللہ ورسول کی اطاعت پر آمادہ کرے گا۔

۲۔ لوگوں کو اللہ ورسول کی نافرمانی ومعصیت سے ڈرائیے اور انھیں بتائیے کہ آخرت میں گنہگار لوگوں کیلئے دوزخ میں کیسا سخت عذاب تیار کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے سورہ جن میں فرمایا ہے: "وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا" (جو شخص اللہ ورسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔)

۳۔ اپنے مخاطب سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ خدا ورسول کی اطاعت کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے یہ بات پہلے سے معلوم ہو کہ اسے کن باتوں میں خدا ورسول کی اطاعت کرنی ہے اور کن باتوں میں نافرمانی سے بچنا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عبادات کی جملہ انواع واقسام اور انکی ادائیگی کے طریقوں سے واقف ہو اور جن باتوں سے خدا ورسول نے روکا اور منع کیا ہے ان سے واقف ہو اور ان باتوں سے بچنے کی کیا صورت ہوگی۔

اٹھائیسواں درس

۲۸ صفر الخیر	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَیَتَرَاءُوْنَ اَھْلَ الْغُرَفِ کَمَا تَرَاءُوْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَیْنَھُمْ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تِلْکَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَا یَبْلُغُھَا غَیْرُھُمْ؟ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ۔ (رواہ الشیخان)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت بالائی منزل کے لوگوں کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ اخیر شب میں باقی رہنے والے کسی چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو جو افق مشرق یا افق مغرب میں دکھائی دیتا ہے۔ اہل جنت اور بالائی منزل کے لوگوں میں ایسا ہی فاصلہ ہوگا۔ حضرات صحابۂ کرام ؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا بالائی منزل پر حضرات انبیاء کے منازل ہوں گے جو اتنے بلند ہوں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے (یا جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے) ایسی بات نہیں ہے جیسی تم سمجھ رہے ہو، بلکہ وہ منازل عالیہ ان اہل ایمان کے ہوں گے جو انبیاء تو نہ ہوں گے، مگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر پختہ اور سچا ایمان لائے ہوں گے اور اپنے اپنے پیغمبروں کی تصدیق کی ہوگی۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے درجات و مقامات کے درمیان تفاضل بیان فرمایا ہے اور یہ تفاوت و تفاضل

ان کی ایمانی قوت کی زیادتی اور اعمال صالحہ کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔ جس کا ایمان جتنا قوی اور جس کے اعمال خیر جتنے زائد ہوں گے وہ اتنے ہی بلند درجے میں ہوگا۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب و تقویٰ کے باعث یہ تفاضل ہوگا۔

چنانچہ آپؐ نے خبر دی کہ اہل جنت اوپر کی منزلوں میں ان کی بلندی و دوری کی وجہ سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح لوگ دور چمکتے ہوئے تارے دیکھتے ہیں آپ نے جب یہ خبر دی تو بعض صحابہ کرامؓ نے کہا کہ وہ اوپری درجہ کی منزل انبیاء کرام کی ہوگی جہاں دوسرے لوگ نہ پہنچ سکیں گے؟ تو آپؐ نے انھیں یوں جواب دیا کہ نہیں، یہ بات نہیں ہے، جس ذات کے قبضہ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ منازل ان اہل ایمان کے ہوں گے جو صدق دل سے اللہ پہ ایمان لائے ہوں گے اور اپنے پیغمبروں کی تصدیق کی ہوگی۔ وہ منازل پیغمبروں کے لئے مخصوص نہیں ہوں گے تم لوگوں نے صحیح نہیں سمجھا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ اہل جنت کے درجات میں تفاوت و تفاضل اس وجہ سے ہوگا کہ ان کے ایمان کی قوت اور اعمال صالحہ کی کیفیت ادا، اور انکی مقدار میں کمی بیشی ہوگی۔ جن کا ایمان قوی اور جن کے اعمال صالحہ بکثرت اور پُرخلوص ہوں گے ان کے درجات بلند ہوں گے۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب اور تقویٰ کے باعث بھی ان کے درجات میں فرق ہوگا۔

۲۔ اپنے سامعین کو نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور

باہم مقابلہ ومنافست کا شوق دلائیے اور اس کی ترغیب دیجئے تاکہ وہ آخرت میں جنت کے اونچے درجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

۳۔ (چونکہ حدیث شریف میں یہ بات آگئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے خیال کی تردید میں اپنی بات قسم کھا کر فرمائی اس لئے) اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ایسے موقعوں پر قسم کھانا درست ہے۔

۴۔ انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ سیدتنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیان کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی قسم کے الفاظ کے ساتھ قسم کھایا کرتے تھے۔ مثلاً "وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ" (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے) (ہو سکتا ہے کسی راوی نے از راہ ادب آپ کا نام نامی ترک لیا ہو اور اسکی جگہ "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ" کہہ دیا ہو۔ مترجم)

۵۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کی فضیلت بتا دیجئے کہ اس درجہ کی فضیلت رکھتا ہے کہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو جنت کے اعلیٰ منازل نصیب ہوں گے، اس لئے قرآن مجید میں اسکی طرف سبقت کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا شوق دلایا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ" (تم اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان اور زمین کے برابر ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔)

اُنتیسواں درس

۲۹ صفر الخیر	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (بینہ

ترجمۂ آیت: ان (پچھلے لوگوں) کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خاص رکھیں بالکل یکسو ہوکر، اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں۔ اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔

تشریح: یہ آیت پارہ عمّ سورہ بینہ (لم یکن) کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ (نزول قرآن مجید سے پہلے) پچھلی امتوں کو بھی (خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا دوسرے اہل کفر و شرک ہوں) یہی حکم دیا گیا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود بنائیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں صرف اسی کی بندگی و غلامی کریں اور یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس کے ماننے میں انکی کو ذلت و اہانت ہو جاتی۔ انھیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہنسی خوشی بسر و چشم مان لینا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تو انھیں پیدا کیا تھا، وہی ان کا مالک و رازق اور وہی ان کا مدبر حیات اور مدبر کائنات تھا، لہٰذا اس کی عبادت و بندگی فطری و عقلی طور پر واجب تھی پھر انھیں اسے ماننے میں کیوں تامل و تردد ہوا؟

آیت مذکورہ میں اس موقع پر "مخلصین لہ الدین" بھی فرمایا گیا ہے جس کا مطلب

یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبادت بالکل خالص تن تنہا اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہونی چاہئے، اسمیں ذرہ برابر بھی کسی کی شرکت نہ ہو۔ کیونکہ شرک کی وجہ سے عبادت بالکل بے کار ہو جاتی ہے، اس سے نفس کا تزکیہ مطلوب نہیں ہوتا۔ اور بغیر تزکیہ نفس داخلہ جنت ممکن نہیں ہوتا لامحالہ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوتا ہے۔

آیت میں " مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ " کے بعد حُنَفَآءَ کا فقرہ بھی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر و شرک کے ہر راستہ سے بالکل یکسو ہو کر " ملت ابراہیمی " کی پیروی کریں، جس کی تفصیل میں اسلامی عبادات بتا دی گئیں کہ وہ لوگ نماز کی پوری پابندی کریں، زکوٰۃ دیا کریں۔ مگر ظاہر ہے کہ ان اعمال سے پہلے اعتقاد کا نمبر ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ وہ کلمۂ شہادت " اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " کا دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ اپنی زندگی اسی کے مطابق گزاریں اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسری عبادات و مامورات کی ادائیگی کریں، جملہ ممنوعات و منہیات (جن سے روکا اور منع کیا گیا ہے) پرہیز کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور جنت حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو بتائیے کہ عبادت میں خلوص و اخلاص پیدا کرنے کیلئے "نیت" کو سمجھنا اور اس پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے "نیت" کی حقیقت بھی معلوم رہنی چاہئے کہ نیت کہتے ہیں "ارادۂ قلب" کو، لہذا آپ جو کام بھی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی و رضامندی کیلئے کرنا چاہیں اس کیلئے یہ اہتمام کیجئے کہ وہ کام دل کی خواہش، ارادہ کے ساتھ ہو، غفلت و بے خیالی کی حالت میں کیا ہوا کام خلوص و اخلاص سے خالی سمجھا جائے گا۔ اس آیت کی روشنی میں ہر عبادت کیلئے "نیت (ارادۂ قلب) کا وجوب بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔

۲۔ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور بودھیت وغیرہ مذاہب جو انسانوں کے خود ساختہ اور انسانوں ہی کے نام سے منسوب ہیں یہ سب غلط و ناحق اور گمراہ کن ہیں، جن کے پیرو کافر و مشرک ہیں (قرآن مجید میں ہے "وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ" (یعنی میرا دین محمدی) میرا سیدھا راستہ ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں (مذہبوں) پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے دور ڈال دینگی)

۳۔ انھیں بتلائیے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلمۂ شہادت (اللہ تعالےٰ کے ایک ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول و خاتم الانبیاء ہونے کی شہادت دینا) مطلوب طریقہ پر پابندی کے ساتھ پنجوقتہ نماز پڑھنا۔ ضرورت سے زائد مال کی زکوٰۃ دینا پورے ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ حج کی حیثیت و استطاعت پر حج کرنا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک ستون گر جائے گا تو اسلام کی عمارت گر جائے گی۔

تیسواں درس

۳۰ صفر الخیر | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ اَقْوَامًا مَاقَطَعْنَا وَادِیًا وَلَا وَطِئْنَا مَوْطِئًا یَغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا اَنْفَقْنَا نَفَقَةً وَلَا اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ اِلَّا شَرَکُوْنَا فِیْ ذَالِكَ وَهُمْ بِالْمَدِیْنَةِ فَقِیْلَ لَهٗ کَیْفَ ذَالِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ حَسَبَهُمُ الْعُذْرُ فَشَرَکُوْا بِحُسْنِ النِّیَّةِ۔ (بخاری وابو داؤد)

ترجمۂ حدیث: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں (کہ اس غزوۂ تبوک کے موقع پر) ہم نے جو وادی بھی سفر میں طے کی یا جس ایسے مقام سے گزرے جہاں سے ہمارا گزر جانا جو کافروں کو مشتعل کر دیتا ہو، اور ہم نے جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کیا یا جب کبھی ہم فاقہ اور بھوک میں مبتلا ہوئے، ان میں سے ہر بات میں وہ لوگ مدینہ میں رہتے ہوئے ہمارے شریک رہے ہیں۔ اس بات کو سن کر آپ سے کہا گیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھلا یہ کیسے ہوا؟ (کہ وہ لوگ مدینہ میں رہتے ہوئے ہماری ہر بات اور ہمارے ہر معاملہ میں شریک رہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ انھیں عذر نے ہمارے ساتھ سفر نہ کرنے دیا تھا مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی حسن نیت پر انھیں ہمارے ساتھ اجر و ثواب میں شریک کر دیا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چیستاں اور پہیلی کے انداز میں ان بے سروسامان اور معذور مگر مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے اپنے مختلف اعذار کی وجہ سے دلی خواہش رکھنے کے باوجود غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے

اور مدینہ ہی میں رہ گئے تھے، اور دوسرے حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موسم کی گرمی وشدت، راستے کی تکلیف وصعوبت، بھوک اور فاقہ برداشت کرتے ہوئے غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے، آپ نے فرمایا کہ مدینہ میں رہ جانے والے یہ معذور صحابہؓ اپنے حسن نیت اور دلی خواہش کی بدولت ہمارے ساتھ اجر وثواب میں شریک مالے گئے ہیں۔ انھیں بھی ہمارے ساتھ اجر وثواب ملے گا، کیونکہ یہ معذور تھے۔ کسی کے پاس سواری نہ تھی، کسی کے پاس زادراہ نہ تھا، کوئی مریض تھا۔ مگر دل میں سب کے خواہش جہاد موجود تھی اجر وثواب کے حقدار ہو گئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کا یہ ارشاد سن کر تعجب ہوا۔ تو آپ نے پوری بات سمجھا دی کہ اللہ تعالےٰ ان کے دلی ارادے اور حسن نیت سے واقف ہیں، انکی نیت کو دیکھتے ہوئے اجر وثواب میں شریک کر دیا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اپنے سامعین کو "حسن نیت" کی فضیلت و برکت سمجھایئے، کیونکہ مومن کبھی کبھی اپنے حسن نیت کی بدولت وہ درجہ و مقام حاصل کرلیتا ہے جو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے یہ بات ہر وقت ملحوظ رہنی چاہیئے کہ اللہ ورسول نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان تمام باتوں میں حسن نیت کی ضرورت ہے۔

۲۔ سامعین کے سامنے بخاری شریف کی حدیث "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی" کا مطلب مدعا اچھی طرح بیان کردیجئے۔

۳۔ سامعین کو یہ بات بتادیجئے کہ جو شخص کوئی نیک عمل کیا کرتا تھا پھر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وہ عمل نہ کرسکا تو اسے اس حالت میں پورا اجر دیا جائے گا جیسا کہ اس کام کے کرنے کے وقت دیا جاتا تھا جب وہ قدرت رکھتا تھا، مثلاً کوئی شخص نفل نماز پڑھا کرتا تھا یا نفل روزہ رکھا کرتا تھا پھر وہ مریض ہوگیا یا کوئی سفر پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ عمل نہ کرسکا تو اس کے لئے ویسا ہی اجر لکھا جائے گا۔ جیسا کہ حالت صحت واقامت میں لکھا جاتا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات

۲۰ ر ۴ ر ۱۴۱۹ھ کو اس حصہ کا ترجمہ مکمل ہوا تھا اور

۸ ۱۱/۲۲ م ۱۴۰۳ھ کو طبع ثانی کیلئے اسکی قلمی کتابت کی تصحیح کی گئی۔ ندوی غفرلہ،

پہلا درس

یکم ربیع الاول	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ○ (عنکبوت ۴۳)

ترجمۂ آیت: ہم ان (قرآنی) مثالوں کو لوگوں کے سمجھانے کیلئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

تشریح: یہ آیت سورۂ عنکبوت کی ۴۳ ویں آیت ہے اس سے پہلے کی آیت میں اللہ تعالےٰ نے غیر اللہ یعنی معبودان باطل کو معبود و مقصود بنا لینے پر مشرکین کے عقیدۂ باطل اور گمراہی و خام خیالی کو واشگاف فرمایا ہے۔ اور ان کی اس خام خیالی کو سمجھانے کیلئے مکڑی اور اس کے جالے کی مثال ذکر فرمائی ہے کہ جس طرح مکڑی اپنی خام خیالی اور خود فریبی کے باعث اپنے ہی لعاب اور تھوک سے بنائے ہوئے بودے اور کمزور جالے کو اپنی جان کی حفاظت کیلئے مضبوط قلعہ سمجھ بیٹھتی ہے اسی طرح یہ مشرکین بھی خود اپنے ہی ہاتھوں بنائے ہوئے بے بس و بے اختیار معبودان باطل کو اپنا مشکل کشا و حاجت روا اور اپنے ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک سمجھ بیٹھے ہیں۔

اب اس کے بعد آیت زیر درس میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ "ہم ان قرآنی مثالوں کو اس وجہ سے بیان کرتے ہیں کہ مثالوں کے ذریعہ ابلاغ و تفہیم کا مدعا آسان ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے کہ ہر بات کا سمجھ لینا بھی تو ہر ایک کے بس کا نہیں ہے ان مثالوں کے ذریعہ بات وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو علم و عقل رکھتے ہوں۔ یہ

وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کا عرفان اور اس کے اسرار کا ادراک پوری طرح حاصل ہوتا ہے، یہ لوگ دین و شریعت کے احکام و ہدایت سے بھی واقف و باخبر ہوتے ہیں۔

آیت زیر درس کے آخری فقرہ " وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا الْعَالِمُونَ " پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علم و علماء کا کیا مرتبہ و مقام ہے۔ یہ لوگ وہاں کس درجہ کا فضل و شرف رکھتے ہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر ضمناً و التزاماً یہ حقیقت بھی دریافت ہوجاتی ہے کہ اس کے برعکس جہل و نادانی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کیسے ہیچ و بے وقعت ہیں۔ علم کی فضیلت سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور فرمائیں:

(۱) "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝" (آپ فرمادیں کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟) (۲) "إِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ" (اور وہ ان چیزوں کا علم رکھتا ہے جو ہم نے اس کو سکھادی ہیں) (۳) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (اور اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ (یوں) کہئے کہ اے میرے رب! مجھ کو زیادہ علم دیجئے)۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت کا مطلب وتشریح لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۲۔ اپنے سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ مشرکین غیراللہ کی عبادت وبندگی کی وجہ سے جو کہ سب سے بڑے درجہ کا شرک ہے کتنے بڑے نقصان وخسارے میں رہیں گے؟ اسی بات کو سمجھانے کیلئے اللہ تعالےٰ نے مکڑی اور اس کے جالے کی مثال دی ہے کہ جس طرح مکڑی اپنی نادانی وبے عقلی کی وجہ سے اپنے ہی لعاب اور تھوک سے بنائے ہوئے جالے کو اپنی جان کی حفاظت کیلئے مضبوط قلعہ سمجھ بیٹھتی ہے پھر اسی طرح کا حال مشرکین کا بھی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر ایسے معبودانِ باطل کا سہارا لیتے ہیں جو نہ تو انھیں کوئی نفع ہی پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں کوئی نقصان وضرر پہنچا سکتے ہیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو یہ بات بتا دیجئے کہ ہدایت ونصیحت کے موقع پر بات کو سمجھانے کیلئے "ضرب الامثال" اور کہاوت کا استعمال چونکہ مفید ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے بھی قرآن مجید میں "ضرب الامثال" بیان کی ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو علوم شرعیہ دینیہ کی فضیلت بتائیے اور سمجھائیے کہ علم شرعی کی بدولت انسان کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بہت بلند ہو جاتا ہے اور اس کے برخلاف جو شخص علوم دینیہ سے محروم اور بے بہرہ ہوتا ہے وہ بالکل ہی بے عزت وبے وقعت جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر قرار پاتا ہے۔

دوسرا درس

۲ ربیع الاول | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ طَلَبَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَا یَتَعَلَّمُہٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِہٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: جس شخص نے ایسا کوئی علم حاصل کیا جو اللہ تعالٰی کی رضا وخوشنودی کے لئے حاصل کیا جاتا ہے مگر اس شخص کی غرض تعلیم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ صرف دنیا ہی کمائے گا تو یہ شخص روز قیامت جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

تشریح: اللہ تعالٰی کی رضامندی وخوشنودی والا علم صرف قرآن وسنت کا علم ہے کیونکہ کتاب وسنت ہی کے ذریعہ اللہ تعالٰی کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی علم سے اللہ تعالٰی کے نزدیک محبوب ومطلوب باتوں اور کاموں کا علم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کے نزدیک ناپسند، مکروہ وحرام باتوں سے واقفیت وباخبری ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ہمیں کتاب وسنت ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نیک بندوں اور اپنے اولیاء کے لئے آخرت میں کیا کیا انعامات اور کیسی کیسی نعمتیں رکھی ہیں، اور اپنے دشمنوں (مشرکین وکفار) کے لئے آخرت میں کیسی کیسی سزائیں اور دوزخ میں کیسے کیسے عذاب رکھے ہیں، کتاب وسنت ہی کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالٰی کی وہ عبادات اور اس کا طریقۂ ادا معلوم ہوتا ہے جس کے لئے اللہ تعالٰی نے تمام جن وانس کی تخلیق کی ہے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ان باتوں سے واقفیت کیلئے جس طرح کتاب وسنت کا علم ضروری ہے اسی طرح ان علوم کی طلب وتحصیل بھی ضروری ہوگی جو کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے کیلئے ضروری ہوتے ہیں مثلاً عربی زبان اور اسکی لغات کا علم اور اس سے متعلق دوسرے علوم وفنون (صرف ونحو، معانی وبیان اور بدیع وغیرہ) اور دین وشریعت میں آئی ہوئی تمام تفصیلات اور مختلف متعارض احکام میں طریقۂ تطبیق سے واقفیت بھی ضروری قرار پائے گی۔

حدیث زیر درس کی رو سے یہ جملہ علوم وفنون اللہ تعالٰی کی رضا وخوشنودی کیلئے حاصل کئے جانے چاہئیں۔

اب اگر کوئی شخص ان خالص دینی علوم کو تحصیل دنیا اور کسب مال وزر کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ اسی وجہ سے دینی علوم کے طالب کیلئے یہ واجب ہے کہ وہ ان علوم کو صرف اللہ تعالٰی کی رضا ہی کیلئے حاصل کرے یہ دینی علوم تحصیل دنیا کیلئے ہرگز حاصل نہ کرے۔ ہاں اگر کوئی شخص دنیاوی علوم (مثلاً علوم ہندسہ (جامیٹری) علم طب (ڈاکٹری) علم کیمیا (کیمسٹری) اور کسی قسم کی صنعت وحرفت کو بھی اللہ تعالٰی کی خوشنودی کی نیت سے اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کی نیت سے حاصل کرتا ہے (جو اس وقت جبکہ مادیت کا غلبہ ہے بہت ہی نادر ہے) تو یہ شخص بھی ان دنیاوی علوم کی طلب میں مستحق اجر وثواب ٹھہریگا۔

اور اگر ان علوم کی طلب میں خدا تعالٰی کی خوشنودی اور خلق خدا کی خدمت کی نیت نہیں ہے صرف دنیا کمانے ہی کی نیت سے سیکھتا ہے (جو اس دور مادیت کا عین تقاضا ہے) تو پھر یہ شخص علوم کی طلب میں اجر وثواب کا مستحق تو نہ ہوگا مگر چونکہ یہ علوم اپنی ذات میں کوئی برائی نہیں رکھتے (اسی وجہ سے انھیں جائز ومباح کہا گیا ہے) تو وہ شخص گناہگار بھی نہ ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث کا مطلب اور تشریح لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیں۔

۲۔ اپنے سامعین کو سمجھائیے کہ دینی امور میں اور علوم دین کی طلب میں اللہ تعالےٰ کی رضا و خوشنودی کی نیت (جسے اخلاص کہتے ہیں) واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علوم شرعی کی تحصیل کے وقت اللہ تعالےٰ کی رضا کی نیت کے ساتھ ساتھ دنیا حاصل کرنے کی بھی نیت رکھے گا تو یہ اخلاص کے منافی ہوگا اور قبول نہ ہوگا۔ ایسے شخص کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ مخلص ہی سے قبول فرماتے ہیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو علم دین اور علم شریعت و احکام کی فضیلت و ضرورت سے آگاہ کیجئے۔ حدیث شریف میں علم دین کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہیں:۔

(الف) ایک عالم شخص صرف عابد محض پر ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسی میری (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) فضیلت تم لوگوں کے کسی ادنیٰ درجہ کے مسلمان پر ہے۔ (ب) اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے اور تمام اہل زمین و اہل آسمان یہاں تک کہ بل (سوراخ) میں چیونٹیاں اور پانی میں مچھلیاں ایسے لوگوں کیلئے رحمت و مغفرت طلب کرتے ہیں جو لوگوں کو نیکیوں اور بھلے کاموں کی تلقین کرتے ہیں۔

اس دوسری حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تحصیل علم کے وقت لوگوں کو تعلیم دینے کی نیت بھی ہونی چاہیے۔

۴۔ انھیں یہ بھی بتلائیے کہ علم دین سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے تاکہ ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کیسے کرے گا۔ اس کا طریقہ معلوم نہ ہوگا تو کیسے عبادت کرے گا۔ پھر عبادت کے بغیر کیسے جنت میں داخل ہو سکے گا پھر تو نقصان ہی نقصان ہوگا۔

تیسرا درس ۳

درس قرآن مجید	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	۳ ربیع الاول

آیت شریفہ: لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ○ (تکاثر)

ترجمۂ آیت: تم لوگ ضرور بالضرور دوزخ دیکھو گے، پھر اسے کھلی آنکھوں دیکھو گے۔ پھر اس دن تم لوگوں سے نعمتوں کی بابت سوال کیا جائیگا۔

تشریح: اللہ تعالےٰ اپنی عزت وجلالت کی قسم کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ اور قسم کا یہ مفہوم اس "لام" سے سمجھا جا رہا ہے جو "لَتَرَوُنَّ" میں لایا گیا ہے۔ کیونکہ اہل عرب اس "لام" کو یا تو "لام قسم" کہتے ہیں یا اسے "جواب قسم کا لام" کہتے ہیں اور قسم کو محذوف مانتے ہیں۔ اصل عبارت یوں مانی جائے گی:۔

"وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ" میری عزت وجلال کی قسم ہے کہ تم لوگ یقینی طور پر دوزخ دیکھو گے۔ "جحیم" آگ کو کہتے ہیں۔ (یعنی آتش دوزخ)

اور دوزخ کی یہ رویت میدان حشر میں ہوگی، جب ساری مخلوق میدان حشر میں اللہ تعالےٰ کے حکم وفیصلہ کے انتظار میں کھڑی ہوگی تو اس وقت "دوزخ" سب کے سامنے لائی جائے گی اور سب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے "وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغَاوِیْنَ" یا یہ آیت "وَجِیْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ" (ترجمہ: اور گمراہ لوگوں کے لئے دوزخ سامنے لائی جائے گی۔ اور اس دن دوزخ کو لایا جائے گا۔)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد " ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ " کا مطلب یہ ہے کہ اس روز تم سب لوگ دوزخ کو اپنی چشم سر سے کھلی آنکھوں دیکھو گے، اس لیے یہ رویت بالکل یقینی ہوگی کہ " عین الیقین" کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ " پھر تم سب سے اس دن اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ تمھاری عقل، سماعت، بصارت، کان، آنکھ، زبان (قوت ذائقہ) ہر قسم کی ماکولات، مشروبات، لباس و پوشاک، سواری و مکان وغیرہ کی بابت جو اللہ تعالیٰ نے انعام فرمائی ہیں پوچھا جائے گا کہ کیا ان نعمتوں کا شکر ادا کیا ہے؟ ان نعمتوں کو ان کے جائز محل و مصرف میں استعمال کیا ہے؟ تو اگر لوگوں نے ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی ہے اس کا شکر ادا کیا ہے تو وہ شکر گزار مانا جائے گا اور شکر گزاروں کے ساتھ کامیاب ہو جائے گا۔ اور اگر ان نعمتوں پر ناشکری کی ہے تو وہ کافر و خاسر ہو کر کافروں میں شمار ہوگا۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ کی مندرجہ بالا تشریح ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے اور سامعین کو اس کے ایک ایک جملہ کا مطلب تھوڑا تھوڑا کر کے اس طرح سمجھائیے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۔ لوگوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں متعدد قسموں پر منقسم ہیں۔ منجملہ ان کے صحت و تندرستی اور فارغ البالی اور مطمئن رہنا بھی نعمت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ " (بخاری شریف)

اسی طرح اللہ تعالٰی کی نعمتوں میں سے "عافیت" بھی ہے۔ یہاں تک کہ ٹھنڈا پانی بھی نعمت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے کھجوریں کھائیں اور ٹھنڈا پانی پیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ (کھانا پینا) بھی ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تم سے سوال کیا جائیگا۔ (مسلم)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالٰی کا شکر زبان سے اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا کرنے سے اور دل میں انعام فرمانے والے کا اعتراف کرنے سے ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اللہ تعالٰی کی ہر نعمت اسی مقصد میں صرف کی جائے جس کیلئے وہ بندوں کو دی گئی ہے۔

مثلاً مال کی نعمت ہے تو اس لئے ہے کہ وہ اس مصرف میں صرف ہو جو مصرف اللہ تعالٰی کو پسند ہو۔ یا مثلاً سماعت (کان) کی نعمت اس لئے دی گئی ہے کہ اس سے صرف پسندیدہ اور جائز باتیں سنی جائیں۔ ناجائز باتیں اور ناجائز گانے نہ سنے جائیں۔

اسی طرح زبان کی نعمت ہے، اس سے صرف حق بات کہی جائے، ناجائز و ناحق بات نہ کہی جائے۔ یہی صورت نعمت بصارت (آنکھ) کیلئے بھی ہے کہ آنکھیں صرف جائز چیزوں کو دیکھیں، ناجائز منظر ہو تو آنکھیں بند کرلی جائیں ان پر نگاہ نہ ڈالی جائے۔

چوتھا درس

۴ ربیع الاول	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَ اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَ اَنْفَقَہٗ وَعَنْ عِلْمِہٖ مَاذَا عَمِلَ فِیْہِ

(رواہ البزار والطبرانی باسناد صحیح)

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن کسی بھی بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہ اٹھیں گے جبتک کہ اس سے ان چار باتوں کا سوال نہ ہوجائے۔ اس کی عمر سے متعلق سوال ہوگا کہ عمر کن کاموں میں صرف کی؟ اس کی جوانی سے متعلق سوال ہوگا کہ جوانی کن باتوں میں گزاری؟ اس کے مال سے متعلق سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس کے علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟۔

تشریح: حدیث شریف کے پہلے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جبتک ان سوالوں کے جوابات نہ دیگا وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر جنت یا دوزخ میں نہ جائے گا۔ بندے سے یہ سوالات اللہ تعالٰے فرمائیں گے۔ اس موقع پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ انسان کی عمر سے متعلق سوال ہوجانے کے بعد اس کی جوانی سے متعلق سوال کیوں ہوگا؟ جبکہ جوانی بھی عمر ہی کا ایک حصہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطور ذکر الخاص بعد العام لایا گیا ہے۔ جوانی چونکہ قوت و طاقت اور جدوجہد کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے اگر کوئی شخص زمانۂ شباب میں سدھرا اور سنبھلا رہا تو غالب گمان یہی کیا جائے گا کہ

وہ اسی صلاح پر مستقیم بھی رہا ہوگا۔ اور اگر کوئی جوانی ہی میں بگڑ گیا تو عام طور پر اس کا سدھار مشکل ہو جاتا ہے۔

مال سے متعلق صرف اس کی آمد و خرچ کا سوال نہ ہوگا بلکہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ مال کس ذریعہ سے آیا تھا؟ وہ ذریعہ جائز اور مشروع تھا یا ناجائز ذریعہ تھا؟۔ پھر خرچ کا سوال ہوگا کہ وہ مال کن مصارف میں خرچ کیا۔ اگر آمدنی بھی جائز تھی اور خرچ بھی شریعت کی حدود میں کیا تو نجات پا گیا ورنہ ہلاک ہوگیا۔

آخری سوال علم پر عمل سے متعلق ہوگا کہ جو علم حاصل کیا تھا اس پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں ؟ اگر علم پر عمل کیا تھا تو کامیاب ہو جائے گا ورنہ ناکام ہوگا۔ علم پر عمل کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علم دوسروں تک پہنچائے بھی اور کوشش کرے کہ وہ بھی عمل کریں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی تشریح پڑھیے اور اس کے ایک ایک جملہ کا مفہوم سمجھائیے کہ لوگ ہر جملہ کا مطلب سمجھ لیں۔

۲۔ لوگوں کو موت اور بعث و جزا کی یاد دہانی کرائیے اور انھیں سفر آخرت کے لئے اعمال صالحہ کا "زادِ سفر" تیار کرنے کے لئے متوجہ کیجئے۔

۳۔ لوگوں کو نصیحت کیجئے کہ وہ ان چاروں سوالات کی جواب دہی کے لئے پورے حزم و احتیاط کے ساتھ تیار رہیں ان سے ہرگز

غفلت نہ برتیں، تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عتاب وعذاب سے نجات حاصل کر کے داخلۂ جنت کیلئے کامیاب ہو جائیں۔

۴۔ سامعین کو یہ بات بتا دیجئے کہ علم کی طلب تو واجب ہے ہی مگر اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینا اس سے بھی زیادہ بڑھ کر واجب ہے لہذا اس معاملہ میں پوری طرح چوکنا رہیں۔ جو شخص علم حاصل کرے وہ اس پر عمل بھی کرنے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔

پانچواں درس

۵ ربیع الاول	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ○ (آل عمران، ۹۷)

ترجمہ آیت: اور لوگوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خانۂ کعبہ (بیت اللہ) کا حج ضروری ہے جو شخص وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو شخص کفر کرے تو اللہ تعالیٰ یقینی طور پر عالم والوں سے بے نیاز ہیں۔

تشریح: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود نے جب خلاف حقیقت یہ دعویٰ کیا کہ سب سے پہلی مسجد بیت المقدس ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کی تردید فرماتے ہوئے ان کی تکذیب کی اور فرمایا:۔

"إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ" (سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کیلئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے جو سارے عالم والوں کیلئے مبارک اور ہدایت کا گھر ہے) "فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا" (اس میں کھلی ہوئی نشانیاں مقام ابراہیم ہے اور جو بھی اس میں داخل ہو وہ امن میں آگیا) اس کے بعد زیر درس آیت ارشاد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیت اللہ کا حج اہل ایمان پر ایسے صیغہ کے ساتھ فرض کیا جو ایجاب اور فرض کے مفہوم میں سب سے زیادہ تاکید رکھنے والا صیغہ ہے۔ یعنی یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک حق واجب ولازم ہے جو اس کے تمام بندوں پر عائد ہوتا ہے اور وہ

حق یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس کے بیت حرام کا حج کریں یعنی اس کی زیارت کریں اور اس سے متعلق خاص مناسک ادا کریں۔ لیکن چونکہ بیت اللہ دنیا کے متعدد خطوں سے بعید علاقہ میں ہے اور ہر شخص حج پر قادر نہیں ہو سکتا، تو اس کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔ جس کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس کے پاس وہاں تک جانے کیلئے سواری ہو اور اپنی خوراک اور متعلقین کی خوراک کا بندوبست ہو۔

آگے فرمایا، "وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ" (اور جس نے کفر کیا (یعنی اللہ ورسول کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں روگردانی کی تو اس کا وبال اسی پر آئے گا اللہ تعالیٰ تو سارے جہانوں سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ کی تشریح اطمینان وسکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیے اور علٰحدہ علٰحدہ ہر جملہ کا مطلب اس طرح سمجھائیے کہ انھیں پوری آیت کا مجموعی مفہوم محفوظ ہو جائے۔

۲۔ سامعین کو بتائیے کہ حج کے ارکان چار ہیں (۱) احرام (مرد کو) سلے ہوئے کپڑے اتار دینا (تہمد اور چادر پہننا اور اوڑھنا) اور احرام کے وقت تلبیہ (لبیک) کہنا۔ (یہ احرام میقات پر یا اس سے پہلے ہی باندھا جائیگا) (۲) نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے کسی وقت میں عرفات میں حاضر ہونا۔ (۳) طواف افاضہ کے سات شوط (پھیرے)

(۴) صفا و مروہ کے مابین سات پھیرے کرنا (اسے سعی کہتے ہیں۔)

۳۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ حج میں کچھ باتیں واجب بھی ہیں جن کے چھوٹ جانے پر دم دینا (قربانی کرنا) پڑتا ہے۔ وہ یہ ہیں : (۱) نویں دسویں ذی الحجہ کی درمیانی رات میں مزدلفہ میں قیام کرنا (۲) عید کی صبح کو جمرۂ عقبہ میں رمی کرنا (سات کنکریاں مارنا) (۳) گیارہویں بارہویں تاریخ میں تینوں جمرات میں رمی کرنا اور واپسی کی جلدی نہ ہو تو تیرہویں کو بھی رمی کرنا (سات کنکریاں ہر جمرہ کو ماری جائیں گی اور ہر بار تکبیر بھی کہی جائے گی۔)

۴۔ انھیں یہ بھی بتا دیجئے کہ حالت احرام میں کچھ باتوں سے پرہیز بھی ضروری ہے مثلاً بال منڈوانا یا کتروانا، ناخن کاٹنا، سر پر ٹوپی یا کپڑا استعمال کرنا، خوشبو کا استعمال کرنا، مباشرت کرنا یا ایسی باتیں کرنا جن سے اس کا تقاضا پیدا ہو شکار کرنا، اگر شکار کیا تو اسی کے مثل جانور کی قربانی کرے۔ مباشرت کرلی تو حج فاسد ہو گیا۔ اگلے سال قضا کرے۔ اور بقیہ جنایتوں میں فدیہ واجب ہے۔ تین روزے رکھے یا چھ فقیروں کو کھانا کھلاوے، یا بکری کی قربانی کرے (تفصیل کیلئے حج سے متعلق کتابیں دیکھیں)

چھٹا درس

۱۶ ربیع الاول	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ جِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: سب سے افضل اعمال اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، پھر اس کے بعد لائق قبول حج کرنا ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں "الاعمال" کا لفظ آیا ہے جس سے آپ کی مراد اعمال صالحہ ہیں۔ خواہ وہ ایسے اعمال ہوں جو دل سے تعلق رکھتے ہوں جیسے اعتقادات، اور دلی ارادے اور نیات، یا وہ ایسے اعمال ہوں جو از قبیلہ اقوال ہوں جیسے سچی بات کہنا، سچی گواہی دینا، تلاوت قرآن کرنا، ذکر یا دعا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (بھلائی کی تبلیغ، برائی سے روکنا وغیرہ) یا وہ ایسے اعمال ہوں جو ہاتھ پیر سے کئے جائیں جیسے جہاد، حج، نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، اسلامی حکومت میں سرحدوں کی حفاظت۔

اعمال کے اس وسیع مفہوم کو نظر میں رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین اعمال سب سے افضل ہیں اور ان میں سے سب سے افضل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان ہے۔ ایمان کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے، کیونکہ ایمان کے بغیر دوسرے نیک اعمال مقبول و معتبر ہی نہیں ہوتے۔ بے فائدہ رہتے اور اکارت جاتے ہیں۔ ایمان کے بعد جہاد

کا ذکر کیا ہے جس میں ہر طرح کا جہاد شامل ہے۔ بے عمل اور بدعمل لوگوں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جدوجہد کرنا، کافروں کے ساتھ دین کی دعوت کی محنت کرنا اور انکار پر ان سے جہاد و قتال کرنا۔ ان کے علاوہ خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ نفس کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کو اختیار کرے اور انکی ناپسند چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔ تیسری چیز "حج مبرور" ہے، حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حکم کی رعایت کرتے ہوئے ادا کیا جائے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے پرہیز کیا جائے، اعمال خیر کی کثرت کی جائے۔ ایسے حج کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج مبرور کی جزا تو صرف جنت ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور مباشرت اور فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوا، تو وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح وہ اپنی پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی مندرجہ بالا تشریح ہر جملہ پر ٹھہرتے ہوئے اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں کو سنائیے اور ہر جملہ کو مزید سہل و آسان انداز میں لوگوں کو سمجھائیے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ "افضل اعمال" صرف یہی تین اعمال نہیں ہیں بلکہ

ان کے علاوہ بھی کچھ اور اعمال ہیں جنھیں حدیث شریف میں "افضل اعمال" فرمایا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اپنے وقت مقررہ پر ہی نماز ادا کی جائے۔

۳۔ اپنے سامعین کو آگاہ کیجئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا راز اس محنت و مشقت اور ان مالی اخراجات میں پوشیدہ ہے جسے مجاہد بطیب خاطر برداشت کر رہا ہے۔

۴۔ انھیں یہ بھی ذہن نشین کرا دیجئے کہ "مجاہد" کے ساتھ "فی سبیل اللہ" کی قید احترازی ہے۔ اگر یہ قید و شرط دل سے ملحوظ نہ رہی تو مجاہد کو محنت و مشقت برداشت کرنے اور جان و مال خرچ کرنے پر کوئی ثواب نہ ملیگا۔ یہ بات تو ہر حال میں معلوم ہی ہے کہ تمام اعمال اسی وقت صحیح و درست اور مقبول و معتبر ہوتے ہیں جب وہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہوں اور چونکہ جہاد کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ صرف اللہ تعالےٰ کیلئے ہو، دکھاوے (ریا) کیلئے یا شہرت اور نام و نمود (سُمعہ) کیلئے نہ ہو۔ اسی طرح جہاد میں مال غنیمت ملنے کی بھی نیت نہ ہونی چاہیئے، اسی طرح اپنے قبیلے و خاندان وغیرہ کی حمایت کا جذبہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔

ساتواں درس

۷، ربیع الاول | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ : وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۚ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۚ (بقرہ ۱۹۶)

ترجمہ آیت : اور حج وعمرہ کو اللہ کیلئے پورا کرو۔ پھر اگر گھر جاؤ جو بھی قربانی کا جانور میسر ہو (اسے پیش کر دو) اور جب تک قربانی اپنے مقام (ذبح) تک نہ پہنچے اپنے سر نہ منڈاؤ۔

تشریح : اللہ تعالیٰ اس آیت میں اہل ایمان بندوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اے مومن بندو! تم لوگ حج یا عمرہ (کا احرام باندھ کر جب شروع کرتے ہو تو اسے) اللہ کیلئے پورا کرو۔ کیونکہ مانع شرعی کے بغیر احرام باندھ کر حج وعمرہ کو بیچ ہی میں ادھورا چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔

اور وہ مانع شرعی "احصار" ہے اور "مرض شدید" ہے۔

اور جس طرح یہ ضروری ہے کہ حج وعمرہ کو تمام کیا جائے، اس کا ہر جز پورے طور پر ادا کیا جائے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی ادائیگی اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کیلئے ہو، ان کی ادائیگی کے دوران غیر اللہ کی طرف مطلق التفات نہ ہونا چاہیئے۔ آیت میں آئے ہوئے لفظ "اَتِمُّوْا" کا یہی تقاضا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ" یعنی اگر حج وعمرہ کرنے سے

کوئی زبردست مانع یا رکاوٹ پیش آجائے۔ یہ "احصار" عام طور پر تو دشمن کی شکل میں ہوتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کفار قریش نے ۶ھ میں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ (لیکن کبھی کبھی دوسری وجوں سے بھی احصار ہو جاتا ہے۔)

اس کے بعد فرمایا "فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ" یعنی اگر احرام باندھنے کے بعد احصار ہو جائے تو جو جانور تم کو میسر ہو (بکری، گائے، اونٹ) اس کی وہیں حدود حرم میں قربانی کرو اور قربانی کے بعد احرام کھول دو، یعنی حلق یا قصر کے بعد حلال ہو جاؤ، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ نے حدیبیہ میں کیا تھا، اور عام حالات میں جب تک قربانی کا جانور اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اور اس کی قربانی نہ ہو جائے اس وقت تک حلق یا قصر نہ کرو اور احرام سے باہر نہ ہو، بلکہ قربانی کے بعد ہی حلق یا قصر کر کے احرام کھولنا چاہئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت کی جو تشریح کی گئی ہے اس کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر سنایئے کہ حاضرین آیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۔ حاضرین کو بتایئے کہ عمرہ کے ارکان و شرائط تین ہیں: احرام و تلبیہ، طواف کعبہ صفا و مروہ کے درمیان سعی۔ اور ان کے بعد حلق یا قصر واجب ہے۔

۳۔ حاضرین کو یہ بھی بتایئے کہ آیت میں "ہدی" کے لئے جس محل کا ذکر ہے اس سے مراد مکہ ہے، مکہ کے حدود حرم میں کہیں بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

۴۔ سامعین کو بتایئے کہ آیت میں حج و عمرہ کیلئے اتمام کا جو حکم دیا گیا ہے وہ صرف حج و عمرہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جملہ عبادات کے لئے یہی حکم ہے کہ کسی بھی عبادت کو شروع کرنے کے بعد ناتمام حالت میں ختم کر دینا حرام ہے اور اس کی قضا واجب ہے۔ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو ناتمام حالت میں ختم کرنا حرام نہ ہوگا مگر قضا بہر حال واجب رہے گی۔

۵۔ حاضرین و سامعین کو یہ بات بھی اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ جملہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص ضروری ہے۔ عبادات کا آغاز بھی اخلاص پر مبنی ہونا چاہیئے اور اس کا کمال و اتمام بھی اخلاص پر ہونا چاہیئے۔

آٹھواں درس

درس حدیث شریف	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ماہ ربیع الاول

حدیث شریف: وَالْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔ (بخاری)

ترجمۂ حدیث: ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک جو چھوٹے موٹے گناہ ہو گئے ہوں گے یہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور حج مبرور (وہ حج جس میں حج مقبول کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں جو صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے جملہ ارکان کے ساتھ ادا کیا گیا ہو) اس کی جزا تو صرف جنت ہی ہے۔

تشریح: حدیث شریف میں عمرہ کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے کہ عمرہ کی بدولت وہ تمام چھوٹے موٹے گناہ جو دو عمروں کے درمیان ہو گئے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں تو یہ فضیلت اس عمرہ کی بیان کی گئی ہے جو تمام شرائط و فرائض اور واجبات و آداب کی رعایت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کامل و مکمل ادا کیا گیا ہو اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں ملنے والا ثواب ہو۔ دکھاوا اور ناموری مقصود نہ ہو، تو ایسے عمرہ کا ثواب اور فضیلت یہ ہے جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔ اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ احادیث میں جہاں کہیں کسی عبادت پر گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے حضرات محدثین و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب یہی بتایا ہے کہ ایسی حدیثوں میں صغیرہ گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ کبائر کی مغفرت کے لئے صدق دل سے توبہ ضروری ہے۔ اور یہ توبہ بھی

اس وقت کارآمد ہوگی جب وہ گناہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں، حقوق العباد کے گناہوں میں صاحب حق سے معافی حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر "حج مبرور (مقبول) کی جزا تو جنت ہی ہے" اہل ایمان کو ایک عظیم خوشخبری دیدی کہ جس شخص نے حج کے تمام شرائط و آداب ملحوظ رکھتے ہوئے حج کر لیا تو اس کے گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ حج کے انعام میں اسے جنت بھی ملے گی جس سے بڑھ کر کوئی دوسری جزا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جنت دار السلام بھی ہے اور دار الابرار بھی ہے۔ اور جس کی نعمتیں حد سے زائد ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر بات تو یہ ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس کے قرب و دیدار کی نعمتیں بھی ملیں گی۔ اَللّٰھُمَّ ارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ اس حدیث شریف کی تشریح کا ایک ایک جملہ تفسیر و توضیح کے ساتھ لوگوں کو سنائیے

۲۔ لوگوں کو بتائیے کہ عمرہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کی جائے، اس کا طواف کیا جائے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جائے، پھر سر کے بال منڈوا کر یا کتروا کے احرام ختم کر دے۔ عورت انگلیوں کی پور کے برابر بال کتر لے۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ عمرہ کو کبھی حج کے ساتھ ملا لیتے ہیں اور کبھی حج سے پہلے عمرہ کرتے ہیں اور جب اس سے فارغ ہو جاتے ہیں تو حج کا احرام باندھتے ہیں اسی کو تمتع (بالعمرۃ الی الحج) کہا گیا ہے۔ حج تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہوتی ہے یا تو ایک بھیڑ، بکری قربانی کرے یا بڑے جانور (گائے، بھینس، اونٹ)

کے ساتویں حصہ کی قربانی کرے۔ اور اگر قربانی نہ کر سکے تو تین روزے وہیں ایام حج میں رکھے اور سات روزے اپنے گھر واپس آجانے کے بعد رکھے۔
(مصنف کے بیان کے مطابق) حج کی افضل صورت یہ ہے کہ صرف عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ ادا کر کے وطن واپس آجائے پھر مستقل طور پر حج کا سفر کرے اور "حج افراد" ادا کرے۔

(اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "حج قران" افضل ہے، یعنی ایک ہی احرام سے پہلے عمرہ کرے اور اسی احرام سے حج بھی ادا کرے۔ اس کے بعد وطن واپس ہو۔)

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ "مکہ" اللہ تعالےٰ کا قابل احترام شہر ہے، وہاں معصیت بہت ہی زیادہ بری اور اس سے بچنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ لہذا وہاں گناہوں کا ارتکاب ہرگز نہ ہو، نہ گناہ کبیرہ ہو نہ صغیرہ۔ بلکہ وہاں تو کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ" (ترجمہ: اور جو شخص بھی ظلم کے ساتھ الحاد (بے دینی) کا ارادہ کرے (اور مرتکب معصیت ہو جائیے) ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔)

۵۔ انھیں بتائیے کہ طواف کے بعد کی دو رکعت نماز ہر طواف کے بعد پڑھی جائیگی۔ اگر کوئی شخص دس بار طواف کرتا ہے تو ہر طواف پورا ہونے پر اسے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہی فرمایا ہے "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى" (مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو) اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل رہا ہے۔

نواں درس

درس قرآن مجید | قولُ اللهِ تَعالیٰ عزّوجلّ | ورنیع الاول

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (المائدہ ۹۴)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمھارا امتحان بھی لیں گے، جن جانوروں تک تمھارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ کو (ظاہر میں بھی) یہ علم ہو جائے کہ کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، اس (ممانعت) کے بعد جو شخص حد سے تجاوز کریگا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے مومن بندوں کو مخاطب بناتے ہوئے انھیں خبردار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ" اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کا امتحان لے کر ان کی جانچ کرے کہ ان میں سے کون اللہ تعالیٰ سے غائبانہ طور پر خوف کرتا ہے۔ اور وہ امتحان اس طرح ہوگا کہ حالت احرام میں شکار کے جانور محرم کے قریب بھی کبھی کبھی آجائیں گے کہ محرم اگر چاہے تو انھیں یونہی ہاتھ سے پکڑ لے یا نیزے سے شکار کرلے۔ (ایسی صورت میں) جو شخص اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرتا ہوگا تو وہ اس صورت میں جانور کا شکار نہ کرے گا کہ حالت احرام میں شکار ممنوع ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ رکھتا ہوگا وہ اس ہاتھ آئے ہوئے شکار کو شکار کرلے گا اور

اس طرح وہ خود معصیت کا شکار ہو جائے گا۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کا مزہ چکھے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ مذکورہ کی تشریح کا ایک ایک جملہ اچھی طرح اس تفسیر و توضیح کے ساتھ لوگوں کو سنائیے کہ سب لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۔ سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے (امت محمدیہ کے) مومنوں کا امتحان لیا ہے کہ محرم ہونے کی حالت میں کوئی شکار نہ کرے۔ اور نہ حرم کی سرزمین میں کوئی شکار کرے۔ جیسا کہ پچھلے زمانہ میں بنی اسرائیل کا امتحان لیا تھا کہ ان پر سنیچر کے دن مچھلیوں کا شکار حرام کر دیا تھا۔ انھوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ (سنیچر کو اپنے گڈھوں میں مچھلیاں اکٹھی کر لیتے پھر دوسرے دن شکار کر لیتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے اسکی وجہ سے انھیں مسخ کر دیا، بندر اور خنزیر کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ پھر اسی حالت میں وہ مر گئے۔ اور امت محمدیہ کے اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی، نہ حرم میں شکار کیا نہ حالت احرام میں شکار کیا۔ تو یہ امت نجات پا گئی (اور ایسے بھی اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو ایسے عذاب سے محفوظ بھی فرما دیا ہے۔)

۳۔ اگر کسی شخص نے حرم میں حالت احرام میں شکار کر لیا تو اس کے ذمہ اسکی جزا واجب ہو گی اور اس جزا کا تعین دو صاحب عدل اہل ایمان کریں گے چنانچہ شتر مرغ کا شکار کرنے والے پر اونٹ کی جزا واجب ہو گی اور نیل گائے کا

شکار کرنے پر گائے کی جزا واجب ہوگی۔ اور ہرن کے شکار پر بھیڑ / بکری کی جزا ہوگی۔

اس جزا والے جانور کو اگر وہ چاہے تو مکہ لے جا کر وہاں صدقہ کر دے یا چاہے تو اس کی قیمت سے کھانا تیار کر کے صدقہ کر دے۔ اور اگر چاہے تو ہر "آدھے صاع گیہوں" کے بدلہ میں ایک روزہ کا حساب لگا کر اتنے دنوں کا روزہ رکھے۔

جزا کے متعلق یہ دونوں باتیں اس آیت میں بتائی گئی ہیں "وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَالِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ" (مائدہ ۹۰)

(ترجمہ: اور جو کوئی تم میں سے ان کو جان کر مارے تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے جانور کے برابر کا مویشی جانوروں سے جو تجویز کریں تم میں سے دو معتبر آدمی، اس طرح کہ وہ بدلہ کا جانور بطور نیاز کعبہ تک پہنچایا جائے۔ یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے، تاکہ سزا چکھے اپنے کام کی۔

دسواں درس

۱۰ ربیع الاول	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: خَمْسٌ یُقْتَلْنَ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَمِ اَلْحَیَّۃُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَۃُ وَالْکَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحِدَاۃُ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمۂ حدیث: یہ پانچ جانور ہیں جو حدود حرم میں مارے جاسکتے ہیں (ان کا مارنا حالتِ احرام میں جائز ہے) سانپ، بچھو، شکاری کوا (جو ہلکے رنگ کا ہوتا ہے) اور چوہا، اور کٹکھنا کتا اور چیل۔

تشریح: حیّہ عام سانپ کو کہتے ہیں، مراد سانپ کی ہر قسم ہے۔ اژدہا اور اجگر سانپ، کالا ناگ، سب ہی مارے جاسکتے ہیں۔ عقرب بچھو کو کہتے ہیں۔ الغراب الابقع وہ کوا ہے جس کے بعض پر سیاہ اور بعض پر سفید ہوتے ہیں۔ فارہ چوہے کو کہتے ہیں جو فطری طور پر نقصان اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور کلب عقور، وہ کتا جو دانت سے کاٹ لیتا ہو۔ چیل مشہور شکاری پرندہ ہے۔

ان پانچ جانوروں کو حرم میں بھی قتل کرنے کی اجازت ہے۔ اور یہ اجازت اسی وجہ سے دی گئی ہے کہ عام طور پر ان سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ان جانوروں کے علاوہ بھی کوئی جانور اذیت پہنچائے تو اسے بھی مارا جاسکتا ہے۔ (جیسے بعض بھیڑیے، لکڑبگھے وغیرہ آدم خور بن جاتے ہیں۔)

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی مذکورہ تشریح کو اطمینان کے ساتھ اس طرح پڑھئے کہ ہر جملہ پر ٹھہر کر اسے اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ سننے والے پوری بات سمجھ لیں۔

۲۔ انھیں یہ بات اچھی طرح جتلا دیجئے کہ حدیث مذکور میں نامزد پانچ جانوروں کے علاوہ دوسرے کسی جانور کو مارنا محرم کیلئے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ موذی ہو۔ ہاں اگر جو شخص محرم نہ ہو وہ کسی موذی جانور کو (جو ان مذکورہ پانچ جانوروں کے علاوہ ہو) حرم میں مار سکتا ہے۔ لیکن غیر موذی جانور کو حرم میں کوئی بھی نہیں مار سکتا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"بیشک یہ شہر (مکہ) ایسا شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین پیدا فرمایا تھا اسی دن اس شہر کو "شہر محترم" ٹھہرا دیا تھا لہذا اللہ تعالیٰ کی حرمت کے باعث یہ شہر حرام رہے گا۔ نہ اس میں شکار کیا جائے گا، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے نہ گھاس کھودی جائیگی۔

۳۔ انھیں یہ بات بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جو بھی ایذا دے گا وہ کسی طرح قابل احترام نہیں ہے، چاہے وہ انسان ہو یا حیوان ہو۔ لہذا اگر کوئی شخص حرم میں آمادۂ قتل و قتال ہو جائے تو اس سے قتال کیا جائے اور اسے قتل کر دیا جائے۔ اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔

گیارہواں درس

۱۱ ربیع الاول	قَولُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ○ (مائدہ ۱۰۱)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! ایسی باتوں کی بابت سوال نہ کرو کہ اگر وہ باتیں تمھارے لئے ظاہر کردی جائیں تو تمھیں ناگوار ہو۔ اور اگر تم ان باتوں کے متعلق ایسے وقت میں سوال کرتے جب قرآن مجید نازل کیا جارہا ہو تو وہ باتیں تمھارے لئے نازل کردی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا صاحب حلم ہے۔

تشریح: آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ندا دی ہے، اور انھیں مخاطب فرماکر اس بات سے روکا ہے کہ وہ (بے ضرورت) ایسی باتوں کا سوال نہ کیا کریں جن کے متعلق کوئی تعرض نہ کیا گیا ہو، بلکہ سکوت اختیار کیا گیا ہو (ہو سکتا ہے تمھارے پوچھنے پر) کوئی ایسا جواب دے دیا جائے جو تم کو گراں گزرے۔ اور اگر تم ایسی باتوں کا سوال ایسے وقت میں کروگے جبکہ قرآن مجید کا نزول ہو رہا ہے تو تم کو جواب دے دیا جائے گا (پھر ہو سکتا ہے تم کو وہ جواب گراں گزرے۔ اس لئے تمھارے حق میں بہتر بات یہی ہے کہ ایسی باتوں سے متعلق سوال اور پوچھ پاچھ نہ کیا کرو) اللہ تعالیٰ نے تمھارے گزشتہ سوالات (جو تم اب تک

کر چکے ہو) معاف فرما دیئے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑے صاحب مغفرت اور صاحب حلم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان بندوں کو ایسے سوالات سے ازراہ شفقت ورحمت روکا ہے، کہ وہ اپنے صاحب ایمان بندوں کو تنگی (مشقت) میں نہیں ڈالنا چاہتا، اس لئے انھیں بے ضرورت دوراز کار سوالات سے منع فرمادیا۔

آیت شریفہ کا مقصود سمجھنے کیلئے حدیث شریف میں مذکور یہ واقعہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ جب حج کا حکم ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگوں اللہ تعالےٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے، اب حج کرو۔ تو ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال حج کریں؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے یہ سوال تین بار دہرایا۔ دو مرتبہ تو آپ خاموش رہے، تیسری بار آپ نے فرمایا، نہیں۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس وقت اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا (اور اس صورت میں تم لوگ مشقت میں پڑ جاتے)

اور اگر تم نزول قرآن کے وقت سوال کرتے تو اللہ تعالےٰ اس کا جواب بھی نازل فرما دیتے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے تم سے درگزر فرماتے ہوئے اس پر سکوت اختیار فرمالیا اور بیان نہیں کیا۔

آیت شریفہ کے اس پہلو پر اس حدیث شریف سے روشنی پڑتی ہے جسمیں فرمایا گیا ہے۔ "وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً بِكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَسْئَلُوْا عَنْهَا" (اللہ تعالےٰ نے کچھ باتوں سے سکوت اختیار فرمالیا ہے اور یہ صرف تم پر رحمت کی وجہ سے کیا ہے اسے نسیان نہیں ہوا۔ لہٰذا تم بھی خاموش رہو پوچھ پاچھ مت کرو۔

اور چونکہ اللہ تعالےٰ غفور و حلیم ہیں اس لئے تمھاری غلطی معاف فرمادی ہے اس پر تم کو کوئی مواخذہ یا گرفت نہیں کی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جس بات سے روکا ہے سامعین کو اس پر عمل کی طرف متوجہ کیجئے کہ وہ بھی بے ضرورت وفضول دور از کار سوال سے پرہیز اور گریز کرتے رہیں، صرف ایسی ہی باتوں کا سوال کریں جس کی انھیں ضرورت ہو۔

۲۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ورافت اور اس کے حلم وعفو اور درگزر سے روشناس کرائیے کہ وہ اس کا ذکر وشکر کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف یاد دلائیے کہ آپ نے فرمایا ہے: "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ" (انسان کے حسن اسلام کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایسی باتوں کو ترک کردے جن میں اس کا کوئی فائدہ نہ ہو) جس شخص کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اچھے اسلام کی پہچان یہ ہے کہ آدمی بے فائدہ بے ضرورت بات کو چھوڑ دے۔ تو وہ شخص بے فائدہ باتوں کی کھود کرید سے پوری طرح پرہیز کرے گا۔ کیونکہ جو قول وفعل کسی بھی قسم کے فائدے سے خالی ہو اس کا ترک کر دینا بہتر ہے کہ آدمی اس کے بجائے وہ وقت کسی ایسے مشغلہ میں گزارے جو منفعت وفائدہ رکھتا ہو۔

بارہواں درس

۱۲ ربیع الاول	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَ وَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّ ھَاتِ " وَکَرِہَ لَکُمْ ثَلٰثًا قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر (تین باتیں) حرام کی ہیں: ماں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔ اور دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا مگر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا۔ اور تین باتیں مکروہ بتائی ہیں: بے ضرورت قیل وقال کرنا، لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا (مانگنا) مال ضائع کرنا

تشریح: "تحریم" کا لفظ حرام سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے لوگوں کو روک دیا جائے کہ وہ حرام شدہ امر کا ارتکاب نہ کریں۔ حدیث شریف میں تین محرمات (حرام کردہ باتیں) بتائی گئی ہیں جو انتہائی درجہ کی ممنوعات ومحرمات میں سے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے۔ سب سے پہلی بات تو والدین کی نافرمانی (بشرطیکہ ان کا حکم خلاف شریعت نہ ہو۔)

اگرچہ نافرمانی ماں باپ دونوں ہی کی حرام ہے لیکن حدیث شریف میں صرف ماں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ باپ کی نسبت ماں کے حقوق زیادہ ہیں، اس لئے صرف ماں کی ہی نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ راحقر

مترجم ایک وجہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ چونکہ عام طور پر اولاد اپنی ماں سے شوخ اور نڈر ہوتی ہے اس لئے اس کے حکم کو ٹال دیتی ہے، اس وجہ سے بھی ماں کی نافرمانی سے روکا گیا ہے۔)

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہے وہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا اور انھیں مار ڈالنا ہے۔ جیسا کہ عرب کے لوگ اپنے خود ساختہ تصور عزت وغیرت کے تحت کیا کرتے تھے اور اپنی بیٹیوں کو پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اور آج کل رواج ہو گیا ہے کہ بچہ کی ولادت سے پہلے ہی اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ (بعض صورتوں میں اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔)

اور تیسری بات جو حرام کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے حقوق کی ادائیگی تو نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا رہے۔ یا یہ کہ خود تو اپنی چیز دوسروں کو نہ دیتا ہو لیکن دوسروں کی چیزیں ان سے خوب مانگتا رہے۔ اس حدیث شریف میں یہ تین باتیں مکروہ ٹھہرائی گئی ہیں۔ (۱) بے ضرورت قیل وقال کرنا (۲) لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا اور ہر ایک سے ہر ایک چیز مانگتے رہنا۔ اور (۳) اپنے مال کو ضائع کرنا، شریعت کے خلاف گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنا اسی طرح شادی وغیرہ کی تقریبات میں فضول خرچی اور اسراف بھی مال کو ضائع کرنا ہے اور معصیت ہونے کی وجہ سے بالکل حرام و ناجائز ہے۔ قیل وقال میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سنی سنائی باتیں تحقیق کے بغیر دوسروں سے بیان کرے۔ کثرت سوال میں بے ضرورت باتوں کا سوال اور انکی کھود کرید بھی شامل ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث مذکور کی تشریح کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر سنائیے اور ہر جملہ کو اچھی طرح سمجھا کر ذہن نشین کرا دیجئے۔

۲۔ اپنے سامعین کو "فعل حرام" اور "فعل مکروہ" اسی طرح آسان لفظوں میں سمجھا دیجئے کہ "فعل حرام" کا ارتکاب بہت بڑے گناہ کا ارتکاب ہے اور "فعل مکروہ" کا ارتکاب بہت بڑے خیر سے محرومی کا سبب ہوتا ہے۔

۳۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا لیکن (اگر ماں باپ معصیت کا حکم دیں تو ان کی نافرمانی کرے)

۴۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کے ذیل میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ" کی تفسیر بھی سنا دیجئے کہ "قیامت میں زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ آخر وہ کس جرم میں قتل کی گئی تھی؟"۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ زیادہ قیل وقال کرنے والا کبھی دروغ گوئی اور جھوٹ کا مرتکب بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی بتائیے کہ زیادہ سوال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لوگ اس سے نفرت بھی کرنے لگتے ہیں۔ اور مال کو ضائع کرنے کا نتیجہ کبھی یہ ہوتا ہے کہ آدمی فقیر و تنگدست اور پریشان حال ہو جاتا ہے۔

تیرہواں ۱۳ درس

۱۳ ربیع الاول	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ (یونس ۶۲ - ۶۴)

ترجمہ آیت: یاد رکھو، اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں۔ وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور (گناہوں سے) پرہیز کرتے ہیں۔ ان کیلئے خوشخبری ہے انکی دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا قول "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ" ایک اہم تاکیدی اطلاع وخبر پر مشتمل ہے۔ جس کا آغاز تو "اَلَا" حرف استفہام حرف تنبیہ سے کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ "اِنَّ" حرف تاکید بھی لایا گیا ہے۔ کلام کا یہ انداز اول وہلہ میں ہی یہ بات ظاہر کر دیتا ہے کہ اس موقع پر جو خبر دی جانے والی ہے وہ بہت ہی مہتم بالشان اور قابل توجہ ہے۔ اس کے بعد "اولیاء اللہ" کا فقرہ لایا گیا ہے۔ یہ اولیاء اللہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے آیت شریفہ میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ان اولیاء اللہ کو کسی طرح کا کوئی خوف وخطر نہ ہوگا، نہ انھیں کوئی رنج وغم پہنچے گا۔ نہ تو دنیا میں انھیں کوئی خوف وغم ہوگا نہ برزخ میں (یعنی حشر برپا ہونے تک قبر میں) کوئی خوف وغم ہوگا اور نہ روز قیامت انھیں کوئی

خوف وخطرہ ہوگا۔ ایسے ہی لوگ "متقین" کہے جاتے ہیں جو صرف اللہ تعالے پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں، اس کے سوا کسی غیر کو اپنا معبود ورب نہیں مانتے، یہ لوگ ان تمام باتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جن پر ایمان کا حکم دیا گیا ہے (یعنی اللہ کی نازل فرمائی ہوئی جملہ کتابیں، اس کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام، اس کے تمام فرشتے، اس کی قضاو قدر، روز قیامت اور بعث وحشر وغیرہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں) اور اللہ تعالے کا تقوی اختیار کرتے ہیں۔ اور جن اعتقادات واقوال اور اعمال و اخلاق سے منع فرمایا گیا ہے اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

ان کے لئے اللہ تعالے نے فرمایا ہے" لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" کہ ان کیلئے خوشخبری ہے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیاوی زندگی میں خوشخبری کس طرح ہوتی ہے؟ اس کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ خوشخبری رویاء صالحہ (اچھے خواب) ہوتے ہیں، خواہ ان اولیاء اللہ کو دکھائی دیں یا ان کے لئے کسی دوسرے کو خواب دکھائے جائیں۔ اور اسکی یہ صورت بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے فرشتے آخر وقت میں آکر انھیں جنت کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فُصِّلَتْ (حٰم سجدہ) میں فرمایا گیا ہے" اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (ترجمہ) بیشک جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب (حقیقی صرف) اللہ ہے، پھر (اس پر) ثابت قدم رہے ان پر (رحمت وبشارت کے) فرشتے اتریں گے (اول موت کے وقت، پھر قبر میں، پھر قیامت میں) کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو، اور تم جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱- آیت شریفیہ کی تشریح مذکورہ کو اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے، جن جملوں کا مفہوم واضح نہ ہو سکا ہو ان کو مزید وضاحت کے ساتھ سمجھائیے کہ سامعین آیت کا مطلب اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲- اپنے سامعین کو سمجھا دیجئے کہ آیت شریفیہ میں اولیاء اللہ سے خوف وحزن کی جو نفی کی گئی ہے تو یہ نفی مطلق نہیں ہے بلکہ یہ نفی نسبی ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ اولیاء اللہ کو خوف وحزن نہیں ہوتا، کیونکہ یہ بات تو خلاف واقعہ ہے۔ خوف وحزن تو بعض اوقات اولیاء اللہ کو بھی ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو اس طرح کا خوف وحزن نہیں ہوتا جس طرح کا خوف وحزن اللہ تعالیٰ کے دشمنوں (کفار و مشرکین) کو ہوتا ہے۔ اللہ کا ولی اپنے خوف وحزن کی حالت میں بھی پوری طرح اپنے قابو میں رہتا ہے، اسکی خوش اخلاقی، نرم گفتاری، جذبۂ نصیحت وہمدردی سب اپنی حالت میں برقرار رہتے ہیں، وہ اس حالت میں بھی حق بات دوسرے تک پہنچانے اور حق بات کو قبول کرنے کو پوری طرح آمادہ رہتا ہے۔

۳- اپنے سامعین کو بتلائیے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بڑا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے انکی شان میں کسی طرح کی بے ادبی وگستاخی جائز نہیں۔ حدیث قدسی بخاری شریف میں مروی ہے کہ "جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو ایسے شخص کیلئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے"۔ اب خود سوچ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس سے اعلان جنگ فرمادیں تو وہ دین ودنیا دونوں ہی کھو بیٹھا۔

چودھواں درس

۱۴ ربیع الاول | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث قدسی شریف: مَنْ عَادٰی لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مَا افْتَرَضْتُہٗ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ، (بخاری شریف)

ترجمہ حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: جس نے بھی میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ اور میرا کوئی بندہ کسی چیز سے بھی میرا تقرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے ان فرائض سے زیادہ پسندیدہ ہو جو میں نے بندے پر فرض کئے ہیں، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں۔

تشریح: یہ حدیث شریف حدیث قدسی ہے جسے حضرت امام بخاری رحؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اللہ تعالےٰ سے نقل فرمائی ہے ۔ ایسی حدیث کو "حدیث قدسی" کہتے ہیں۔

ایسی حدیثیں اللہ تعالےٰ کا ارشاد تو کہلاتی ہیں، لیکن "قرآن مجید" کا حصہ نہیں ہوتیں۔ یہ حدیث یا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہوتی ہیں، یا ان کے واسطہ کے بغیر ہی منجانب اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں القاء فرمادی جاتی ہیں اور آپ انھیں محفوظ فرما لیتے ہیں۔

حدیث شریف کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ چند باتیں مزید لکھی جا رہی ہیں کہ اولیاء اللہ سے عداوت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے بغض و دشمنی کا معاملہ نہ کیا جائے، انھیں ایذا و تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس سوال کا جواب گزشتہ درس کی آیت میں گزر چکا ہے "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ" یعنی اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے جو شخص دشمنی رکھے گا اللہ تعالےٰ اس سے اعلانِ جنگ فرما رہے ہیں۔ اب آگے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جس سے اعلانِ جنگ فرما دیا ہو اسے کون پناہ دے سکتا ہے اور کہاں پناہ دے سکتا ہے دونوں جہان میں کہیں بھی اس کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ "وما تقرب" سے ایک دوسرا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے جو طریقہ اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ اس نے جو باتیں اپنے بندوں پر فرض کی ہیں ان کی ادائیگی کی جائے۔ فرائض کو ترک کر کے صرف نوافل سے اس کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں فرائض کی تعمیل کے بعد قربِ خداوندی کے حصول میں نوافل کو بہت بڑا دخل ہے۔ نوافل ہی کے ذریعہ بندہ اللہ تعالےٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندے کو محبوب بنا لیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور کے ہر جملہ کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیے اور اچھی طرح تشریح کے ساتھ پوری حدیث کا مطلب سمجھائیے کہ جملہ سامعین سمجھ لیں۔

۲۔ "حدیث قدسی" کا مطلب بتاتے ہوئے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرا دیں کہ حدیث قدسی اگرچہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے مگر یہ "قرآن مجید" نہیں ہے، اس کے نماز میں پڑھنے سے قرأت قرآن کا فرض ادا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے بلکہ یہ "وحی غیر متلو" ہے (جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔)

۳۔ جو لوگ اولیاء اللہ کو ایذا دیتے ہوں اور اصحاب تقویٰ مومنین اور مومنات کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچاتے ہوں اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ایسے لوگ بہت بڑے گناہ اور خطرناک کام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اولیاء اللہ کو ایذاء خواہ زبان سے پہنچائی جائے یا ہاتھ سے پہنچائی جائے سب کا حکم ایک ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو ایمان اور تقویٰ کی فضیلت سے باخبر کیجئے اور اچھی طرح یہ حقیقت واضح کر دیجئے کہ نوافل کے مقابلہ میں فرائض کا اہتمام زیادہ ضروری ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ جو شخص فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرلے تو اس کی پہچان یہ ہے کہ پھر وہ خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے قریب بھی نہیں جاتا اور معاصی سے دور ہو جاتا ہے۔

پندرہواں۱۵ درس

۱۵ ار ربیع الاول	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (بقرہ ۱۵۳)

ترجمہ آیت : اے ایمان والوا (طبیعتوں کا غم ہلکا کرنے کے بارے میں) صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو، بلاشبہہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

تشریح : اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی نوئے آیات میں اپنے ایمان والے بندوں کو ایمان کے حوالے سے مخاطب فرما کر ان سے کوئی بات فرمائی ہے۔ یہ آیت زیر درس بھی اسی سلسلہ کی ایک آیت ہے۔ اس طرز خطاب سے اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان بندوں کی عزت بڑھائی ہے کہ وہ بندے اپنے ایمان کی بدولت اللہ تعالےٰ کے خطاب مقدس کے لائق قرار پائے۔ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو جہاں بھی مخاطب فرمایا ہے انھیں سعادت و کمال سے بہرہ ور ہونے کیلئے ہی فرمایا ہے۔ اس آیت زیر درس میں انھیں مخاطب فرمانے سے غرض یہ ہے کہ : اللہ تعالےٰ ان اہل ایمان کو یہ حکم دینا چاہتے ہیں کہ یہ اہل ایمان اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اپنی ہر مہم میں نماز اور صبر کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے مدد کے خواہاں ہوا کریں۔ صبر کے ذریعہ مدد طلبی کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ صبر ہی تو کلید کامیابی اور نیکوکار لوگوں کے بلند درجات تک پہنچنے کا زینہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے نمازوں کے ذریعہ بھی مدد طلبی اور استعانت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ نماز مجسم نور اور سراپا روشنی ہے اور روشنی

کے بغیر راہ یابی اور منزل تک رسائی دشوار ہے۔

اس موقع پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہاں طلب مدد اور استعانت کی ایسی کیا ضرورت تھی کہ اہل ایمان کو صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ استعانت کا حکم دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پہلے مرحلہ میں تو ایمانیات اور اعتقادات کا مکلف بنایا ہے، ایمان لانے کے بعد اہل ایمان پوری شریعت اور جملہ اوامر و احکام کے مکلف ہو جاتے ہیں پھر اس مرحلے میں انھیں مختلف قسم کے امتحانات و آزمائش سے بھی گزرنا پڑتا ہے، انھیں مال و اولاد کے فتنوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (ترجمہ:) تمھارے اموال اور اولاد تمھارے لئے بس ایک آزمائش کی چیز ہے، اور اللہ کے پاس (آزمائش میں پورا اُترنے والوں کیلئے) بڑا اجر ہے۔ (تغابن ۱۵)

ایسی صورت میں انھیں قدم قدم پر مدد خداوندی کی اور اسکی دستگیری کی ضرورت ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت کے تقاضے سے اپنے بندوں کی یہ رہنمائی بھی فرما دی کہ صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ مدد طلبی کریں۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ جو بات نفس پر شاق اور اس کو ناگوار ہو، نفس کو اسے برداشت کرنے پر آمادہ رکھا جائے۔ نفس کو اگر عبادت و اطاعت شاق گزریں تو اسے عبادت میں لگایا جائے، اور اگر معاصی کا ترک کرنا ناگوار ہو تو اسے ترک معاصی کا خوگر بنایا جائے۔ اسی طرح رنج و غم کے موقع پر صبر کیا جائے کہ واویلا اور جزع فزع نہ کیا جائے، بلکہ تسلیم و رضا سے کام لیا جائے۔ اور نماز کی دو صورتیں ہیں، نماز فرض ہے جو دن بھر میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے، دوسری نماز سنت و نفل ہے

ان ساری نمازوں کی روح خشوع ہے کہ دل لگا کر اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر نماز پڑھی جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آپ کو جب بھی فکر مندی کی صورت پیش آتی تھی، آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ روایات بیان کی گئی ہیں کہ وہ سفر سے آرہے تھے، ابھی مدینہ کے راستے میں ہی تھے کہ مدینہ سے روانہ ہونے والے قافلہ نے اطلاع دی کہ انکی زوجہ وفات پاگئیں، تو وہ سواری سے اُتر پڑے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور بعد میں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی فکر و غم کی بات پیش آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ کی تشریح مذکور کا ایک ایک لفظ سمجھا سمجھا کر سنائیے کہ تمام سامعین آیت کا مفہوم سمجھ لیں۔

۲۔ اپنے سامعین پر اللہ تعالیٰ کی اس رہنمائی پر اچھی طرح روشنی ڈالئے کہ اس نے کس طرح اہل ایمان کی رہنمائی فرمائی ہے، اس سے لوگوں کا اللہ کیطرف ربط و تعلق بڑھے گا اور فرمانبرداری بھی بڑھے گی۔

۳۔ سامعین کو صبر کا اجر و ثواب بتا کر انھیں صبر اختیار کرنے پر آمادہ کیجئے۔ انھیں یہ آیت بھی سنا دیجئے "اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ" (صابر لوگوں کو ان کے صبر کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔)

۴۔ نماز کی اہمیت لوگوں کو یاد دلائیے کہ بندہ اور اللہ کے درمیان ربط و تعلق کا یہ مضبوط ترین ذریعہ ہے اور اسی کی وجہ سے مومن منکرات فواحش کے ارتکاب سے بچتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (بیشک نماز فحش و منکر چیزوں سے روک دیتی ہے)

سولہواں درس

۱۶ ربیع الاول	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اَمْرُہٗ کُلُّہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذَالِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ۔ (مسلم شریف)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا حال کتنا عجیب ہے (اور صرف یہی ایک، حال کیا؟) اس کا تو سارا ہی حال عجیب ہے۔ اور یہ صورت حال مومن کے سوا کسی اور کی نہیں ہے، اس کو جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے، تو یہ خوشی اس کے حق میں موجب خیر ہوگئی، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو وہ اس پر صبر کرلیتا ہے، اس کی وجہ سے وہ تکلیف بھی موجب اجر و ثواب ہوجاتی ہے۔ (اسی کو کہتے ہیں چت بھی اسکی اور پٹ بھی اسکی) ؎

یہ عجیب رسم دیکھی کہ بروز عید قرباں — وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

(ذاؔلشا)

تشریح: عجیب و عجب اور تعجب وغیرہ الفاظ اس جگہ پر بولے جاتے ہیں جب کوئی بڑی انوکھی بات سامنے آئے جس سے انسان کو مسرت آمیز حیرت و تعجب ہو۔ اور حدیث شریف میں "امر المومن" کا جو فقرہ آیا ہے، اس کا مطلب ہے "مومن کی شان اور مومن کا حال" اور مومن سے یہاں مومن کامل مراد ہے جو اپنے ایمان میں بالکل صادق ہو۔ ناقص الایمان اور غیر صادق الایمان مومن ہرگز یہاں مراد نہ لیا جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں جس مومن کے حال پر مسرت و تعجب کا اظہار کیا گیا ہے

مومن غیر کامل اس کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے شخص کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی اسے کوئی بھلائی اور خوشی پہنچتی ہے تو وہ کارِ خیر کی انجام دہی چھوڑ بیٹھتا ہے اور جب کوئی تکلیف و رنج پہنچتا ہے تو بے صبر ہو کر جزع فزع اور واویلا شروع کر دیتا ہے اور احسان فراموشی پہ اتر آتا ہے، برخلاف مومن کامل کے کہ وہ ہر مسرت و خوشی کے موقع پر خواہ کسی قسم کی بھی خوشی ہو خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرتا اور مزید لطف و کرم کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر اسے کسی قسم کا رنج و غم یا تکلیف ہوتی ہے (کوئی مرض ہو جاتا ہے یا پھر کوئی ضرورت یا حاجت پیش آجاتی ہے محنت و مشقت میں مبتلا ہو جاتا ہے) تو وہ ہر صورت حال پر جزع و فزع کرنے کے بجائے صبر کرتا ہے۔ اور اپنے اس صبر کے نتیجہ میں اجر و ثواب کا حقدار بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کیلئے یہ خوشی کیا کم ہے کہ وہ عند اللہ صابرین وشاکرین میں شمار ہوا۔ اور صبر و شکر کی وجہ سے بلند درجات پر فائز ہو جلائے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ تشریح حدیث اطمینان کے ساتھ ایک ایک جملہ کر کے سنائیے اور اس بات کی کوشش کیجئے کہ سامعین کو حدیث شریف کا مطلب پوری طرح سمجھ میں آجائے۔

۲۔ لوگوں کو ایمان اور اہل ایمان کی فضیلت بتائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر درس میں جن لوگوں کی خوبی و فضیلت بیان کی ہے انھیں یہ مقام ایمان اور تقویٰ ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

۳۔ سامعین کو شکر کا مقام اور اس کی فضیلت سمجھائیے اور بتائیے کہ شکر کی

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں پر اسکی حمد و ثنا کی جائے اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے شکر کی ادائیگی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمت (مال، دولت، عقل وفہم، قوت وطاقت غرضیکہ ہر نعمت) اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ صرف کی جائے۔

(تنبیہ: آجکل شکر کی یہ شرط بالکل ملحوظ نہیں رکھی جاتی کہ خدا کی دی ہوئی دولت کتنے ہی ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کی جاتی ہے اور کوئی پروا نہیں کی جاتی، اور اللہ تعالےٰ کی شکر گزاری ظاہر کرنے کیلئے صرف زبان سے "یا اللہ تیرا شکر ہے" کہہ لینا، یا اپنے مکان پر "ھٰذا منْ فضلِ ربّی" لکھوا دینا کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ مترجم)

۴۔ اپنے سامعین کو صبر کے وہ تین مواقع سمجھا دیجئے جہاں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ مواقع یہ ہیں: (الف) صبر علی الطاعۃ، اللہ تعالےٰ کی اطاعت وعبادت میں صبر اختیار کرنا اور نفس کو ناگوار ہونے کے باوجود اس پر ثابت قدم رہنا۔ (ب) صبر عن المعصیۃ، اللہ تعالےٰ کی معصیت سے نافرمانی سے باز رہنا اور نفس کی خواہش کو دباتے ہوئے اس سے پرہیز کرنا۔ (ج) صبر علی القضاء۔ قضاو قدر کی وجہ سے جو نقصان یا رنج وصدمہ پہنچ جائے اسے ہنسی خوشی برداشت کر لینا۔

سترہواں درس

۱۷ ربیع الاول	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ (تحریم ۸)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو (یعنی دل میں گناہ پر کامل ندامت ہو اور آئندہ اس کے نہ کرنے کا عزم بالجزم یعنی پختہ ارادہ ہو) امید ہے کہ تمھارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمھارے گناہ معاف کردیگا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

تشریح: یہ آیت شریفہ بھی نوّے آیات میں سے ایک ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان کے ایمان کے حوالہ سے مخاطب بنایا ہے۔ اس میں یہ نکتہ ملحوظ ہے کہ بندۂ مومن اپنے ایمان کی بدولت زندہ قرار پاکر مستحق خطاب سمجھا گیا ہے کہ وہ اپنی "حیات" کے باعث "دیدۂ بینا" اور "گوش شنوا" بھی رکھتا ہے اس سے جو بات کہی جائے گی وہ اسے گوش ہوش سے سنے گا، جو چیز اسے دکھلائی جائے گی دیدۂ دل سے اسے دیکھے گا اور جو احکام اسے دیئے جائیں گے انکی بجاآوری کرسکے گا، بخلاف بندۂ کافر کے کہ وہ مردہ جیسا ہے کہ حق بات نہ سنتاہے نہ دیکھتا ہے، نہ ہی سمجھ سکتاہے، تو اسے اس خطاب خاص سے کیسے مخاطب کیا جائے اسے مخاطب ہی نہیں کیا گیا کہ شرعی احکام کا مکلف ہو کہ ایمان لاکر وہ بھی

زندہ ہو جائے اور پھر اس کے نتیجہ میں وہ احکام شریعت کے مکلف ہونے کی قوت حاصل کرلے گا۔

آیت شریفہ میں اہل ایمان کو مخاطب فرمانے کے بعد ان سے فرمایا گیا ہے "تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ" (اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو) یہی بات آیت کا مرکزی نکتہ ہے۔ اسی حکم کے لئے اہل ایمان کو ندائے خاص سے مشرف فرمایا گیا ہے اس حکم کا حاصل یہ ہے کہ جملہ اہل ایمان اپنے ہر معاملے میں اللہ کے فرائض و واجبات کی کامل ادائیگی اور محرمات و منہیات سے مکمل اجتناب کے بعد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو جایا کریں کہ دارین کی کامیابی و سعادت مندی حاصل کرنے کیلئے یہی طریقہ ہے۔

آیت شریفہ کا اگلا فقرہ ہے "تَوْبَۃً نَّصُوْحًا" جس کا ترجمہ کیا گیا ہے "سچی توبہ" توبہ کرنے والا توبہ کے بعد پھر کبھی اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور جو شخص توبہ کرنے کے بعد پھر اس کا مرتکب ہو جائے تو اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص نہانے دھونے اور کپڑا بدلنے کے بعد پھر گندگی و نجاست سے آلودہ ہو جائے۔

آیت شریفہ میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے "عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ" عربی زبان میں "عسٰی" کا لفظ "شاید" اور "ہو سکتا ہے" کے معنی میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہاں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ایک وعدے سے ہے اس لئے یہاں شک اور توقع کا مطلب نہ لیا جائے گا بلکہ یقینی وعدہ کا مطلب لیا جائیگا یعنی یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے اور اسکی طرف رجوع کرنے والوں کے گناہوں کی تکفیر اور معافی اور جنت میں ان کا داخلہ یقینی طور پر ہوگا جس نے ان کے گناہوں کو دھو کر

انھیں پاک وصاف کرکے داخلۂ جنت کا اہل بنا دیا ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت کی تشریح کو اطمینان کے ساتھ ایک ایک جملہ کرکے اور ہر جملہ کو سمجھاتے ہوئے لوگوں کو سنائیے کہ سب لوگ سمجھ لیں۔

۲۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ توبہ واجب علی الفور ہے، یعنی جیسے ہی گناہ کا ارتکاب ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ کر لینا چاہیے۔ اور یہ بھی بتائیے کہ توبہ ہر گناہ پر کرنا چاہیے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو۔

۳۔ سامعین کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نفس کو بُرا کر دیتی ہے اسی وجہ سے گناہ کو "سیئۃ" کہا جاتا ہے جس کی جمع "سیئات" آتی ہے۔ اور نفس کو برا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس میں ظلمت، تاریکی اور گندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بتائیے کہ جنت میں کیا کیا نعمتیں ملیں گی اور کن کن چیزوں کی نہریں جنت میں جاری ہوں گی۔ بتائیے کہ جنت میں پانی کی نہر ہوگی، دودھ کی نہر ہوگی، شرابِ طہور کی نہر ہوگی، شہد کی نہر ہوگی، جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے "مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۝ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى" (ترجمہ: جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ اسمیں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جسمیں ذرا بھی کسی قسم کا تغیر نہ ہوگا، بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا۔ اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو (میل کچیل سے) بالکل صاف ہوگا۔

اٹھارہواں درس

درس حدیث شریف	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	۱۸ ربیع الاول

حدیث شریف: یَاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ۔ (مسلم شریف)

ترجمۂ حدیث: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت چاہو، میں خود اس سے ایک دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔

تشریح: حدیث زیر درس میں "یَاَیُّھَا النَّاسُ" کے عام خطاب سے لوگوں کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ اس عنوان کے تحت بظاہر ہر انسان مخاطب ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت۔ مگر واقعۃً ایسا نہیں ہے، یہ عنوان اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد صرف اہل اسلام و ایمان ہی ہیں، کیونکہ کفار سے سب سے پہلا مطالبہ ایمان و اسلام ہی کا کیا جائیگا۔ ایمان کے بعد ہی وہ گناہوں سے توبہ اور دوسرے احکام کے مخاطب و مکلف ہوں گے۔

لوگوں کو ندائے عام کے ذریعہ مخاطب کرکے انھیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ "توبہ" کا لفظ عربی لغت کی رو سے کئی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس کے ایک معنی تو وہی ہے جو عام طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے اور اردو میں یہ جس مفہوم میں مستعمل ہے۔ مگر عربی میں یہ لفظ "رجوع ہونے" اور "متوجہ ہونے" کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ اور غور کیا جائے تو بات گھوم پھر کر ایک ہی ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی مطلب یہی ہے کہ اے لوگو! اللہ کے مقرر کردہ فرائض و احکام کی بجاآوری اور اس کی ممنوعات و محرمات سے اجتناب کرتے

ہوئے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو اور اپنے نادانستہ گناہوں کی معافی و مغفرت اس سے طلب کرتے رہا کرو۔

گناہوں سے استغفار کیلئے متعدد طریقے ہیں۔ چاہیں تو "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" (میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں) کہیں اور چاہیں تو "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ" (اے اللہ! میرے گناہ بخش دے) کہیں۔ چاہیں تو "رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ" کہیں۔ مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قابل قبول استغفار وہی ہے جو ترک معصیت کے ساتھ ہو۔ ورنہ گناہ کیے جانا اور صرف زبان سے استغفر اللہ کہتے رہنا تو استغفار کا مذاق اڑانا ہے۔

اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توبہ و استغفار کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنا معمول بھی بتا دیا کہ "میں خود بھی اللہ تعالیٰ سے دن بھر میں سو بار توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ اس سے آپ کا مقصد یہی ہے کہ لوگ میرا معمول سن کر اسکی ضرورت و اہمیت سمجھ لیں اور اپنی زندگی میں بھی اس کو معمول بنالیں۔ جب وہ ہستی سو بار استغفار کرتی رہتی ہے جس کی بخشش ہو چکی ہے تو گناہگار امتی کو کس قدر استغفار کرنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کے ذکر کی گنتی شمار کیا کرتے تھے کہ آپ یہ کلمات ایک مجلس میں سو بار فرمایا کرتے تھے، وہ کلمات یہ ہیں: "رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ" (اے میرے پروردگار! مجھے بخش دیجئے اور میرے حال پر توجہ فرمائیے بیشک و بے شبہ آپ ہی توجہ فرمانے والے مہربان ہیں۔)

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عبدیت اور کمال معرفت کی بات بھی تھی کہ

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ لوگوں کو بتائیے کہ توبہ کے صحیح و درست اور قابل قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں :
اول شرط تو یہ ہے کہ گناہ سے فوراً باز آجائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بلا تاخیر فوراً استغفار کرے، یعنی " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ " وغیرہ کسی عنوان سے گناہ پر توبہ بھی کرے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس معصیت پر نادم و شرمندہ بھی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ آئندہ کیلئے اس بات کا عزم بالجزم اور پکا ارادہ بھی کرلے کہ دوبارہ گناہ نہ کریگا۔
اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی انسان سے ہو (مثلاً کسی کو کوئی جھوٹی تہمت لگائی ہو یا بغیر اجازت اسکا مال یا کوئی چیز کھائی ہو یا کسی کو مار بیٹھا ہو) تو ایسے گناہ سے توبہ کیلئے یہ پانچویں شرط بھی ہے کہ اس انسان سے معافی چاہے اور جو مال وغیرہ لیا ہے اسے واپس کرے، یا مار بیٹھا ہے تو اسے موقع دے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے۔

۲۔ توبہ اور استغفار دونوں ہی ایکدوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔ جو شرطیں صحت توبہ کیلئے اوپر مذکور ہوئیں استغفار میں بھی وہی شرطیں ملحوظ رہیں گی۔ صرف زبان سے استغفر اللہ کہہ لینا استغفار شمار نہ ہوگا جبتک کہ اس گناہ پر ندامت نہ ہو اور آئندہ کیلئے ترک کا عزم اور پکا ارادہ بھی ہو۔

۳۔ یوم کا لفظ عربی زبان میں روز کے معنی میں بولا جاتا ہے جس میں دن اور رات دونوں ہی آجاتے ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو آیا ہے کہ آپ دن بھر میں سو بار توبہ کرتے تھے، اس کا مطلب یہی ہے کہ دن رات میں یہ ورد رہتا تھا۔

اُنیسواں ۱۹ درس

۱۹ ربیع الاول | قَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (المائدہ ۲)

ترجمہ آیت: اور نیکی وتقویٰ (کی باتوں) میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو۔ اور گناہوں اور زیادتی (کی باتوں) میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالےٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تشریح: آیت شریفہ کے ترجمہ ہی سے آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب فرما کر دوسرے احکام کے ساتھ ساتھ انھیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم میں سے بعض دوسرے بعض لوگوں کے ساتھ بر و تقویٰ اور نیکی کے کاموں میں تعاون کرتے رہا کریں۔ یعنی خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری فرماں برداری کرنے میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کیا کریں جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے انکی بجاآوری میں بھی تعاون ہونا چاہیئے۔ اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اور روکا گیا ہے ان سے بچنے میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہونا چاہیئے۔ جس کا مختصر عنوان "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" ہے۔ جیسے سورہ عصر میں "تواصی بالحق" اور "تواصی بالصبر" فرمایا گیا ہے۔

اب اگر کوئی مومن اپنے دوسرے بھائی کو کسی ایسے معروف (نیک کام) کی

تبلیغ کرتاہے جسے اس نے چھوڑ رکھا ہے اور اسکی تبلیغ کی وجہ سے اب اس پر عمل کرنے لگا تو اس طرح سے مبلغ نے اپنے ساتھی کے ساتھ بر و تقویٰ میں تعاون کیا اسی طرح اگر کسی مومن نے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر کے اپنے کسی بھائی کو کسی برائی کے ارتکاب سے روک دیا تو یہ بھی بر و تقویٰ میں تعاون کہا جائیگا۔

آیت شریفہ کے دوسرے ٹکڑے میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ معصیت و گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے، یہ ظلم و تعدی خواہ کسی کے ساتھ ہو، مسلمان کے ساتھ ہو یا کسی کافر پر تعدی ہو رہی ہو تو ظالم کے ساتھ تعاون کرنا حرام و ناجائز ہے۔

اور یہ تعاون جس طرح ہاتھ پاؤں سے حرام ہے اسی طرح زبان سے اس کی تائید کرنا، بھڑکانا بھی ناجائز ہے۔ بلکہ اشارہ سے بھی تائید کرنا ناجائز ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے معصیت و گناہ سے ڈرانے کیلئے فرمادیا "وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" (اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔)

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت کی تشریح کا ایک ایک جملہ اچھی طرح سمجھا سمجھا کر سنائیے، جو بات صاف نہ ہوئی ہو اسے مزید سمجھا کر مطلب واضح کر دیجئے کہ اکثر لوگوں کو آیت کا مطلب سمجھ میں آجائے۔

۲۔ سامعین کو بتائیے کہ رفاہی امور خیر سے تو عام لوگوں کی رضا حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا حاصل ہوتی ہے اور جسے خالق و مخلوق دونوں کی رضا حاصل ہو جائے اس کا کیا کہنا اس نے تو سب کچھ پا لیا۔

۳۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ تعاون علی البر کی ضد تعاون علی الاثم ہے۔ نیکی میں تعاون کرنے کی ضد یہ ہے کہ معصیت میں تعاون نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

لہٰذا مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ صرف خیرات و طاعات (نیکیوں اور عبادتوں) میں تعاون کرنا چاہیے۔ ناجائز و حرام اور ظلم و زیادتی کی باتوں میں تعاون حرام ہے۔ اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

بیسواں درس

۲۰ ربیع الاول	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: وَمَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: اور جس شخص نے کسی غازی فی سبیل اللہ کیلئے سامان جہاد مہیا کر دیا تو گویا اس نے جہاد میں شرکت کر لی اور جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ کے گھر والوں کی اچھے طور پر دیکھ بھال رکھی تو گویا اس نے بھی جہاد میں شرکت کر لی (اسے بھی وہی ثواب ملے گا۔)

تشریح: گزشتہ درس قرآن میں تعاون کو جو بات کہی گئی ہے اس زیر درس حدیث سے اس تعاون کی حقیقت و مفہوم پر اچھی طرح روشنی پڑ جاتی ہے اس حدیث میں کار خیر میں تعاون کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں جن سے بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

پہلی صورت تعاون یہ ہے کہ کہیں اہل کفر سے جہاد ہو رہا ہے۔ ایک شخص جسمانی قوت و طاقت نہیں رکھتا مگر مال و دولت رکھتا ہے، وہ جہاد میں خود تو شرکت نہیں کر سکتا، لیکن دوسرے مجاہدین کیلئے آلات حرب مہیا کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسا ہی سمجھا جائے گا کہ وہ شریک جہاد ہوا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مومن اپنی معذوری و مجبوری کے باعث میدان جنگ تک نہیں جا سکتا، مگر دوسرے مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری اور

ان کی خدمت کر دیتا ہے کہ مجاہدین بے فکر ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، تو یہ شخص بھی مجاہدین جیسا سمجھا جائے گا اور جہاد کا ثواب پائے گا۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ان دونوں کی نیتیں بہر حال صحیح ہونی چاہئیں کیونکہ نیت کی درستی تو خود اصل مجاہد کیلئے بھی ضروری ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو "سامان حرب" نام ونمود کی نیت سے فراہم کرتا ہے یا اس طور پر اپنی قوم وقبیلہ یا ملک کی مدد مقصود ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں ہے تو ایسے شخص کو غزوہ اور جہاد کی شرکت کا ثواب نہ ملے گا۔

اسی طرح جو شخص کسی مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری کے بہانہ سے ان کی عزت وآبرو سے کھیلتا ہے یا انھیں ایذا پہنچاتا ہے تو وہ بھی مجاہد و غازی کے ثواب سے محروم رہے گا۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور کو اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اور جو بات واضح نہ ہوئی ہو اسے آسان اور عام فہم انداز میں دوبارہ سمجھائیے کہ سامعین مطلب اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۔ سامعین کو فریضۂ جہاد سے روشناس کیجئے اور بتائیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اگرچہ "فرض کفایہ" ہے جو بعض لوگوں کے ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے سب کی شرکت ضروری نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی کسی وقت یہ جہاد "فرض عین" (ہر مسلمان کیلئے فرض) ہو جاتا ہے۔ جب کبھی اہل کفر اہل اسلام کے کسی شہر یا کسی سرحد پر چڑھائی کر کے حملہ آور ہو جائیں تو ان کا دفاع مملکت اسلامیہ کے ہر مسلمان شہری پر ضروری ہو جاتا ہے

اور اگر "امام المسلمین" کچھ لوگوں کو جنگ و جہاد کیلئے متعین طور پر نامزد کر دیں تو ان لوگوں کے حق میں تو یہ جہاد "فرض عین" ہی ہو جائے گا۔

اور اگر "امام المسلمین" جہاد کیلئے "نفیر عام" (سب لوگوں کے نکل پڑنے) کا اعلان کر دیں تو اس صورت میں مملکت کے جملہ اہل اسلام پر جہاد فرض ہو جائے گا۔

اکیسواں درس

۲۱ ربیع الاول | قولُ اللہِ تعالیٰ عزَّ وجلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ (النساء ۳۱)

ترجمۂ آیت: جن کاموں سے تم کو (شرع میں) منع کیا جاتا ہے ان میں سے جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہے تو تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور کر دیں گے (معاف فرما دیں گے) اور ہم تم کو ایک معزز جگہ (بہشت میں) داخل کر دیں گے۔

تشریح: آیت زیر درس کا مطلب تو اس کے ترجمہ سے ہی کسی حد تک سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب فرما کر ان کی کامیابی دارین کا مختصر اور "آسان نسخہ" تجویز فرما دیا ہے۔ اور وہ نسخہ ہے صرف ایک شرط کی بجا آوری، اور وہ شرط یہ ہے کہ (اے اہل ایمان!) خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو جن کاموں سے روکا ہے ان تمام گناہوں میں سے جو گناہ بڑے بڑے ہیں (جنھیں گناہ کبیرہ کہتے ہیں) ان سے تو دوری اور علیحدگی اختیار کر لو، گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا کرو، تو اس کے نتیجہ میں ہم تمہاری چھوٹی موٹی لغزشیں اور گناہ صغیرہ معاف فرما کر تمھیں ایک باعزت مقام یعنی بہشت میں پہنچا دیں گے۔

حضرات مفسرین نے "کَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ" (منع کردہ گناہوں) میں ترک فرائض و واجبات کو بھی شمار کیا ہے، اس لئے آیت شریفہ کی پوری تفسیر

یہ ہوئی کہ اگر فرائض وواجبات کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ گناہ کبیرہ سے پرہیز کا اہتمام کرلیا جائے تو اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے گناہ صغیرہ معاف کرکے اسے جنت میں عزت کی جگہ دے دی جائیگی۔

اب یہاں یہ بحث باقی رہ گئی ہے کہ "گناہ کبیرہ" کسے کہتے ہیں؟ اور انکی تعداد کتنی ہے؟ تو یہ بحث بہت تفصیل چاہتی ہے جو یہاں نہیں کی جاسکتی۔ حدیث شریف میں گناہ کبیرہ کی تعداد مختلف طور پر بیان ہوئی ہے۔ تاہم مندرجہ ذیل باتیں تو یقینی طور پر گناہ کبیرہ ہیں۔

زنا[1]، قتل[2] ناحق، سود[3] لینا اور[4] دینا اور سود[5] کھانا، ماں[6] باپ کی نافرمانی (اس شرط پر کہ وہ خلاف شریعت حکم نہ دے رہے ہوں)، چوری[7] کرنا، شراب[8] پینا، فریب[9] دہی اور دھوکہ، جوا[10]، قمار اور بیمۂ زندگی، پاکدامن مرد[11] یا عورت کو تہمت لگانا، مسلمان کو گالی[12] دینا، بغیر رضامندی[13] دوسرے کا مال کھانا، جھوٹ[14] بولنا، جھوٹی[15] قسم کھانا، جھوٹی[16] گواہی دینا (نااہل کو ووٹ دینا) امتحان میں فیل ہونے والے کو پاس کرنا (یہ بھی جھوٹی شہادت ہے) اور غور کیجئے تو بات یہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے بھی ہیں جو کبیرہ ہوتے ہوئے دوسرے گناہ کے مقابلہ میں صغیرہ ہوجاتے ہیں۔ مثلاً نامحرم عورت کو دیکھنا اگرچہ بڑا گناہ ہے لیکن زنا کی بہ نسبت اسے گناہ صغیرہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مسلمان کو گالی دینا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے لیکن قتل مسلم کی بہ نسبت اسے صغیرہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ جن گناہوں پر وعید وارد ہوئی ہو وہ کبیرہ ہیں اور جن پر وعید نہ آئی ہو وہ صغیرہ ہیں۔

آیت میں آئے ہوئے لفظ "مُدْخَلًا كَرِيْمًا" سے بہشت اور جنت مراد ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ کی تشریح مذکور کو تفسیر و تشریح کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر سنائیے اور جو بات پوری طرح واضح نہ ہو سکی ہو اسے اچھی طرح آسان کر کے سمجھا دیجئے۔

۲۔ سامعین کو گناہ کبیرہ بتائیے اور اس کا انجام بتائیے کہ وہ اللہ کے غضب اور عذاب کا سبب ہوتا ہے۔

۳۔ سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ کوئی "گناہ کبیرہ" توبہ و استغفار کے بعد کبیرہ نہیں رہ جاتا اور اسی طرح "گناہ صغیرہ" پر اصرار کیا جائے اور برابر کرتا رہے تو وہ صغیرہ بھی صغیرہ نہیں رہ جاتا بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتائیے کہ گناہ پر فوری توبہ واجب ہے۔ توبہ میں ڈھیل ڈالنا اور تاخیر کرنا جائز نہیں۔

۵۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی و عنایت کی طرف متوجہ کیجئے کہ اس نے اپنی مہربانی سے اس آیت میں یہ وعدہ فرمالیا ہے کہ اگر لوگ "گناہ کبیرہ" کے ارتکاب سے بچتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹے گناہ معاف فرمادیں گے۔

(یہ بات تشریح میں صاف کردی گئی ہے کہ فرائض اور واجبات کا ترک بھی بجائے خود ایک کبیرہ ہے۔ اس لئے فرائض و واجبات کی ادائیگی تو ہر حال میں کرنی ہی ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کبائر سے اجتناب پر عملدرآمد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہو کر رہے گا۔)

بائیسواں درس

۲۲ ربیع الاول	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبٰوا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات ہلاک کردینے والی باتوں سے دور رہو۔ حضرات صحابہ رضؓ نے دریافت کیا کہ وہ باتیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالےٰ کے ساتھ (اس کی ذات یا صفات ہیں) کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق جان لینا کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کفار سے مڈ بھیڑ کے وقت (میدان جنگ) جہاد سے بھاگ جانا، سیدھی سادی مومن عورت پر تہمت لگانا۔

تشریح: یہ حدیث شریف بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کردینے والی باتوں سے دور رہو، ان کے قریب بھی نہ جاؤ، انکی طرف دیکھو بھی نہیں، کیونکہ یہ باتیں تمھارے حق میں بہت زیادہ نقصان دہ اور ضرر رساں ہیں۔ ان باتوں سے اجتناب کا حکم وجوب کیلئے ہے۔ لہذا کسی صاحب ایمان کیلئے ان باتوں کا ارتکاب

درست نہیں ہے۔

ان گناہوں کو زیر درس حدیث میں "موبقات" فرمایا گیا ہے یعنی مہلکات (ہلاکت والی چیزیں) جو شخص ان کا ارتکاب کرے گا وہ ہلاک ہو گا، قیامت میں عذاب دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور جب حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انکی تفصیل دریافت کی تو آپ نے تفصیل ارشاد فرمائی کہ وہ سات مہلکات یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی بھی عبادت کرنا۔ یہ دوسرا معبود کوئی بھی بنا لیا گیا ہو (خواہ فرشتہ ہو، خواہ کوئی نبی ہو جیسے حضرت عیسیٰ و حضرت عزیر، یا کوئی ولی ہو، یا کوئی ستارہ ہو، چاند سورج ہو، حجر و شجر ہو) اور اسکی عبادت کی کوئی بھی صورت ہو سب شرک ہے (مثلاً اس سے دعا مانگی جائے، اس کے نام پر جانور ذبح کیا جائے جیسے شیخ سدو کا بکرا، یا غیر اللہ کیلئے نذر ہو)۔ (۲) سحر وجادو کرنا۔ کسی انسان پر جادو کرنا کہ اسکی عقل جاتی رہے یا وہ جائز طور پر جس سے محبت کرتا ہے وہ محبت جاتی رہے، یا اسے کوئی جسمانی تکلیف اور ضرر پہنچایا جائے۔ (۳) کسی کا ناحق قتل خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، چھوٹا بچہ ہو یا بڑا ہو (نس بندی بھی اسی ذیل میں آتی ہے)۔ (۴) سود کا مال کھانا۔ سود یہ ہے کہ کسی کو رقم قرض دے کر اس سے زیادہ وصول کرنا۔ یہ رقم تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اسی طرح دو چیزوں کی خرید و فروخت جو ایک ہی جنس کی ہوں مگر دونوں کی مقداروں میں کمی بیشی کا فرق ہو (مثلاً پانچ کلو گیہوں کے بدلے میں سات کلو گیہوں لینا دینا) (۵) یتیم کا مال کھانا چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ، اس کا پیسہ ہو یا کھانے پینے کی چیز ہو (اسکی اپنی ہو یا کسی نے اسے دی ہو) کھانا جائز نہیں ہے۔ (۶) جب کفار و اہل اسلام میں دینی جہاد ہو رہا ہو تو عین مڈبھیڑ

کے وقت میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ (۷) بھولی بھالی سادہ لوح پاکدامن ایمان والی عورتوں پر تہمت تراشی کرنا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ تفسیر و تشریح کرتے ہوئے لوگوں کو سنائیے۔ جو بات واضح نہ ہوئی ہو اسے عام فہم انداز میں اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ لوگ اچھی طرح مطلب سمجھ لیں۔

۲۔ لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ یہ سات باتیں زبان رسالت کے مطابق مہلکات ہی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی اور بہت سے گناہ کبیرہ ہیں جن کا بڑا گناہ ہوتا ہے جیسے زنا ہے، چوری ہے، جھوٹ بولنا ہے، غیبت اور چغلی ہے، نفاق ہے کبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہونا ہے، مسلمان کو گالی دینا وغیرہ ہیں۔

۳۔ انھیں بتا دیجئے کہ جادو کا اثر جب ظاہر ہو جائے اور یہ بات متعین ہو جائے کہ یہ جادو ہی کا اثر ہے تو اسلامی حکومت میں اسکی سزا قتل ہے۔

۴۔ یتیم کا مال کھانے میں کتنا بڑا گناہ ہے اسے سمجھانے کیلئے سورہ نساء کی یہ آیت لوگوں کو سنا دیجئے "اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۝

(ترجمہ: جو لوگ یتیموں کا مال ظلم و زیادتی کے طور پر کھاتے ہیں تو وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب ہی وہ دوزخ میں داخل ہوں گے) اور دانستہ اور بطور ظلم کسی کی جان لینے والے کا ٹھکانہ تو دوزخ ہی ہے۔

تیئسواں درس

۲۳ ربیع الاول	قَوۡلُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (الحشر ۹۸)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھ لینا چاہیے کہ اس نے آنے والے کل کیلئے کیا کچھ پہلے سے بھیج دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے برابر ڈرتے رہو، بلاشبہہ اللہ تعالیٰ باخبر ہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

تشریح: یہ آیت شریفہ بھی منجملہ نداآت رحمٰن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جملہ اہل ایمان کو حوالۂ ایمان کے ساتھ ندا دی ہے اور انھیں مخاطب فرماکر انجام کی فکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہی ہے کہ اس کے نزدیک اہل ایمان اس بات کے مستحق قرار پاگئے کہ انھیں "اے ایمان والو" کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ اس انداز خطاب میں یہ مژدہ جانفزا پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا ایمان قبول فرماکر انھیں "مومن" کے خطاب سے نوازا ہے۔

غور کیا جائے تو یہ حقیقت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ "ایمان" انسان کیلئے بمنزلہ روح ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ اور صاحب حیات وہی ہے جو صاحب ایمان ہے اور زندہ ہونے کی وجہ سے وہی اس قابل ہے کہ اگر اسے ندا دی جائے تو وہ ندا کا جواب دے۔ اسے اگر کسی کام کا

حکم دیا جائے تو وہ امتثال امر کرے، کسی بُرے اور غلط کام سے روکا جائے تو وہ اس سے باز رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومن ہی کو قابل خطاب سمجھا ہے، کیونکہ کافر تو بے ایمان ہونے کی وجہ سے بے جان اور مردہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مومن کو مخاطب فرما کر حکم دے رہے ہیں کہ اے میرے مومن بندو! اللہ سے ڈرو، اس کے دردناک عذاب سے ڈرو، اس کا حکم سنو اور اس پر عمل کرو، جو احکام اس نے دیئے ہیں ان کی تعمیل کرو، جو احکام اس کے رسول نے دیئے ہیں ان پر عمل پیرا ہو، جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے اور روکا ہے ان کا ہرگز ارتکاب نہ کرو۔

آگے فرمایا ہے: "وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" یہ ارشاد ڈرتے رہنے کے طریقہ کی رہنمائی ہے۔ یعنی اس کا طریقہ یہ مراقبہ ہے کہ ہر شخص اپنے دل میں یہ غور و فکر کرتا رہے کہ اس نے آنے والے کل کیلئے کون کون سے عمل کر کے ذخیرۂ آخرت بنائے ہیں۔ یہی مراقبہ اس کیلئے کلید سعادت ہے۔ اگر غور و فکر کرنے پر یہ دیکھے کہ اس نے آخرت کا ذخیرہ تھوڑا ہی کیا ہے تو اعمال خیر میں زیادہ مشغولی اختیار کرے اور اگر اعمال خیر کا ذخیرہ کم نہ دکھائی دے تو انہی اعمال پر پابندی و مداومت اختیار کرے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب سے مامون و محفوظ ہو جائے گا۔

اس کے بعد "اِتَّقُوا اللّٰهَ" کا حکم یہاں اہل ایمان کو دوبارہ دیا گیا ہے جس سے یہ اشارہ ہو جاتا ہے کہ "تقویٰ اللہ" کی ضرورت جیسے ادائے فرائض و واجبات میں ہوتی ہے کہ تعمیل احکام میں خوفِ الٰہی بھی کارفرما ہوتا ہے، اسی طرح ممنوعات و محرمات سے پرہیز و اجتناب میں بھی "تقویٰ اللہ" بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تقویٰ کی ضرورت و اہمیت اس بات سے بھی سمجھی جاتی ہے کہ

چونکہ تزکیۂ نفوس کے بغیر داخلۂ جنت نہیں ہو سکتا، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ بغیر تقویٰ کے تزکیۂ نفوس بھی نہیں ہو سکتا، اس لئے جو شخص داخلۂ جنت کا خواہشمند ہے وہ تزکیۂ نفس بھی چاہے گا، اور جو تزکیۂ نفس چاہے گا وہ لازمی طور پر تقویٰ بھی اختیار کرے گا۔

"اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" فرماکر یہ بات واضح کردی کہ تم کہیں اس غلط فہمی میں نہ پڑ جانا کہ ہم بہت سے گناہ کا کام تو چھپ کر کرتے ہیں کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ایک ایک کام کی خبر رکھتے ہیں، ان سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اپنے اعمال کا مراقبہ کرتے وقت یہ بھی دھیان رہے کہ ہمارا کوئی کام خدا سے پوشیدہ نہیں ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت زیر درس کو تجوید وصحتِ ادا کے ساتھ بار بار تلاوت کیجئے کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ سامعین کو آیت یاد ہو گئی۔

۲۔ آیت کی تشریح مذکور کو اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اور ہر جملہ کو اچھی طرح سمجھا سمجھا کر سنائیے کہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

۳۔ لوگوں کو "تقویٰ" کا مطلب بتائیے کہ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی بجا آوری اور محرمات و ممنوعات و مکروہات سے اجتناب کو تقویٰ کہتے ہیں اور یہی تقویٰ داخلۂ جنت کا ٹکٹ ہے۔

۴۔ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے لئے آیت زیر درس میں بتایا گیا مراقبہ بندۂ مومن کیلئے بہت بڑا معین و مددگار ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ کے مفہوم کا اگر صحیح طور پر استحضار رکھ کر مراقبہ کیا جائے تو تقویٰ کا حصول آسان ہو جائے گا۔

۵۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل واحسان کی طرف متوجہ کیجئے کہ اس نے اہل ایمان پر یہ کتنا بڑا انعام واحسان کیا کہ انھیں اس مراقبہ کا حکم دیدیا جو انھیں اللہ تعالیٰ کی ولایت ومحبت اور اسکی رضا وخوشنودی اس کے قرب وجوار جیسی نعمت کا اہل ومستحق بنا دے۔

چوبیسواں درس

۲۴ ربیع الاول | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: وَاتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو چاہے جہاں بھی رہو اور جب بھی کوئی گناہ ہو جائے، فوراً اس کے بعد ہی نیک کام کر لو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔

تشریح: یہ حدیث شریف بظاہر الفاظ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت ہے کسی ایسے شخص کے لئے جس نے آپ سے خود وصیت کی فرمائش کی ہو یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ عنایت اپنے اصحاب کرام ؓ میں سے کسی صحابی کو بطور خود یہ وصیت فرمائی ہے جنھیں آپ نے اس وصیت کا مستحق سمجھا ہوگا۔

یہ وصیت مبارکہ اگرچہ تین باتوں کے حکم پر مشتمل ہے، لیکن اسکی معنی خیزی پر اگر غور کیا جائے تو یہ وصیت ہر طرح کے صلاح و کمال کی بنیادی باتوں پر مشتمل نظر آئے گی۔ جیسا کہ آئندہ بیان سے واضح ہو جائے گا۔

(۱) تقویٰ: جو اس مراقبہ سے حاصل ہو جاتا ہے جو درس سابق کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ بندۂ مومن جب بھی کوئی نیک کام کرے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اسکی خوشنودی کو مدنظر رکھے

خواہ وہ کام دوسروں کے سامنے کر رہا ہو یا خلوت اور تنہائی میں کر رہا ہو۔
اسی طرح وہ جب کوئی برا کام کرنے سے رک رہا ہو تو اس وقت اس ترک گناہ میں بھی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا جوئی پیش نظر رکھے۔ یہ سوچتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ تصور و مراقبہ ہر حالت میں رہنا چاہیئے، جلوت کی حالت ہو یا خلوت کی۔ اس معنی خیز وصیت کو ان لفظوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ۔

(۲) **برائی کے پیچھے نیکی کر لو۔** اس ارشار گرامی کی بنیاد بھی اس مراقبہ پر ہے کہ بندۂ مومن کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو حضور رب اور اس کا جواب دہ تصور کرے۔ جس وقت بھی اس کے قدم پھسل جائیں اور کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو حق تعالیٰ کی ناراضگی و غضب کا سبب ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے (یہ دھیان میں رکھتے ہوئے کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں) کوئی نیک کام بھی کر لے، یہ نیک کام اس برے کام پر ہونے والی خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کو ختم کر دے گا (جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے "الصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ او کما قال یعنی صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔)
برائی اور گناہ کی کوئی بھی صورت ہو، کسی فرض و واجب کا ترک ہوا ہو، یا کسی حرام و ممنوع کا ارتکاب ہوا ہو، دونوں ہی صورتوں میں برائی کے بعد نیکی کرلے تو اس برائی کا اثر جاتا رہے گا۔ اسی بات کو حدیث کے دوسرے فقرے میں فرمایا گیا ہے "اِتْبَعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا" (برائی کے پیچھے نیکی لگادو، برائی کو مٹا دے گی۔)

(۳) **لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔** یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

تیسری نصیحت و وصیت ہے کہ لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ رکھو۔ اسے سمجھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اس مقام پر نہ پہنچے کہ جو بات وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی بات اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ صرف زبانی خوش اخلاقی کافی نہیں ہے کہ وہ صرف خوش گفتاری ہے۔ اخلاق کا منشا تو دل ہے۔ دل میں دوسرے کا اکرام، اپنا عجز ہونا چاہئے دلی تقاضے سے جو خوش اخلاقی برتی جاتی ہے اس کا اثر دوسرے کے دل پر پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں اسی دلی خوش اخلاقی کی بات فرمائی گئی ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو اتنی بار پڑھئے کہ آپ کے اندازہ میں اکثر لوگوں کو الفاظ حدیث یاد ہو گئے ہوں۔

۲۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو "تقویٰ" کی حقیقت بتائیے اور یہ سمجھائیے کہ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ دین کے فرائض و واجبات کی بجاآوری کرنا اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے ان سے دور رہنا (اور یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو) یہی اصل تقویٰ ہے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ ہر گناہ کی توبہ علی الفور (بروقت) ہونی چاہئے تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث زیر درس کا یہ فقرہ "اَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا" بھی توبہ علی الفور پر مبنی ہے جب بھی گناہ ہو جائے فوراً کوئی نیک کام کر لو اور خود توبہ کر لینا اور اللہ تعالٰی کی طرف دل سے متوجہ ہو جانا بھی ایک نیک کام ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو مکارم اخلاق بتائیے اور بتلائیے کہ قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہمنشیں یہی مکارم اخلاق والے اصحاب کرام ہوں گے (جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا ہے۔ قیامت میں تم میں سے زیادہ محبوب اور مجلس میں مجھ سے زیادہ قریب وہی لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔

پچیسواں درس

۲۵ ربیع الاول	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۝ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۝ (الحجر ۴۵-۴۸)

ترجمۂ آیت: بیشک متقین (خدا سے ڈرنے والے لوگ) باغوں اور چشموں میں (بسے) ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم سب (ان کے دلوں سے) دور کر دیں گے کہ بھائی بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے، آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔ وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی، اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

تشریح: یہ آیت شریفہ اللہ تعالیٰ کی ایک خوشخبری ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ کے ذریعہ اپنے اہل ایمان بندوں کو یہ مژدہ سنایا ہے کہ جو اہل ایمان تقویٰ شعار ہوں گے وہ روز قیامت جب اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوں گے تو وہ سب جنت کے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ متقی کون ہے اور کن لوگوں کی یہ تصویر کشی کی گئی ہے۔ تو سمجھ لیجئے کہ متقی ایسے لوگوں کو کہا گیا ہے؛

جن کو حق تعالےٰ کا عرفان حاصل ہو، اور وہ تمام ضروری معلومات حاصل ہوں جو اعتقادات و اعمال سے متعلق انھیں معلوم ہونی چاہئیں، اور وہ تمام باتیں بھی انھیں معلوم ہوں جن کا اعتقاد رکھنا یا زبان سے کہنا یا ان پر عمل کرنا ان کیلئے ناجائز وحرام کیا گیا ہو، انھیں جنت کے انعامات بھی معلوم ہوں جو اللہ تعالےٰ کے اپنے متقی (مومن) بندوں اور دوستوں کیلئے جنت میں تیار کر رکھے ہیں۔ اور اسی طرح انھیں دوزخ کے ان عذابوں کا بھی علم ہونا چاہئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے اور اپنے رسول اور دین کے دشمن کافر و مشرک لوگوں کیلئے مقرر کر رکھے ہیں۔ ان باتوں کے علم کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان مومن بندوں کے دلوں میں اگر ایک طرف شوق و محبت کا جذبہ بیدار ہوگا، تو دوسری طرف خدائے تعالےٰ کا خوف و خشیت بھی دل میں جاگزیں ہو جائے گی، جس کے نتیجہ میں وہ لوگ اس کی اطاعت بھی کریں گے اور اسکی پسندیدہ چیزوں کو اختیار اور ناپسند باتوں سے اجتناب بھی کریں گے اور پھر وہ دخول جنت اور اس کے انعامات کے حقدار بھی ہو جائیں گے۔

الفاظ کی تشریح: جَنّٰتٍ جنت کی اور عیون عین کی جمع ہے۔ جنت باغ کو اور عین پانی کے چشمے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ عین کے اور بھی معنی آتے ہیں، آنکھ کو بھی عین کہتے ہیں لیکن یہاں جنت کی مناسبت سے چشمہ کے معنی ہوں گے۔

"اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ" یہ فقرہ اس وقت کہا جائے گا جب لوگوں کا حساب کتاب ہو جائے گا۔ پل صراط سے گزر کر اہل جنت جنت کے دروازوں پر پہنچ جائیں گے، تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ سلامتی و امن کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ آیت شریفہ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جنت میں داخلہ کے وقت ان اہل ایمان کے

دل ہر قسم کے کینہ و کدورت سے بالکل خالی ہوں گے، یہ لوگ بالکل بھائی بھائی کی طرح الفت و محبت کے ساتھ رہیں گے۔ نہ ان کے دل میں کوئی کینہ ہوگا نہ کدورت، نہ بغض ہوگا نہ حسد، نہ کبر و غرور ہوگا نہ فخر و تمکنت، جیسے ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ رہتا ہے۔ "عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ" (آمنے سامنے مسہریوں اور تختوں پر بیٹھے ہوں گے) کسی کی پیٹھ دوسرے کی طرف نہ ہوگی۔ انکی مسہریاں اور انکے تخت بھی ان کے ساتھ جدھر ان کا رخ ہوگا گھوم جایا کریں گے۔ اور انعامات جنت میں سے ایک انعام یہ بھی ہوگا کہ انھیں وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی، نہ تعب اور تھکان ہوگی۔ اور یہ سب عیش و آرام دائمی ہوگا، انھیں کبھی جنت بدر بھی نہ کیا جائے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے اطمینان و سکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اور جو بات کچھ واضح نہ ہوئی ہو اسے اچھی طرح واضح کرکے بیان کیجئے۔

۲۔ لوگوں کو ایمان اور تقویٰ کی فضیلت و اہمیت اچھی طرح بتادیجئے کہ "ولایت" کیلئے یہی دونوں بنیادی عنصر ہیں۔ کسی بندے کو ان دونوں کے بغیر ولایت تامہ حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

۳۔ لوگوں کو جنت کی نعمتوں کی تفصیلات سنائیے۔ اس سلسلہ میں ان قرآنی آیات کو بھی ذکر کیجئے جن میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں (کفار و مشرکین وغیرہم) کیلئے دوزخ میں عذاب رکھے ہیں، انھیں بھی لوگوں کو بتائیے۔

چھبیسواں درس

۲۶ ربیع الاول | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (بخاری و مسلم)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا (اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس صحابہ کرام رضؓ سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو اس کا مطلب بھی یہی ہے (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ) کسی کو بھی ان چیزوں کا علم نہیں ہے جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی چیزیں ان سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

تشریح: اس قسم کی حدیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب فرماکر کوئی بات نقل فرمائیں حدیث قدسی کہلاتی ہے۔ گزشتہ صفحات میں بھی ایسی حدیث گزر چکی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے "اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ" (یعنی

روح القدس جبرئیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی) کہ "لَا تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا وَأَجَلَهَا" (کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرے گا جبتک کہ اپنی قسمت میں لکھی ہوئی روزی پوری حاصل نہ کرلے اور جبتک اس کی مدت حیات پوری نہ ہوجائے۔)

یہ حدیث بھی اسی قسم کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جو نہ تو آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری پوری ادائیگی کرتے ہوں، اس لئے اس طبقہ میں جملہ صالحین داخل ہیں خواہ وہ انبیاء ورسل ہوں یا اولیاء وشہداء ہوں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے "عبادیؒ" (میرے اپنے بندے) فرماکران کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ جنت کی نعمتوں کی کوئی تفصیل بتانے کے بجائے ایسی تعبیر اختیار فرمائی جو مختصر سے مختصر اور پھر جنت کی تمام نعمتوں کو محیط ہوگئی۔ "مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" کے مختصر سے تین فقروں میں جنت کے محلات وقصور، اس کے باغات وانہار، اس کے حور وغلمان، اس کے فواکہ واثمار، اس کے ماکولات و مشروبات، وہاں کے لباس وپوشاک، اس کے سامان آسائش وآرائش سب ہی چیزیں تو ایک لفظ مَا کے عموم کی وجہ سے ان تین فقروں میں سمٹ کے آگئی ہیں۔

آخر میں سورہ سجدہ کی آیت تلاوت فرماکر گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی کو اللہ تعالیٰ ہی کے دوسرے کلام سے بھی ثابت فرمادیا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور اطمینان کے ساتھ ایک ایک جملہ پڑھ کر سنائیے اور اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۲۔ صلاح و نیکو کاری اور نیکو کار صالحین کی فضیلت سامعین کو بتائیے کہ صلاح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شریعت کے احکام اور اس کے بتلائے ہوئے عقائد اور تعلیم کی ہوئی عبادات و اخلاق و آداب پر عمل کیا جائے جو لوگ ایسے وصف صلاح سے متصف ہوتے ہیں وہ صالحین کہلاتے ہیں۔ جن کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا فرمائی ہے: "وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ" (اے اللہ! مجھے صالحین کے ساتھ شامل کر دیجئے۔ اور جن کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی ہے" وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝ (اے اللہ! اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل فرما دیجئے۔)

۳۔ لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ کسی بات پر دلیل بیان کر دینا کہ نفس کو اس بات کی صحت پر اطمینان ہو جائے مفید ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی کی تائید میں وہ آیت قرآنی اسی جہت سے تلاوت فرمائی ہے۔

ستائیسواں درس

۲۷ ربیع الاول | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○ (نور ۲۷-۲۸)

ترجمہ آیت: اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جبتک اجازت حاصل نہ کرلو، ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی تمھارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی آدمی معلوم نہ ہو تو ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے یہ کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ، تو لوٹ آیا کرو۔ یہی بات تمھارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالےٰ کو تمھارے سب اعمال کی خبر ہے۔

تشریح: یہ آیات شریفہ بھی ان آیات میں سے ہیں جن میں اہل ایمان کے لئے ندائے رحمٰن ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ کو اسلامی معاشرہ کا ایک اہم اخلاقی ادب بتاتے ہوئے فرمایا۔ اے ایمان والو! اپنے رہائشی مکان کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں اس وقت تک اندر نہ جاؤ جبتک کہ اہل خانہ سے اجازت حاصل نہ کرلو۔ اس موقع پر قرآن مجید میں تو لفظ "استیناس" آیا ہے جس کے

لغوی لفظی معنی تو مانوس کرنے کے ہیں لیکن جمہور مفسرین نے یہاں اس لفظ "استیناس" کو "استیذان" (طلب اجازت) ہی کے معنی میں لیا ہے۔ کیونکہ اصل مقصود تو استیذان ہی ہے اور چونکہ اس استیذان کے ذریعہ صاحب خانہ اور آنے والے کے درمیان فی الجملہ انس و موانست ہو جاتی ہے اس لئے یہاں استیناس ہی کو استیذان کی جگہ استعمال کر لیا گیا ہے۔

اور استیذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اجازت چاہنے والا یہ کہہ کر اجازت لے، السلام علیکم، کیا میں (فلاں شخص) اندر آسکتا ہوں؟ (اجازت لینے والا اپنا نام بتا کر اجازت چاہے۔ صرف واحد متکلم کی ضمیر "میں" کہنا کافی نہیں ہے حدیث شریف میں نام کی جگہ "میں" کہنے کو ناپسند کیا گیا ہے) تین بار اجازت چاہے، اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جائے ورنہ واپس لوٹ جائے، وہیں اڑ کر جم نہ جائے۔ اس طریقہ کو اللہ تعالٰی نے مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہی طریقہ تمھارے لئے بہتر ہے کہ جہاں جانا چاہتے ہو ان لوگوں کو پہلے سلامتی کی دعا دے کر انھیں مانوس کر لو اور بالواسطہ ان پر یہ بھی ظاہر کر دو کہ تم ان کے کوئی دشمن نہیں ہو، بلکہ ان کے حق میں سلامتی کی دعا کرنے والے ہو، اس کے بعد ان سے اجازت چاہو۔ اور یہ طلب اجازت بھی تین مرتبہ سے زائد نہ ہونا چاہئے۔ اس استیذان میں ایک دینی حکمت وہ مصلحت یہ ہے کہ بغیر اجازت چاہے کسی کے گھر کے اندر داخل ہونے میں یہ خطرہ بھی رہتا ہے کہ کسی نامحرم پر اچانک نظر پڑ کر موجب فتنہ نہ ہو جائے جو عذاب آخرت کا سبب ہو جائے۔

آیت شریفہ میں جو یہ صورت بھی مذکور ہوئی ہے کہ اگر اس گھر میں کسی کا موجود

ہونا معلوم نہ ہو تو بھی جب تک صریح اجازت نہ ملے اس گھر میں بھی داخل نہ ہو اور اگر اجازت طلب کرنے کے جواب میں یہ کہہ دیا جائے کہ اس وقت ملاقات کا وقت نہیں ہے، لوٹ جایئے، تو پھر لوٹ آنا چاہئے۔ اس پر دل میں ناگواری بھی نہ ہونی چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ صاحب خانہ کو کوئی معقول عذر ہو یا کوئی اہم مشغولی ہو اس لئے ہنسی خوشی واپس ہو جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کو تمھارے جملہ اعمال و افعال کی خبر رہتی ہے۔ یہ مراقبہ ہر وقت کیلئے مفید و کارآمد رہتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ درس قرآنی کی تشریح اس لئے لوگوں کو سنایئے کہ ہر جملہ پر ٹھہر کر اسے اچھی طرح سمجھاتے بھی جائیں کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان آیات کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ لوگوں کو یہ بات بتا دیجئے کہ قرآن مجید میں "استیذان" کے لئے استیناس کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے یہ بات بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ "استیذان" تقاضائے انسانیت اور خصوصیت انسان ہے، جو شخص اس خصوصیت کو نہیں سمجھتا تو صفت حیوانیت سے متصف ہے کہ ناما نوسیت و وحشت تو حیوانی صفت ہوتی ہے۔

۳۔ لوگوں کو یہ ادب بھی بتا دیجئے کہ "استیذان" کے وقت جب پوچھا جائے کہ آپ کون صاحب ہیں؟ تو اس کے جواب میں یوں نہ کہا جائے کہ

"میں ہوں" بلکہ جواب میں اپنا وہ نام بتائے جو معروف ہو، جسے سب لوگ جانتے ہوں۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اگر کوئی شخص استیذان کے وقت طریقہ مسنون کے خلاف کرے اور السلام علیکم نہ کہے تو حدیث شریف کی ہدایت کے مطابق اسے اندر آنے کی اجازت نہ ملنی چاہیئے۔

(جمع الفوائد جلد ثانی صفحہ ۱۴۳ باب السلام والمصافحہ میں ایک روایت حدیث ان الفاظ میں منقول ہے: " لَا يُؤْذَنُ لِلْمُسْتَأْذِنِ حَتّٰى يَبْدَأَ بِالسَّلَامِ " یعنی اجازت چاہنے والے کو اس وقت تک اجازت نہ دی جائے جبتک کہ وہ پہلے سلام نہ کرلے۔)

اٹھائیسواں درس

۲۸ ربیع الاول	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ لِعِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ وَبِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَعَوْنِ الضَّعِیْفِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِبْرَاءِ الْمُقْسِمِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا۔ ۱۔ مریضوں کی عیادت، ۲۔ جنازہ میں شرکت، ۳۔ چھینکنے والا جب الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، ۴۔ ضعیف اور کمزور آدمی کی مدد کرنا، ۵۔ مظلوم آدمی کی مدد کر کے اسے ظلم سے بچانا، ۶۔ سلام مسنون کو رواج دینا، ۷۔ قسم کھانے والے کی قسم پوری کرا دینا (بشرطیکہ کسی ناجائز بات کی قسم نہ ہو۔)

تشریح: مندرجہ بالا حدیث زیر درس حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا۔ وہ سات باتیں مندرج ذیل ہیں۔ (۱) عیادۃ المریض، یعنی بیمار کے پاس جانا۔ مریض اپنے گھر پر ہو یا شفاخانہ اور تیمارخانہ (نرسنگ ہوم) میں ہو، عیادت کے لئے مرض ہونے کے تین دن بعد جانا مستحب ہے (بعض بیماریوں میں عیادت کو نہ جانا چاہئے، آشوب چشم میں یا پوشیدہ جگہ کوئی پھوڑا پھنسی ہو) جب بیمار کی عیادت کو جائے

تو اس کیلئے اس طرح دعا کرے "اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا" یا مریض کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر سات بار یہ دعا پڑھے: "اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ" (۲) اتباع جنائز، اور جنازہ میں شرکت کرنا، اس کے ساتھ قبرستان جانا، نماز جنازہ اور دفن میں شرکت کرنا اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا۔ (۳) تشمیت عاطس۔ چھینکنے والا جب الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں "یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہنا اور یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَكَ" یا یوں کہے: "یَھْدِیْكَ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَكَ" (۴) عَوْنُ الضَّعِیْفِ وَنَصْرُ الْمَظْلُوْمِ" کمزور اور بے زور کی مدد کی جائے کہ کوئی اس پر ظلم و زیادتی نہ کرنے پائے۔ اور نصر المظلوم یعنی جس پر ظلم ہو رہا ہو اسے ظلم سے بچانا، اس کی مدد کر کے اسے ظالم کے پنجہ سے چھڑانا۔ (٦) اِفْشَاءُ السَّلَامِ، سلام مسنون کو رواج دینا۔ ہر مسلمان کو بوقت ملاقات سلام کرنا، اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے، کھڑا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے آدمی کو سلام کرے۔ سلام مسنون یہ ہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" دوسرا شخص یوں جواب دے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (۷) اِبْرَارُ الْمُقْسِمِ قسم کھا لینے والے کی قسم پوری کرا دینا (بشرطیکہ اس نے کسی ناجائز بات کی قسم نہ کھائی ہو، ناجائز بات پر جو قسم کھالی جائے اس کو توڑنا ضروری ہے، اسے پورا نہ کیا جائے گا۔ مترجم) اگر کسی شخص نے کسی جائز بات پر قسم کھالی ہے تو دوسرے مسلمان بھائی کو چاہئے کہ اس قسم کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کرے ورنہ قسم ٹوٹنے پر اسے کفارہ دینا ہوگا، جس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا اس کی قسم پوری کرا دے

کہ وہ اس تکلیف سے بچ جائے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث شریف کی تشریح پڑھئے اور سات باتوں کو علٰحدہ علٰحدہ طور پر لوگوں کو سمجھائیے۔

۲۔ لوگوں کو یہ بات بتائیے کہ جب تک مسلمانوں نے ان سات باتوں پر عملدرآمد باقی رکھا ان میں اخوت باہمی باقی رہی اور ان کی اجتماعی قوت قائم رہی اور وہ پوری جمعیت کے ساتھ ایک امت (امت واحدہ) بنے رہے اور اس حدیث کا مصداق بنے رہے جس میں جملہ مسلمانوں کو ایک "انسانی جسم" کی طرح فرمایا گیا ہے کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہو جاتی ہے تو پورا جسم انسانی اس سے متأثر ہو جاتا ہے۔ اور جب سے ان باتوں پر عمل ترک کر دیا گیا نفاق باہم اور اختلاف وافتراق میں مبتلا ہو گئے۔

۳۔ لوگوں کو عون ضعیف (کمزور کی مدد) نصر مظلوم (مظلوم کو ظلم سے چھڑانے) اور سلام مسنون کو رواج دینے کی طرف متوجہ کیجئے کہ یہ تینوں باتیں "صالح اسلامی اجتماعیت" کیلئے اہم ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر یہ ستون منہدم ہو جاتے ہیں تو پھر یہ صالح اسلامی اجتماعیت کس پر قائم رہیگی؟ اور اسے سعادت واستحکام کیسے حاصل ہوگا؟۔

اُنتیسواں ۲۹ درس

۲۹ ربیع الاول	قَوْلُ اللہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (غافر ۶۰)

ترجمہ آیت: تمھارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو، میں (نامناسب درخواست کے سوا) تمھاری (ہر) درخواست قبول کرلوں گا۔ جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

تشریح: اللہ تعالےٰ جو ہمارا آپ کا پروردگار، ہمارا آپ کا خالق ورازق اور معبود ومربی بھی ہے، جس کے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں ہے اس نے یہ فرمادیا ہے کہ تم لوگ مجھ سے دعا کرو، اپنی حاجات وضروریات کا سوال کرو (اگر وہ تمھارے مناسب حال ہوں گی تو) میں تمھارا سوال سنوں گا اور تمھاری ضرورت پوری کروں گا۔ کیونکہ میرا تمھارا رشتہ عبد ومعبود کا ہے۔ میں تمھارا معبود ہوں اور تم میرے بندے اور میرے محتاج ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ اپنی سرکشی وسرتابی اور کبر ونخوت کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے اور مجھ سے اپنی حاجات طلب نہیں کرتے (حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ان کے تزکیۂ قلوب اور طہارت نفوس کے لئے متعدد قسموں کی عبادات مقرر فرمادی ہیں جن کی بجاآوری کرکے وہ دونوں جہان کی سعادت وکامیابی حاصل کرسکتے ہیں) تو ایسے لوگ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر نار جہنم میں داخل ہوں گے۔ یہ ان کے اس کبر وسرتابی کی سزا ہوگی

جس نے انھیں میری عبادت کرنے اور مجھ سے دعا و تضرع کرنے سے باز رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت زیر درس کو تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار پڑھیئے کہ اکثر سامعین کو یہ آیات یاد ہو جائیں۔

۲۔ آیت کی تشریح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے اور ایک ایک جملہ کو علیحدہ علیحدہ طور پر سمجھائیے۔

۳۔ لوگوں کو دعا کی فضیلت سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے بارے میں فرمایا ہے کہ "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" (مانگنا ہی تو عبادت ہے) اور "مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ" (جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتے ہیں۔)

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ مسلمان کو اپنی دینی و دنیاوی ہر طرح کی ضرورت کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہیئے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی ضرورت و حاجت کا سوال اللہ تعالیٰ سے کیا کرے۔ یہاں تک کہ چپل کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے تو اس کا سوال بھی اللہ تعالیٰ ہی سے کرے۔

۵۔ سامعین کو بتائیے کہ مقبولیتِ دعا کے لئے کچھ خاص اوقات بھی حدیث شریف میں بتائے گئے ہیں۔ لہذا ان اوقات میں دعا کا خاص اہتمام کریں۔ وہ اوقات یہ ہیں :۔

(۱)۔ (نفل نمازوں میں) حالتِ سجدہ میں دعا (۲) جمعہ کے دن کی ایک ساعت (جس کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔ دو قول زیادہ مشہور ہیں دونوں خطبوں کے درمیان کا وقفہ، اور بعد عصر و قبل غروب کا وقت) (۳) شب قدر (۴) اذان و اقامت کا درمیانی وقت (۵) روزہ کی حالت (۶) سفر کی حالت (۷) مرض کی حالت۔

۶۔ اپنے سامعین کو یہ بات بھی بتادیجئے کہ دعا کرنے والے کا کھانا پینا، اور لباس و پوشاک اگر حلال آمدنی کا ہو اور اس کی دعا ناجائز کام یا قطع رحمی سے متعلق نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ جو اس آیت میں مذکور ہے ضرور کسی نہ کسی صورت میں پورا ہوتا ہے۔ یا تو اس کی مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے، یا اس کے عوض اس پر آنے والی کوئی بلا اس سے دور کر دی جاتی ہے، یا ذخیرہ کر کے جنت میں اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

تیسواں ۳۰ درس

۳۰ ربیع الاول | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَا عَلَی الْاَرْضِ مُسْلِمٌ یَدْعُوْا بِدَعْوَۃٍ اِلَّا اٰتَاھَا اَوْصَرَفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَھَا مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِذًا نُکْثِرُ قَالَ وَاللّٰہُ اَکْثَرُ اَوْ یَدَّخِرُ مِثْلَھَا۔

(ترمذی و مستدرک حاکم)

ترجمۂ حدیث: روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان جو اللہ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے یا تو وہی چیز دیدیتے ہیں یا اسی حیثیت کی کوئی بلا اس سے ٹال دیتے ہیں۔ یہ بات اسی صورت میں ہوتی ہے کہ اس نے وہ دعا کسی گناہ کے کام کی یا قطع رحم کے لئے نہ کی ہو۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، پھر تو ہم خوب دعا مانگیں گے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بہت زیادہ دینے والے ہیں یا اس کیلئے ذخیرۂ جنت بنادیتے ہیں (مگر یہ آخری ٹکڑا حاکم نے روایت کیا ہے۔ ترمذی میں یہ ٹکڑا نہیں ہے۔)

تشریح: حدیث شریف کی ابتدا لفظ "مَا" سے ہوئی ہے۔ "مَا عَلَی الْاَرْضِ مُسْلِمٌ" فرمایا ہے۔ کلمۂ "مَا" نے عموم کے معنی پیدا کر دیئے۔ یعنی کہیں بھی اور کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ وہ جو دعا کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے کسی نہ کسی صورت میں قبول ہی فرمالیتے ہیں۔ مومن سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہو اور مجسم طور پر ان کا تابع فرمان ہو گیا۔ ان کے ہر حکم کا امتثال کرتا ہو اور ہر ممنوع چیز سے رک جاتا ہو، اس کے سارے اعمال

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے صادر ہوتے ہوں، غیر اللہ کیلئے کوئی بھی کام نہ ہوتا ہو ایسا شخص جب بھی ان چیزوں کی بابت دعا کرتا ہے جن کا مانگنا جائز و درست ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے یا تو اس کی طلب کردہ چیز ہی عطا فرما دیتے ہیں، یا اسی حیثیت کی کوئی برائی (آفت و بلا) دور کر دیتے ہیں۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مطلوبہ چیز اس کے حق میں خلاف مصلحت ہوتی ہے۔ اس چیز سے اسے کوئی بھی فائدہ (دینی یا دنیوی) پہنچنے والا نہیں ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اسے مطلوبہ شئے نہ دے کر اس پر آنے والی کوئی بلا ٹال دی جاتی ہے۔ مگر ہر صورت میں یہ بات شرط ہے کہ اس کی دعا کسی معصیت و گناہ یا قطع رحم سے متعلق نہ ہو کہ ایسی دعاؤں کا مانگنا ہی جائز نہیں ہے بلکہ بڑا گناہ ہے۔

اس موقع پر ایک شخص بول اٹھے، کہ جب ایسا ہے تو پھر ہم لوگ خوب کثرت سے دعا کریں گے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب قبول کریں گے اور جواب دیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث مذکور کی تشریح ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ پڑھئے اور لوگوں کے فہم کے مطابق سمجھانے بھی جائیے۔

۲۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ کھانا پینا اگر ناجائز آمدنی سے ہوگا تو دعا کی مقبولیت سے محرومی رہے گی۔ لہذا کھانا اور پینا اور لباس و پوشاک

حلال آمدنی سے ہونا چاہیئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "اَطِبْ مَطْعَمَكَ تُجَبْ دَعْوَتُكَ" (اپنا کھانا پینا طیب اور پاک رکھو، تمہاری دعا قبول کی جائے گی۔)

۴۔ لوگوں کو آداب دعا کی تعلیم دیں جو سورۂ اعراف کی آیت میں مذکور ہیں۔ "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" (ترجمہ: اپنے پروردگار سے دعا کرو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستگی میں، کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔)

لہذا دعا میں اپنی عاجزی و ذلت اللہ کے سامنے ضروری ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ دعا آہستگی کے ساتھ دھیمی آواز میں ہونا چاہیئے زور زور بلند آواز سے دعا مانگنا بے ادبی ہے۔

دُعا صرف اللہ سے کی جائے۔ کسی اور سے دعا کرنا شرک ہے دعا میں ایسی چیز طلب نہ کی جائے جو اللہ تعالٰی کی طرف سے عام طور پہ دی ہی نہ جاتی ہو۔ مثلاً یہ دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے پھر سے جوان کردے۔ یا اے اللہ! مجھے نبی بنادے۔ یا یوں کہے کہ اے اللہ! مجھے کبھی موت نہ آئے۔ وغیرہ۔

پہلا درس

یکم ربیعُ الثانی | قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ (الفجر ۱-۵)

ترجمہ آیات: قسم ہے فجر کے وقت کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی اور جُفت اور طاق کی (جُفت سے مراد دسویں ذی الحجہ اور طاق سے مراد نویں ذی الحجہ) اور قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے۔ کیا اس قسم میں عقلمند کیلئے کافی قسم ہے؟

تشریح: یہ سورہ فجر کی ابتدائی پانچ آیات ہیں جن میں اللہ تعالےٰ نے چار چیزوں کی قسم کے بعد مخاطبین کلام سے بڑی اہم بات فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ہر کلام شک وشبہہ سے بالاتر ہوتا ہے اسے کسی قسم کی قسم (حلف) کی ضرورت مطلق نہیں ہے۔ لیکن وہ بعض موقعوں پر انسانی مزاج وطبیعت اور اس کی عادات واطوار کا لحاظ فرماتے ہوئے اسی انداز پر کلام فرماتے ہیں۔ یہی پہلو یہاں بھی ملحوظ رکھتے ہوئے چار قسموں کے ساتھ بات کہی گئی ہے۔ پہلی قسم تو وقت فجر اور طلوع صبح صادق کی ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی قدرت عظیمہ کی بڑی روشن اور کھلی ہوئی نشانی ہے جو صرف اسی خدائے حقیقی کی قدرت واختیار میں ہے۔ روئے زمین پر بسنے والے انسان رات کی اندھیریوں میں کچھ چراغ اور برقی بلب اور ہنڈے جلا کر اپنے اردگرد تھوڑی بہت روشنی کرنے میں تو شاید کامیاب ہو جائیں لیکن وہ سب مل کر بھی اس بات پر قدرت نہیں رکھتے کہ دنیا پر پڑے ہوئے ظلمت وسیاہی

کے سیاہ پردے کو اٹھاکر "صبح روشن" کا چہرہ بے نقاب کر دیں۔

دوسری قسم دس راتوں کی ہے۔ یہ دس راتیں کون سی ہیں جنکی قسم یہاں کھائی گئی ہے؟ مشہور قول کے مطابق تو یہ دس راتیں ماہ ذی الحجہ کے عشرۂ اولیٰ (یکم تا دہم ذی الحجہ) کی دس راتیں مراد ہیں کہ "شب قدر" کے بعد یہی دس راتیں مقدس و مبارک ہیں۔ بعض حضرات نے یہاں پر عشرۂ ذی الحجہ (سال کے آخری مہینہ کی دس راتوں کی بجائے) سال کے پہلے مہینہ محرم الحرام کے عشرۂ اولیٰ کی دس راتیں مراد لی ہیں کہ یہ راتیں بھی فضل و برکت کی راتیں شمار کی گئی ہیں۔ ان راتوں کی قسم کھانے سے اشارۃً اہل ایمان کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے کہ وہ ان راتوں کی قدر و قیمت جانیں اور ان میں اعمال صالحہ کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

تیسری قسم وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ہے، ہر اس چیز کی قسم ہے جو جفت و طاق کا مصداق ہو۔ اور بعض مفسرین نے شفع سے عید (بقرعید) مراد لیا ہے کہ وہ دسویں کو ہوتی ہے اور وتر سے یوم عرفہ مراد لیا ہے جو نویں تاریخ کو ہوتا ہے۔

چوتھی قسم رات کی ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کی ناقابل انکار نشانی ہے کہ دنیا کے "چہرۂ روشن" پر ظلمت و تاریکی کا ایسا پردہ ڈال دیتا ہے جو صرف اسی کے اٹھانے سے اٹھ سکتا ہے۔ کوئی دوسرا نہ تو وہ پردہ چاک کر سکتا ہے نہ اٹھا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قسمیں تو چار چار ذکر فرما دی ہیں مگر جواب قسم یہاں مذکور نہیں ہے بلکہ محذوف و مقدر ہے۔ یعنی ان قسموں کے بعد کہنا یہ ہے کہ اے منکرین بعث و آخرت لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ (سن لو کہ تم سب آخرت میں اٹھائے جاؤ گے اور اپنے اعمال کے نتائج سے باخبر کئے جاؤ گے۔)

ان قسموں کے بعد ان سے استفہام انکاری کے طور پر دریافت فرمایا گیا ہے
هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (کیا ان سب قسموں میں عقلمند آدمی کیلئے
قسم ہے کہ نہیں) جس کا متعین وظاہر جواب یہی ہے "نعم" (یقیناً ان قسموں
میں عقلمند کیلئے قسم کی تاکید موجود ہے) باقی جو شخص عقل سے کورا ہے اس کیلئے تو
ساری دلیلیں بیکار اور ناقابل غور و توجہ ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیات مذکورہ درس کو تجوید وصحت الفاظ کے ساتھ بار بار پڑھیئے کہ اکثر لوگوں کو
یاد ہو جائیں۔

۲۔ آیات کی تشریح مذکور کو ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک جملہ کو علیحدہ علیحدہ سمجھا سمجھا کر
سنائیے کہ سب لوگ سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ قسم کی اصل غرض اپنے دعویٰ اور اپنی بات کی یقین دہانی
ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قسم انہی چیزوں کی کھائی جاسکتی ہے جو باعزت و عظمت
اور یقینی ہوں اور اللہ تعالیٰ جو بذات خود سب سے بڑھ کر باعزت و باعظمت ہیں ان سے
زیادہ کوئی چیز عزت و عظمت نہیں رکھتی اس لئے نہ تو انھیں قسم کی ضرورت ہے
نہ کوئی چیز انکی حیثیت کو دیکھتے ہوئے قسم کے لائق ہے۔ انکی قسم تو صرف "انسانی
عادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر ہوئی ہیں۔ اور چونکہ کوئی چیز بھی ان کے سامنے
بڑی و باعظمت نہیں ہے اس لئے انھیں پورا حق ہے کہ وہ جس چیز کی قسم کھانا
چاہیں کھالیں۔ لیکن ہم انسان اور مخلوق ہیں اس کے بندے اور محکوم ہیں

ہم لوگ ہر چیز کی قسم نہیں کھا سکتے، ہماری قسم تو صرف اسی ذات باعظمت تک محدود رہے گی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (ابوداود، ترمذی) یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔

۴۔ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُنا دیجئے: إِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ یعنی اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہے اور ہر معاملہ میں طاق عدد ہی کو پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھویا جائیگا۔ نماز میں رکوع و سجدہ کی تسبیحات طاق عدد میں پڑھی جائیں گی۔ افطار میں کھجور طاق عدد میں کھائی جائیں گی۔

۵۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتِ عقل کی قدر دانی کی طرف متوجہ کیجئے جس کیلئے اہل لغت نے لفظ "حجر" بھی تجویز کیا ہے کہ عقل ہی وہ خدائی پہرے دار ہے اور انسان کو ہلاکت سے بچائے رکھنے کا کام انجام دیتی ہے۔ لہٰذا جو شخص کفر و شرک کی ہلاکتوں سے نہیں بچ رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ عقل سے خالی ہے۔

دوسرا درس

۱۰ ربیع الثانی | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ فِیْہِنَّ مِنْ ہٰذِہِ الْاَیَّامِ یَعْنِیْ عَشَرَ ذِی الْحِجَّۃِ، قَالُوْا وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، قَالَ: وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ بِشَیْءٍ۔ (بخاری شریف)

ترجمہ حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشرۂ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل صالح اس درجہ محبوب ہو جس درجہ عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال محبوب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا محبوب نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا، مگر جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوا اور وہاں دونوں چیزیں اللہ کی راہ میں لگا دیں گھر کوٹنے کی نوبت بھی نہیں آئی تو ایسا جہاد یقیناً عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال صالحہ سے زیادہ پسندیدہ ہوگا۔

تشریح: حدیث مذکور کا ترجمہ بجائے خود مطلب خیز ہے جو محتاج تشریح نہیں ہے

پھر بھی چند باتیں بطور تشریح لکھی جارہی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرۂ ذی الحجہ کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی عمل صالح جتنا ان دنوں میں محبوب ہے ان کے علاوہ دنوں میں اتنا محبوب نہیں ہے ظاہر ہے کہ آپ کا ارشاد امت کو یہ ترغیب دینے ہی کیلئے تھا کہ لوگ ان دنوں کی فضیلت پہچانیں اور ان دنوں میں اعمال صالحہ کرنے کا زیادہ اہتمام کریں۔

آپ کا یہ ارشاد سُن کر حضرات صحابہؓ نے (جو اپنی دانست میں یہ سمجھے ہوئے تھے کہ شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہوگا) دریافت کرلیا کہ کیا جہاد جیسا عمل صالح بھی ان دنوں میں کئے ہوئے "عمل صالح" کے برابر نہیں ہے تو آپ نے مکرر وہی بات فرمادی مگر جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت کو مستثنیٰ بھی فرمادیا۔ کہ جہاد کی صرف یہ صورت ضرور عند اللہ زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ کوئی اللہ کا بندہ اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے نکل کھڑا ہوا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی دیدے اور اس کا مال بھی وہیں لوٹ لیا جائے اور وہ وہاں سے لوٹ کر آنے بھی نہ پائے تو ایسے مجاہد کا عمل جہاد یقیناً زیادہ محبوب ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو ٹھہر ٹھہر کر بار بار پڑھیے کہ حدیث شریف یاد کرلی جائے

۲۔ حدیث شریف میں آئے ہوئے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ سمجھاتے ہوئے تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ عام فہم انداز میں سنائیے کہ آپکے سامعین حدیث شریف کا مطلب اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ اللہ تعالےٰ جس طرح عمل صالح کو محبوب رکھتاہے عمل صالح کرنے والے صالحین کو بھی محبوب رکھتاہے۔ اور لوگوں کو اعمال صالحہ کا شوق دلائیے۔

۴۔ لوگوں کو یوم عرفہ نویں ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت بتائیے کہ اس ایک روزہ سے ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لیکن جو شخص وقوف عرفہ کر رہا ہو اس کیلئے مستحب یہی ہے کہ وہ یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ کے موقع پر روزہ نہیں رکھا تھا اور عید (بقر عید) کا روزہ تو حرام ہی ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں شہادت پانے کی فضیلت سے باخبر کیجئے اور ان میں شوق شہادت پیدا کیجئے۔

تیسرا درس

۳ ربیع الثانی	قَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝ (الکوثر ۱-۳)

ترجمہ آیات: بیشک ہم نے آپ کو کوثر (حوض جنت کا نام بھی کوثر ہے اور ہر خیر کثیر کو بھی شامل ہے) عطا فرمائی ہے تو آپ اپنے رب کیلئے نماز پڑھئے، اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

تشریح: یہ سورہ مبارکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے نازل ہوئی ہے۔ جس میں اللہ تعالے نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ یہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (شب معراج) جنت میں داخل ہوا تو اس میں ایک نہر دکھائی دی جس کے دونوں کنارے موتیوں کے خیموں کے تھے، تو جہاں پانی بہہ رہا تھا وہاں میں نے ہاتھ مار کر دیکھا تو وہ خالص مشک تھا۔ میں نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالے نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ آپ (اس اعطاء کوثر کے شکریہ میں) اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھئے اور (تکمیل شکر کیلئے) قربانی کیجئے کہ اللہ تعالے نے آپ پر کتنے اور کیسے کیسے انعامات فرمائے ہیں۔ آپ کو نبوت و رسالت سے

مشرف فرمایا، آپ کو کوثر اور خیر کثیر عطا فرمایا، آپ کے ذکر کو بلند کیا کہ ہر وقت کی اذان میں اللہ تعالےٰ کے نام نامی کے ساتھ آپ کا ذکر بلند ہوتا ہے اور جنت میں آپ کو مقام محمود کا مقام بلند بھی عطا ہوگا۔

آخری آیت میں فرمایا کہ آپ خدانخواستہ ومعاذاللہ بے نسل وبے نشان کیوں ہوں گے۔ بے نام ونشان اور مقطوع النسل آپ کا وہ دشمن ہی ہوگا جس نے آپ کے صاحبزادے کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور آپ کو بے نسل ہونے کا طعنہ دیا تھا۔

یہ طعنہ دینے والا عاص بن وائل سہمی کافر تھا جس نے آپ کے صاحبزادہ کی وفات پر ازراہ طعن کہا تھا کہ نعوذ باللہ آپ ابتر ہوگئے آپ کی نسل اب نہ چلے گی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی بات اسی پر لوٹا دی اور فرمادیا کہ جو آپ کا دشمن ہے اور آپ کو ابتر کہہ رہا ہے وہی دشمن بے نام ونشان اور بے نسل وبے اولاد ہو کر مرے گا۔ چنانچہ یہی ہوا وہ بے نسل ہی مرا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت وخاندان آپ کی صاحبزادیوں سے دنیا میں پھل پھول رہے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سورۂ زیر درس کو تجوید کے ساتھ بار بار پڑھئے کہ سامعین بھی اسے یاد کرلیں۔

۲۔ تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ علیحدہ علیحدہ سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے کہ پوری بات سب لوگ سمجھ لیں۔

۳۔ نماز عید وبقر عید کی فضیلت لوگوں کو بتائیے اور بقر عید میں نماز کے بعد

قربانی کی فضیلت اور اس کے احکام بتائیے اور یہ بھی بتا دیجئے کہ جہاں (شہر وقصبہ اور بڑے گاؤں میں) عیدین کی نماز واجب ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی درست نہیں ہے (البتہ گاؤں میں جہاں عید وجمعہ کی نماز درست نہیں ہے وہاں نماز فجر کے بعد ہی سے قربانی کی جا سکتی ہے۔

۴۔ سورۃ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر نماز پڑھنے کا جو حکم دیا ہے اس میں فرمایا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (صرف اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے) اس میں ضمناً یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت میں اخلاص ضروری ہے یعنی وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہو کسی اور کیلئے نہ ہونی چاہئے۔

۵۔ کوثر کی تفسیر وتشریح میں لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ جنت کی نہر "کوثر" سے دو پرنالے میدان حشر میں گرتے ہیں جن سے ایک بڑا حوض ہو جاتا ہے (یہ حوض کوثر ہے) حوض کوثر پر اسکا پانی پینے کیلئے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں آبخورے ہوں گے اس "حوض کوثر" سے امت محمدیہ کے افراد ہی پئیں گے اور اس امت کے جن لوگوں نے بدعات ورسوم کے ذریعہ دین کا حلیہ بدل دیا ہے جب ایسے لوگ حوض پر آئیں گے اور آپ ان کیلئے فرمائیں گے کہ یہ لوگ بھی میری امت ہیں تو آپ سے کہا جائیگا کہ آپ کو کیا خبر، انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا تبدیلیاں کر ڈالیں۔

۶۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت رکھنا تو بالکل ہی کفر ہے اور آپ کے صحابۂ کرام ؓ سے بھی وہی لوگ بغض وعداوت رکھتے ہیں جو منافق وبے ایمان ہیں۔

چوتھا درس

۴ ربیع الثانی | قَوْلُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَلْکَوْثَرُ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ حَاشِیَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَالْمَاءُ یَجْرِیْ عَلَی اللُّؤْلُؤِ وَمَاؤُهٗ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ (ترمذی اور دوسرے محدثین)

ترجمہ حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوثر" جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس نہر کا پانی موتیوں پر سے گزرتا اور بہتا ہے (یعنی نہر کی تہہ میں موتی چمکتے رہتے ہیں اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (یہ حدیث متعدد لوگوں نے روایت کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

تشریح: یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اطلاع و خبر پر مشتمل ہے جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ "نہر کوثر" کی کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں آپ نے بتایا کہ اس نہر کے دونوں کنارے سونے کے ہیں (ممکن ہے سونے کی اینٹوں سے بنائے گئے ہوں)

نہر سے متعلق آپ کو یہ واقفیت اس وقت ہوئی تھی جب شب معراج میں آپ نے جنت ملاحظہ فرمائی تھی۔ نہر کی تہہ میں موتیوں کا ہونا اور اس کے پانی کا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہونا بھی آپ کے ذاتی معائنہ و مشاہدہ پر مبنی ہے۔ جس کا انکار بڑی گمراہی ہے۔ روایات میں یہ تفصیل بھی

آئی ہے کہ اسی نہر کوثر سے پرنالوں کے ذریعہ میدان حشر میں بھی پانی بڑے حوض میں گرے گا جس سے آپ بذات خود اور آپ کی امت ہی پانی پئے گی، کسی دوسرے کو وہ پانی نہ دیا جائے گا۔

آپ کی امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنھوں نے آپکے دین میں ردوبدل اور بدعات کا اضافہ کر دیا ہوگا، وہ اس سے محروم رکھے جائیں گے۔ آپ لاعلمی میں فرمائیں گے کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ تو آپ کو بتایا جائیگا کہ آپ کو علم نہیں ہے، انھوں نے آپ کی وفات کے بعد دین میں کیسی کیسی بدعات نکال لی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کا حلیہ ہی بالکل تبدیل کر دیا تھا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو بار بار پڑھئے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے کہ سامعین حدیث کو زبانی یاد کر سکیں۔

۲۔ اس کے بعد تشریح حدیث کو ایک ایک جملہ کر کے تشریح و توضیح کرتے ہوئے سنائیے کہ جملہ سامعین سمجھ لیں۔

۳۔ نہر کوثر اور حوض کوثر کے سلسلہ میں امت محمدیہ کی جو فضیلت، و منزلت ہے اسے لوگوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے جنت میں اور میدان حشر میں ان کے لئے کوثر مہیا فرما رکھا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ جو شخص دین و سنت کے خلاف کوئی بدعت نکالے گا، دین میں کوئی زیادتی یا تبدیلی کرے گا وہ قیامت میں حوض و کوثر دونوں ہی سے محروم رہے گا۔

۵۔ حوض کوثر کی یہ خصوصی فضیلت بتا دیجئے کہ جو شخص بھی اس حوض سے پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وارد ہوا ہے۔

۶۔ اپنے سامعین کو امت محمدیہ کی ان دو قسموں سے آگاہ کر دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و اعلان نبوت کے بعد جتنے بھی انسان ہیں یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ امت اجابت اور امت دعوت۔ امت اجابت کا مصداق وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ان کی فرماں برداری اختیار کر لی۔ امت دعوت آپ کے بعد کے وہ اہل کفر ہیں جو اپنے کفر و شرک ہی پر باقی رہے۔ نہ خدا و رسول پر ایمان لائے، نہ ان کی فرماں برداری کی۔

لہذا حوض کوثر سے پانی پینے والے وہی لوگ ہوں گے جو امت اجابت سے تعلق رکھتے ہوں، اور آپ کے دین و سنت میں کوئی زیادتی یا تبدیلی بھی انھوں نے نہ کی ہو۔

پانچواں درس

۵ ربیع الثانی	قولُ اللّٰہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ○ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ ○ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (المطففین ۱۸ - ۲۱)

ترجمہ آیت: (جو لوگ اہل ایمان کے اجر و ثواب کے منکر ہیں) ہرگز ایسا نہیں ہے (چنانچہ) نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں رہے گا۔ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے؟ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے، جسے جنت کے فرشتے شوق سے دیکھا کرتے ہیں۔

تشریح: آیت زیر درس کا پہلا کلمہ "کلّا" ہے۔ یہ منکرین قیامت اور منکرین جزا و سزا کے غلط اور باطل اعتقاد کی تردید کیلئے لایا گیا ہے۔ یعنی یہ منکرین قیامت اور منکرین جزا و سزا جو اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ مرنے کے بعد پھر کچھ نہیں ہونا، نہ قیامت آئے گی نہ کوئی جزا و سزا ہوگی، ان کا یہ خیال بالکل باطل اور غلط ہے۔ جیسا وہ خیال کر رہے ہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلکہ وہاں سب کا حساب کتاب ہوگا۔ چنانچہ نیک لوگوں کا اعمالنامہ "علیین" میں رہے گا۔ اور علیین کی حقیقت یہ ہے کہ وہ نشان کیا ہوا ایک دفتر ہے (جس میں نیکوکار لوگوں کے اعمالنامے رکھے ہیں) جسے مقرب فرشتے شوق کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

یہ روزنامچہ اور اعمالنامہ وہی ہوگا جو حفاظتی فرشتے (جنھیں ہر انسان کی

حفاظت پر مامور و مقرر کیا گیا ہے) ہر وقت لکھتے رہتے ہیں جنھیں کاتبین کرام (یعنی کراماً کاتبین) کہا جاتا ہے۔ اور" ابرار" سے مراد وہ اہل ایمان و اہل تقویٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے انکی فرماں برداری میں لگے رہے۔ " ابرار" صیغہ جمع ہے اس کا واحد" بار" اور" بر" ہے جس کے معنی مطیع اور فرماں بردار ہے جو صدق دل سے فرماں برداری کرتا ہو۔ ایسے ہی لوگوں کے اعمال نامہ کی بابت اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان کے اعمال نامہ علیین میں ہیں، جو جنت کے اعلیٰ طبقہ کا ایک مقام ہے جہاں نیک لوگوں کی روحیں انکی وفات کے بعد پہنچا دی جاتی ہیں اور بعث اموات و قیام قیامت تک وہ روحیں وہیں رہتی ہیں۔ جب قیامت میں مردے زندہ کیئے جائیں گے تو یہ روحیں اپنے جسموں میں دوبارہ داخل کر دی جائیں گی اور حساب کتاب کے وقت اور داخلۂ جنت کے وقت انہی کے جسموں میں رہیں گی اور پھر تو ہمیشہ ہمیش کے لئے رہیں گی، کیونکہ وہ زندگی تو جاودانی ہے۔

ان لوگوں کی کتاب اور اعمالنامہ میں ان کے اعمال کے ساتھ ساتھ نتیجۂ امتحان بھی درج ہوگا کہ یہ لوگ کامیاب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں ہیں انھیں دوزخ سے نجات ہو گئی ہے اور داخلۂ جنت مل گیا ہے۔

اس دفتر پر فرشتوں کی نگرانی رہتی ہے۔ اسی کو فرمایا گیا ہے یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ کہ فرشتے اسے دیکھتے رہتے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیات زیر درس کو تجوید کے ساتھ بار بار پڑھیے کہ اکثر سامعین کو آیت یاد ہو جائے۔

۲۔ آیات کی تشریح و تفسیر کو ٹھہر ٹھہر کر اور جملہ کی تشریح کرتے ہوئے پڑھیے اور سمجھائیے کہ سامعین سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ علّیین عرش کے نیچے ساتویں آسمان پر ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔

۴۔ لوگوں کو اچھی طرح بتادیجئے کہ نیکوکار ہونے کیلئے ایمان و اسلام اور احسان (جو دین کے بنیادی امور ہیں) کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر کوئی شخص بھی نیکوکار شمار نہ ہوگا اور دوزخ سے نجات کا مستحق ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔

۵۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ کسی آدمی کے بَرّ اور نیکوکار ہونے کیلئے اللہ و رسول پر ایمان اور فرائض و واجبات پر عمل، منہیات و محرمات سے اجتناب ضروری ہے تو اسی سے یہ بات بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ اعمال صالحہ پر عمل اور محرمات سے اجتناب اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس نے پہلے ان کا علم بھی حاصل کرلیا ہو۔ لہٰذا دین کا علم حاصل کرنا بھی نجات و کامیابی کے لئے فرض و ضروری ہے۔ کوئی بھی شخص اللہ تعالےٰ کی ولایت و دوستی دین سے جاہل رہتے ہوئے حاصل نہیں کرسکتا۔

۶۔ لوگوں کو یہ بات بھی بتادیجئے کہ انسان اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے (یعنی اعمال صالحہ کی ادائیگی اور محرمات و منہیات کے سے

اجتناب کرتے ہوئے) برابر اس کا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احباء، اولیاء اور اس کے نیک بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے۔

نوٹ: اوپر ہدایت نمبر ۳ میں مصنف نے "علیین" کی بابت لکھا ہے کہ علیین ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے۔ لیکن کتاب کے محشی لکھتے ہیں کہ مجھے یہ روایت مرفوعاً نہیں ملی ہے۔ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ مصنف نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے قرطبی نے ذکر کیا ہے لیکن میں صحیح نہیں سمجھتا ہوں، کیونکہ قرطبی سے پہلے سیوطی گزرے ہیں انھوں نے درمنثور میں اسے قابل ذکر نہیں سمجھا ہے۔ (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ مصنف کتاب نے اپنی تفسیر السیر التفاسیر میں یہ روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کی ہے، البتہ اسکی تخریج نہیں کی ہے مگر مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی یہ روایت امام بغوی رح نے اپنی سند سے اور امام احمد نے نقل کی ہے۔ تفسیر مظہری میں اسی حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔)

چھٹا درس

۶؍ ربیع الثانی	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً لَیَنْظُرُ فِیْ مُلْکِہٖ مَسِیْرَۃَ اَلْفَیْ سَنَۃٍ یَرٰی اَقْصَاہُ کَمَا یَرٰی اَدْنَاہُ یَنْظُرُ اِلٰی اَزْوَاجِہٖ وَخَدَمِہٖ وَاِنَّ اَفْضَلَھُمْ مَنْزِلَۃً لَیَنْظُرُ اِلٰی وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ۔ (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جو شخص سب سے کم درجہ کا ہوگا اس کا محل اتنی وسعت رکھتا ہوگا جسکی مسافت دو ہزار سال میں طے کی جاسکے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے سے دور کی چیزیں بھی اسی طرح دیکھے گا جس طرح قریب کی چیزیں دیکھے گا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو اور اپنے نوکروں چاکروں کو بھی دیکھے گا۔ اور سب سے اونچے درجے کا جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار روزانہ دو مرتبہ کرے گا۔

نوٹ: اصل کتاب کے حاشیہ پر محشی نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن امام ترمذی و امام احمد نے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور اہل جنت سے متعلق کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں کہ اہل ایمان کے دلوں میں جنت کیلئے شوق و رغبت پیدا ہو جائے اور ایسے اعمال میں دلچسپی لیں جو انھیں جنت کا حقدار بنا دیں اور وہ اعمال یہی ہیں کہ کفر و شرک اور کبائر سے پرہیز کریں اور فرائض و واجبات اور اعمال صالحہ کی ادائیگی میں مشغول رہیں۔

اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا جنتی شخص ایسے وسیع (طویل و عریض) محل کا مالک ہوگا جس کی مسافت طے کرنے میں دو سال کی مدت درکار ہو۔ (لیکن جمع الفوائد میں ترمذی شریف کے حوالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ مدت سفر ایک سال بتائی گئی ہے ممکن ہے مصنف کو نقل حدیث میں کچھ غلط ہوگیا ہو یا بھول ہو گئی ہو۔)

اس پوری حدیث میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان سے اہل جنت کے اکرام کا پتہ چلتا ہے کہ جنت میں انھیں کیسا کچھ انعام و آرام میسر ہوگا اور ان کے ساتھ کیسے کچھ اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

جنت کا سب سے بڑا اکرام و انعام اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی زیارت ہے جو اہل ایمان و اہل تقویٰ اصحاب جنت کو نصیب ہوگی۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (اس دن کچھ چہرے شادابی و تازگی والے ہوں گے۔ جو اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے)

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو بار بار پڑھیئے کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ اکثر سننے والوں کو یاد ہو گئی ہے۔

۲۔ حدیث کی تشریح مذکور ٹھہر ٹھہر کر اس کے ایک ایک جملہ کی تشریح کرتے ہوئے لوگوں کو سنائیے کہ سب لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ اہل جنت کے درجات مختلف ہوں گے یہاں تک کہ نچلے درجے کے لوگوں کو جنت کے بلند درجات اور بالائی منزلیں نیچے سے

ایسی دکھائی دیں گی جیسے زمین سے آسمان کے تارے دکھائی دیتے ہیں۔ اوران کے درمیان درجات جنت کا یہ فرق وتفاوت ان کے ایمان واعمال صالحہ کے فرق وتفاوت کی بنیاد پر ہوگا۔ جس کے اعمال صالحہ کی مقدار کم ہوگی اس کا درجہ نیچے ہوگا۔

۴۔ سامعین کو بتادیجئے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن ومحال تو نہیں ہے بلکہ یقینی طور پر ہوگا۔ آخرت میں بھی دیدار کو ناممکن اور غیر واقع کہنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں اہل جنت کیلئے بڑی آنکھوں والی حوروں کا جو ذکر ہے یا انکی خدمت کرنے والے خادم لڑکوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اپنے سامعین کو اس سلسلہ کی آیات واحادیث سے باخبر کیجئے کہ جنت میں اہل جنت کو حور عین (بڑی آنکھوں والی عورتیں) اور خدمتگار لڑکے ملیں گے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (اورہم ان اہل جنت کی شادی حور عین سے کردیں گے) وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ (اوران کے پاس ایسے لڑکے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ یہ چیزیں لے کر آمد ورفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتابے (ٹونٹی دار جگ))

ساتواں درس

۷ ربیع الثانی	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ۝ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۝ لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۝ یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (مطففین ۱تا۶)

ترجمہ آیات: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے، کہ جب لوگوں سے (اپنے لئے) ناپ تول کرائیں تو پورا پورا لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں اٹھائے جائیں گے، جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سورہ مطففین کی ان ابتدائی آیات میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو بڑی سخت وعید اور دھمکی دی ہے۔ جو لین دین کے دُہرے پیمانے یا دُہرے طریقے رکھتے ہیں کہ جب دوسرے لوگوں سے کوئی چیز لینی ہوتی تو ناپ تول پوری پوری ہوتی ہے، اور جب دوسرے لوگوں کو کوئی چیز ناپ تول کر دینی ہوتی ہے تو انھیں کم تول کر یا کم ناپ کر دیتے ہیں۔ لین دین کے اسی دوہرے طریقے کو "تطفیف" اور ایسا کرنے والوں کو "مطففین" کہا جاتا ہے۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے قیامت میں "ویل" (بڑی خرابی) کی وعید سنائی ہے "ویل" کے معنی بڑا عذاب اور بڑی خرابی ہے۔ اور اس کے ایک اور معنی بھی

بتائے گئے ہیں کہ "دوزخ کی ایک وادی" کا نام "ویل" ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے انھیں جھڑکتے ہوئے یہ سوال فرمایا ہے کہ آخر وہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ کیا انھیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ حساب کتاب کیلئے قیامت میں اٹھائے جائیں گے جو بڑا سخت دن ہوگا۔ اس دن یہ لوگ خدا تعالےٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے

ان آیات کے نزول کا یہ فائدہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے (غالباً یہود مدینہ کے اثر سے) اہل مدینہ عام طور پر ناپ تول میں اسی قسم کی کمی بیشی کے عادی تھے۔ لیکن ان آیات کے نزول کے بعد یہ بری عادت ان سے جاتی رہی اور ناپ تول میں پوری پوری ایمانداری کے عادی ہوگئے۔ اور ناپ تول میں زیادہ دینے کا طریقہ ان میں آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ امام فرا نے کہا ہے۔ ان کا یہ قول نسائی شریف میں مروی ہے۔ (اور بدبخت یہود دوگرے پیمانوں پر عمل پیرا آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ انکی کوئی بھی حرکت دہشت گردی نہیں ہے اور مسلمانوں کی ہر بات دہشت گردی ہے۔)

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ ان آیات کو تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار دُہرائیے کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ اکثر لوگوں کو آیات یاد ہوگئیں۔

۲۔ اسکے بعد آیات کی تشریح مذکور اس طرح پڑھئے کہ ہر جملہ پر ٹھہر کر اسے اچھی طرح سمجھاتے بھی جائیے کہ سامعین آیات کا مطلب اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو ان آیات میں آئی ہوئی وعید سے ڈرائیے اور انھیں ناپ تول کی کمی سے بچنے کی تاکید کیجئے کہ یہ طریقہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالےٰ کی وہ دس وصیتیں سنائیے جو سورہ انعام کی

آیت نمبر ۱۵۱، ۱۵۲ میں مذکور ہیں۔ منجملہ ان وصایائے عشرہ یہ بھی فرمایا گیا ہے وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (یعنی ناپ تول پورے پورے طور پر انصاف کے ساتھ کیا کرو۔)

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والے سے زیادہ بُرا آدمی وہ ہے جو نماز کی ادائیگی میں کٹوتی کرے، نہ صحیح طور پر قرارت کرے اور نہ صحیح طور پر رکوع وسجدہ کرے، جلدی جلدی نماز پوری کرلے۔

۶۔ اپنے سامعین کو بعث وحشر اور حساب کتاب، جزا وسزا کی تفصیلات بھی بتائیے کہ قابل ذکر چیزوں میں یہ موضوع سب سے پسندیدہ اور اچھا ہے۔

۷۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتائیے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب کتاب کیلئے کھڑے ہونے کی مدت کبھی کسی کیلئے بہت زیادہ طویل بھی ہوجائے گی کہ ایک ہزار سال سے زیادہ کی مدت ہوجائے گی۔ اس طول قیام کی وجہ سے لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے رہیں گے۔ اور یہ پسینہ ان لوگوں کے حساب کتاب کی مدت کو دیکھتے ہوئے کسی کا پسینہ تھوڑا ہوگا، کسی کا زیادہ۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ اسی حساب سے پسینہ میں ہوگا۔ چنانچہ کسی کا پسینہ صرف ٹخنہ تک ہوگا، کسی کا گھٹنے تک ہوگا، کسی کا پسینہ پہلو اور کوکھ تک ہوگا کسی کا پسلی اور کمر تک، اور کسی کا مونڈھے تک ہوگا اور کسی کا پسینہ منہ تک پہنچ کر لگام بن جائیگا۔ اور یہ سب اس دن ہوگا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔

آٹھواں درس

۸ ربیع الثانی | قولُ النّبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا خَمْسٌ بِخَمْسٍ مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَھْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ عَدُوَّھُمْ، وَلَا حَکَمُوْا بِغَیْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الْفَقْرُ، وَمَا ظَھَرَتِ الْفَاحِشَۃُ فِیْھِمْ اِلَّا ظَھَرَ فِیْھِمُ الطَّاعُوْنُ، وَمَا طَفَّفُوا الْکَیْلَ اِلَّا مُنِعُوا النَّبَاتَ وَاُخِذُوْا بِالسِّنِیْنَ وَلَا مَنَعُوا الزَّکٰوۃَ اِلَّا حَبَسَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الْمَطَرَ۔ (موطا امام مالک و بزار)

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ پانچ باتیں پانچ باتوں کے بدلے میں ہوتی ہیں۔ (۱) جو لوگ بدعہدی کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ (۲) جب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کا حکم و فیصلہ اختیار کرتے ہیں تو وہ لوگ فقر و تنگدستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان میں فقیری و مفلسی پھیل جاتی ہے۔ (۳) جب لوگوں میں بے حیائی (بے حجابی و عریانی) پھیل جاتی ہے تو وبائی بیماری مثلاً طاعون کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (۴) جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں تو پیداوار سے محروم اور قحط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (۵) اور جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتے ہیں۔

تشریح: حدیث مذکور جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما رہے ہیں اس میں پہلا جملہ یہ فرمایا گیا ہے
خَمْسٌ بِخَمْسٍ مطلب یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کے نتیجہ میں یہ دوسری
پانچ باتیں بطور عذاب سامنے آتی ہیں۔ اور وہ پانچ باتیں جن کے نتیجہ میں عذاب
کی پانچ صورتوں کا سامنا ہوتا ہے حدیث میں یوں بیان کی گئی ہیں:۔
پہلی بات۔ نقض عہد: یعنی عہد شکنی، کوئی معاہدہ کر کے پھر اسے توڑ دینا اور خلافِ
معاہدہ کام کرنا۔ جس قوم میں یہ برائی پیدا ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو اس پر
مسلط فرما دیں گے۔ وہ دشمن کوئی کافر بھی ہو سکتا ہے اور اہل ایمان کا سب سے
بڑا دشمن تو شیطان ہے وہ بھی مسلط ہو سکتا ہے کہ ایسے عہد شکن کو اور گناہوں
میں مبتلا کر کے اس کا انجام خراب کر دے۔
دوسری بات: جب لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین واحکام کو چھوڑ کر
دشمنان حق کے بنائے ہوئے قانون واحکام کو پسند کر کے اس پر عمل درآمد
کرنے لگیں گے تو اس کے نتیجہ میں غریبی و تنگدستی و ناداری ان میں پھیل جائیگی
جیسا کہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ جہاں کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
ماخوذ شرعی قوانین واحکام کی جگہ پر یورپ وامریکہ کے بنائے ہوئے قوانین کو
اختیار کر لیا گیا ہے وہاں مسلمانوں کی اقتصادی و مالی حالت اچھی نہیں ہے۔
تیسری بات: جہاں بے حیائی، بے پردگی و بے حجابی اور بدفعلی عام
ہو جائیگی وہاں طاعون (وبائی بیماری) آجائیگی۔
چوتھی بات: جہاں ناپ تول میں کمی (اور نمازوں میں کٹوتی والی نماز پڑھنے
لگیں گے) وہاں غلہ کی پیداوار بند ہو جائیگی۔ قحط پڑ جائے گا۔
پانچویں بات: جب اور جہاں پر لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کریں گے تو

ایسے لوگوں پر بارش روک دی جائیگی۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو بار بار پڑھئے کہ اکثر سامعین کو حدیث کے الفاظ یاد ہو جائیں۔

۲۔ حدیث کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور اچھی طرح سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنا دیجئے کہ سب لوگ پوری بات اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو حدیث زیر درس میں مذکور ان پانچوں برائیوں کے انجام سے آگاہ و خبردار کریں یعنی ۱ عہد شکنی کرنا ۲ قانون خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے قانون کو اختیار کرنا اور ان پر عملدرآمد کرنا ۳ معاشرے میں فواحش اور بیحیائی اور عریانی کا کھلم کھلا رواج پا جانا ۴ ناپ تول میں کمی کرنا۔ (اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ نماز کی ادائیگی میں کٹوتی کی جائے۔ نہ صحیح قرات ہو، نہ صحیح رکوع و سجدہ ہو) اور ۵ زکوٰۃ ادا نہ کرنا (یا صحیح طور پر ادا نہ کرنا) یہ تمام باتیں بڑے گناہوں میں شمار ہوتی ہیں۔ بلکہ انہیں سے دو باتیں تو کفر کا اندیشہ رکھتی ہیں یعنی قانون خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کو پسند کرنا تو کفر ہے۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ اسے زبردستی کا تاوان سمجھتا ہے تو یہ بھی کفر ہے۔

۴۔ اسی موقع پر اپنے سامعین کو اس بات سے بھی آگاہ کیجئے کہ جہاں جہاں مسلمانوں نے قانون خداوندی کو پس پشت ڈال کر یورپ و امریکہ کے قوانین اختیار کئے ہیں وہاں مسلمانوں کا کیا حشر ہوا ہے۔ مصر اور ترکستان وغیرہ کی مثالیں سامنے ہیں کہ ایسے لوگ کیسے ذلیل اور بے وقعت ہو کر رہ گئے ہیں۔

۵۔ اپنے سامعین کو بیحیائی و عریانی کے معاشرہ کا خطرہ بتائیے! اور انھیں متنبہ و آگاہ کیجئے کہ مرد و عورت کے آزادانہ و بے حجابانہ اختلاط اور انکی مغربیت زدہ زندگی کا انجام بہت خطرناک و عبرتناک ہے۔

نواں درس

۹ ربیع الثانی	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ٥ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ٥ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ٥

(الفجر ۲۷ـ ۳۰)

ترجمہ آیات: اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح کر تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ پھر ادھر چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

تشریح: آیات مذکورہ کی ابتدا میں یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کی جو ندا نقل ہوئی ہے یہ ندا و خطاب اللہ تعالیٰ کے ان فرشتگان رحمت کی طرف سے ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے قبض روح کیلئے ان کے پاس آئیں گے۔ وہ فرشتے ان کی اس روح کو خطاب کرتے ہوئے جو اپنے ایمان اور اپنے اعمال صالحہ اور اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ کی وجہ سے پوری طرح مطمئن ہوگی، اس کو قبض کر لینے کے بعد اس سے کہا جائیگا ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ (جا اپنے پروردگار کے قریب (جہاں وہ روح اس انسان کی پیدائش اور اس کے رحم مادر میں پہنچنے سے پہلے تھی)) یہ خطاب اس روح سے دو بار کیا جائیگا۔

ایک بار یہ خطاب اس وقت ہوگا جب بندۂ صالح کی روح قبض کر کے "مقام علیین" قرب حق میں پہنچائی جائے گی، اور دوسری بار یہ خطاب اس وقت

ہوگا جب قیامت میں حشر و نشر کے وقت بندۂ صالح کی روح کو دوبارہ اس کے جسم جدید میں داخل کیا جائے گا۔ اس جسم جدید میں یہ دخول روح ہمیشہ ہمیش کیلئے ہوگا۔ اور اب یہ روح دائمی طور پر قرب حق میں رہے گی۔

اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ آیت مذکورہ میں فرشتوں کا یہ خطاب اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کی ارواح طیبہ کیلئے بہت بڑی خوشخبری ہے، جو ان فرشتگان رحمت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کو ملے گی۔

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً : اس کا تعلق بھی انہی ارواح طیبہ سے ہے۔ یعنی اس سے یہ کہا جائیگا کہ تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل۔ اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ تیرے خوش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں تجھے ہر طرح کا آرام اور بیشمار انعام نصیب ہوگا۔ اور خدا تعالےٰ کے خوش ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہاں تجھے ہر طرح کا امن اور بے خوفی و بےغمی رہے گی۔

اور اس روح سے یہ بھی کہا جائیگا کہ اب تو میرے نیک بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہوجا جہاں تجھے دائمی طور پر نعمتِ جنت اور رب رحیم کی خوشنودی و رحمت حاصل رہے گی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت زیر درس کو بار بار دہرائیے کہ اکثر سامعین کو آیات یاد ہو جائیں۔

۲۔ پھر ان آیات کی تشریح مذکورکا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور اچھی طرح ہر جملہ کی تشریح و تفہیم کرتے ہوئے لوگوں کو سنائیے۔

۳۔ سامعین کو ان آیات میں ذکر کی ہوئی اس "عظیم خوشخبری" کی طرف متوجہ کیجئے اور بتائیے کہ یہ خوشخبری انہی لوگوں کیلئے ہے جنھوں نے صدق دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان قبول کیا ہو، کفر و شرک اور گناہ کبیرہ سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اور اعمال صالحہ کی بجاآوری میں اپنی پوری زندگی گزاری ہو۔ لہٰذا سامعین کرام بھی اس "عظیم خوشخبری" کے مستحق بنیں۔ اور اپنے ایمان میں شانِ صدق اور اعمال میں شانِ صلاح پیدا کریں کفر و شرک اور معصیت سے اجتناب کریں۔ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ، علانیہ معصیت ہو یا پوشیدہ بہرحال قابل اجتناب ہے۔ بالخصوص فحش اور بیہودہ باتوں سے بہت دور رہے۔ اس کیلئے نماز اور تلاوت قرآن سے مدد حاصل کرے۔ یہ دونوں عمل "منکر و فاحشہ" سے بچنے میں بہت معین و مددگار ہوتے ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو مندرجہ ذیل دعا کی تلقین کیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کریں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ (اے اللہ! میں تجھ سے ایسا دل مانگتا ہوں جو صرف تجھ ہی سے اطمینان پائے اور (روز قیامت) تجھ سے ملاقات پر ایمان رکھے اور تیرے ہر فیصلہ پر راضی رہے اور جو کچھ تو انعام فرمائے اس پر قناعت کرے۔) نوٹ: اگلا درس حدیث اسی دعا پر مشتمل ہے۔

دسواں درس

۱۰ ربیع الثانی	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث

دعائے حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جناب نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین فرمائی اور اس سے کہا کہ تم یوں کہا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَ تَرْضٰى بِقَضَائِكَ وَ تَقْنَعُ بِعَطَائِكَ۔ (ابن عساکر و ابن کثیر)

ترجمۂ دعا: اے اللہ! میں تجھ سے ایسے دل کا سوال کرتا ہوں جو صرف تجھ ہی سے اطمینان پائے، وہ دل روز قیامت تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو، اور تیرے فیصلہ پر راضی رہتا ہو، اور تیرے عطیہ پر قناعت کرے۔

تشریح: اَللّٰهُمَّ کے معنی ہوتے ہیں "اے اللہ" میری یہ دعا قبول فرما۔ دعا کیلئے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرنے اور ندا کرنے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا اور اس کی توحید کا قائل بندہ جو اسکی رحمت کا امیدوار ہوتے کے ساتھ ساتھ اس کے عتاب و عقاب سے ڈرتا بھی ہو، وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اس کلمہ اَللّٰهُمَّ کی اصل یہ ہے کہ یہ کلمہ پہلے تو اپنی اصل صورت میں یَا اَللّٰہ تھا۔ بعد میں جب کلمہ "اللہ" کے آخر میں میم بڑھا دی گئی تو شروع کلمہ سے لفظ ندا "یا" حذف کر دیا گیا تو صرف "اَللّٰهُمَّ" رہ گیا۔

دعا کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن اس سے یہ سوال کر رہا ہے کہ وہ اسے ایسا نفس عطا فرمائے جسے صرف تجھ ہی سے اور تیرے امن دلانے

سے ہی اطمینان حاصل ہو جائے کہ قیامت میں تو مجھے دوزخ سے نجات دیدیگا اور اپنی رضامندی کا اور قرب میں ٹھکانہ دینے کا وعدہ پورا فرماوے گا۔ اور وہ نفس اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہو کہ دنیا میں مرجانے کے بعد جب میری روح اوپر لیجاکر علیین میں رکھی جائے گی اور حشر میں دوبارہ جسم میں داخل کرکے جب مجھے اٹھایا جائے اور میرا حساب کتاب ہو جائے تو تو اس وقت بھی مجھے اپنے جوار رحمت میں جگہ دیگا جہاں تیرا دیدار ہوتا رہے گا۔ دعائے مذکور میں ایک فقرہ یہ ہے وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تونے میری مالداری، فقیری، تندرستی و بیماری، راحت و تکلیف وغیرہ میں جس چیز کا بھی میرے لئے اس دنیا میں فیصلہ کر رکھا ہے میرا دل آپ کے فیصلہ پر راضی رہے۔ آپ دیں تو خوش، نہ دیں تو خوش۔

حدیث شریف کا آخری فقرہ ہے۔ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو میرے دل کو ایسا قناعت پسند بنا دے کہ اسے زیادہ چیز کی خواہش و ہوس نہ ہو، تھوڑی ہی چیز سے خوش ہو جائے۔ زیادہ چیز کا شوق ہو نہ ہوس نہ طلب ہو۔ کیونکہ تقدیر و قضا کا معاملہ تو پہلے طے ہو چکا ہے۔ جو کچھ مقدر ہو چکا ہوگا وہ اپنے آپ مل کر رہے گا۔ اور جو کچھ قسمت ہی میں نہ ہوگا وہ ہزار ہاتھ پیر ماریں حاصل نہ ہوگا۔

قناعت، ملنے والی چیز پر اکتفا کرنے کا نام ہے۔ اور صبر اپنے پاس سے چلی جانے والی چیز پر خاموشی اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ اردو میں دونوں کیفیتوں اور حالتوں کیلئے صرف ایک فقرہ "غم کھانا" کام دے سکتا ہے۔ کوئی چیز اپنے پاس سے چلی گئی غم کھالیا (یعنی صبر کر لیا) کوئی ملنے والی چیز بھی نہیں ملی یا کم ملی جتنی ملی اتنی پر قناعت کر لی (غم کھالیا)

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو ٹھہر ٹھہر کر بار بار پڑھیے کہ لوگوں کو یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث شریف کی تشریح کو ایک ایک جملہ کر کے اور ہر جملہ کو سمجھا سمجھا کر سنائیے۔ جو بات غیر واضح اور مبہم ہو اسکی تفسیر کر دیجئے اور جو بات مخفی رہ گئی ہو اسے بیان کر کے ظاہر کر دیجئے۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ دعا تو عبادت و بندگی کی روح ہے۔ اور دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کو ندا دینے اور مخاطب کرنے کا پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ "اَللّٰھُمَّ" کے لفظ سے ندا دی جائے۔

۴۔ اپنے سامعین اور حاضرین درس کو "عقیدۂ آخرت" (بعث و حشر) کی اہمیت بتائیے کہ اس عقیدہ کا استحضار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری میں بہت معین و مددگار ہوتا ہے

۵۔ لوگوں کو "حقیقت قضا و قدر بتائیے اور سمجھائیے کہ عقیدۂ قضا پر ایمان رکھنے والا نہ تو کسی عمل میں کوتاہی و سستی کرتا ہے اور نہ ہی اپنی کسی امید میں ناکام ہوتا ہے، کیونکہ تقدیر پر اس کا ایمان ہے وہ اپنے ایمان کے ساتھ یکسوئی سے اپنے عمل میں مشغول رہتا ہے کہ اسے اسی مشغولی کا مکلف بنایا گیا ہے انجام و نتیجہ تو خدا کے ہاتھ ہے

۶۔ لوگوں کو قناعت کی حقیقت سے آگاہ کیجئے، کیونکہ قناعت بہت اچھی عادت ہے اور اس قناعت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان تھوڑی چیز سے ہی خوش ہو جائے، زیادہ چیز کا شوق و طلب اس کے دل میں نہ ہو۔ اس عادت کی وجہ سے دل پُرسکون اور جی خوش اور مطمئن رہتا ہے، جس کے نتیجہ میں خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔

گیارہواں درس

۱۱ ربیع الثانی	قولُ اللہِ تعالیٰ عزَّ وجلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۔ (احزاب ۵۳)

ترجمۂ آیت: اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر کھڑے ہو کر (وہاں سے) مانگا کرو، یہ بات تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

تشریح: آیت شریفہ پردہ سے متعلق ایک خاص ہدایت پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مخاطب فرما کر انھیں یہ حکم دے رہے ہیں کہ اے اہل ایمان! جب تم کو ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) سے کوئی چیز مانگنی یا لینی ہو (مثلاً کوئی برتن یا اور کوئی چیز) تو (جو لوگ اجنبی و نامحرم ہوں) وہ پردے سے باہر کھڑے ہو کر مانگیں۔ یعنی کسی چیز کا یہ لین دین بھی پردہ کی آڑ سے ہونا چاہیئے (واضح رہے کہ محرم لوگ اس ہدایت کے پابند نہیں ہیں۔)

اس ہدایت و حکم کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی ہے کہ پردہ کا یہ اہتمام تمھارے دلوں کی بھی اور ان کے دلوں کی بھی پاکیزگی کا بہت عمدہ ذریعہ ہے۔

مَتَاع کے معنی سامان کے ہوتے ہیں۔ حِجَاب، کوئی سا پردہ یا آڑ (دروازہ کی اوٹ ہو یا کسی دیوار کی اوٹ ہو، یا دروازہ پر کوئی پردہ پڑا ہو)

پردہ کے ساتھ ہی کوئی چیز لی جائے یا دی جائے، جب کسی کی بھی نظر دوسرے پر نہ پڑے گی تو دل ہر طرح سے بے کدورت میلان رہے گا۔

اس موقع پر اس ہدایت کا یہ پہلو خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب اہل ایمان کو حضرات ازواج مطہرات کے ساتھ پردہ کی یہ تاکید بتائی جا رہی ہے اور اس درجہ اہتمام کی تعلیم دی جا رہی ہے؛ حالانکہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن دائمی طور پر جملہ مسلمانوں کے لئے بوجہ احترام حرام تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھی تقویٰ کی اس درجہ تاکید فرمائی۔ حالانکہ وہ دور پاکیزگی قلوب اور طہارت نفوس کا دور تھا، تو کیا غیر امہات المومنین کے ساتھ اس ہدایت و تاکید کی ضرورت نہ ہوگی؟ ہاں ہاں! ضرور ہوگی۔ بلکہ ان کے ساتھ تو پردہ کا مزید اہتمام درکار ہوگا۔ تعجب ہے کہ آج کل کے ان روشن خیالوں پر جو مسلمان عورتوں کے چہرے کا پردہ ضروری نہیں سمجھتے اور فتویٰ دیتے ہیں کہ عورتوں کا چہرہ کھلا رکھنا اور اسے دیکھنا جائز ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ آیت زیر درس میں دی ہوئی ہدایت صرف امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہے، عام مومنات کیلئے یہ ہدایت نہیں ہے۔ مگر یہ دعویٰ بالکل غلط ہے (جو الٹی عقل کی پیداوار ہے۔)

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت مبارکہ کو تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار تلاوت کیجئے کہ اکثر سامعین کو یاد ہو جائے۔

۲۔ آیت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے علیحدہ علیحدہ ایک ایک جملہ کر کے پڑھئے جو بات پوری طرح کھل نہ سکی ہو اسے اچھی طرح واضح کر دیجئے کہ ہر جملہ کا پورا مطلب لوگ سمجھ لیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو آیت کے اس ٹکڑے کا مطلب واضح طور پر سمجھا دیجئے کہ "ذَالِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ" اور بتا دیجئے کہ مسلمان کی کامیابی و نجاتِ آخرت تزکیۂ نفس پر مبنی ہے۔ اور آخرت کا نقصان نفس کی خیانت و برائی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اجنبی و غیر محرم عورت کو بالقصد دیکھنے سے نفس میں ایک ظلمت و کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو برابر قائم رہتی ہے۔ ہاں استغفار و توبہ سے دور ہو جاتی ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو ایسے گمراہ رہنماؤں سے چوکنا اور دور رکھئے جو عورتوں کی بے پردگی و آزادی کا پرچار کرتے ہوں۔ یہ لوگ اسلامی معاشرہ کو فاسد و برباد کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی اسلامیت کو مغلوب کر کے معاشرت کفریہ کو رواج دے سکیں۔ یہ لوگ اسی طریقہ سے مسلمانوں کو ان کے ہمقاند سے دور اور کتاب و سنت کی تعلیمات سے دور کرنے کا منصوبہ دلوں میں رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو میل جول نہ رکھنا چاہئے۔ ان سے بالکل علیحدہ رہیں یہ رہنما نہیں، دین کے راہزن ہیں۔

بارھواں درس

۱۲ ربیع الثانی	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: فِی حَدِیْثِ الصَّحِیْحَیْنِ "اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: "اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ" قَالَ: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ" (بخاری ومسلم)

ترجمہ حدیث: بخاری ومسلم کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: "اپنے آپ کو عورتوں کے پاس (بے دھڑک) جانے سے بچایا کرو" یہ سن کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا کہ دیور، جیٹھ وغیرہ یا عورت کے چچا زاد ماموں زاد بھائیوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ (حمو کا ترجمہ عام طور پر تو صرف "دیور" کیا جاتا ہے کیونکہ زیادہ سابقہ بھی اسی سے پڑتا ہے اور اخلاقی بگاڑ بھی اسی کے تعلق میں نمایاں ہوتا ہے۔ ورنہ لغت کے لحاظ سے یہ لفظ "دیور" کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس سے شوہر کے تمام رشتہ دار مراد ہیں اور عورت کے نامحرم رشتہ دار بھی اس میں داخل ہیں۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حمو" (دیور) کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، اس کے سامنے آنا تو موت کا سامنا کرنا ہے۔ کہ اسی آمد و رفت سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور پھر زوجین کی خوشگوار زندگی کا تو خاتمہ ہو ہی جاتا ہے۔

تشریح: عربی میں "اِیَّاکُمْ" کا فقرہ کسی چیز سے ڈرانے اور اس سے سخت پرہیز کرنے اور دور رہنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی محاورے کے مطابق حدیث زیر درس میں "اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ فرمایا گیا ہے کہ بے دھڑک

عورتوں کے پاس جانے سے ڈرا کرو، تنہائی میں عورتوں کے پاس گھر کے اندر نہ جایا کرو

یہاں نساء سے مراد نامحرم اور اجنبی عورتیں ہیں۔ محرم عورتوں کے پاس جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نہ ان سے بات کرنے میں کوئی پابندی ہے۔ کیونکہ ان سے نکاح تو ہمیشہ ہی کے لئے حرام ہے۔

رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ سے مراد کوئی ایسے صحابی ہیں جو مدینہ کے رہنے والے اور طبقۂ انصار سے تعلق رکھتے تھے، یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ آنے والے مہاجرین مکہ کو اپنے یہاں ٹھہرایا، انھیں اپنے مکانوں اور اپنے کاروبار میں شریک کیا، ہر طرح سے ان کی مدد کی تھی۔ تو کسی انصاری صحابی نے اس وقت یہ سوال کیا کہ جب نامحرم مردوں کو عورتوں کے پاس گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہے تو شوہر کے بھائی بھتیجوں کیلئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھائی بھتیجے (خاص کر شوہر کا چھوٹا بھائی دیور) تو موت ہے۔ اس سے تو ایسے ہی ڈرنا اور دور رہنا چاہئے جیسے موت سے ڈرا جاتا ہے

(ہمارا معاشرہ چونکہ بہت زیادہ بگڑ چکا ہے اور متعدد صورتوں میں شرعی حدود سے باہر نکل چکا ہے اس لئے ہمیں یہ حدیث ضرور چونکا دے گی۔ لیکن اگر غور کر کے دیکھیں اور اس حکم کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جو واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں ان پر نظر رکھیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ حدیث شریف کی یہ مبنی بر احتیاط تعلیم کتنی اہم اور کس درجہ قابل عمل ہے۔)

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو بار بار دہرا کر سامعین کو سنائیے کہ وہ حدیث یاد کرلیں۔

۲۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اور اس کا ہر ایک جملہ علٰحدہ علٰحدہ تشریح و توضیح کے ساتھ لوگوں کو سمجھائیے کہ سامعین ہر جملہ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو اس خطرہ سے آگاہ کیجئے کہ وہ اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے جانے کی اجازت ہرگز نہ دیں۔

۴۔ لوگوں کو بہ تاکید یہ مسئلہ شرعی بتائیے کہ شوہر کے بھائی، شوہر کے بھلیجے شوہر کے چچازاد بھائی وغیرہ یہ سب لوگ اس کی بیوی کے محرم نہیں ہیں اس لئے ان سے پردہ ہونا چاہیئے۔

۵۔ اپنے سامعین کو مردوں عورتوں کے اختلاط (ایک ساتھ اُٹھنے بیٹھنے) کے برے نتیجہ سے آگاہ کیجئے۔ بے پردگی کے انجام بد سے خبردار کیجئے کہ یہ باتیں فساد و خرابی کی جڑ ہیں۔ جن کا نتیجہ آخرت کا نقصان اور وہاں کی ناکامی ہے (براہ کرم اسی سلسلہ میں سامعین کو یہ حقیقت بھی بتادی جائے کہ آج کل کی مروجہ "مخلوط تعلیم" انتہائی درجہ کی خطرناک اور منصوبہ بند اسکیم ہے۔ اس سے غفلت ناقابل معافی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم اس حد تک ضروری ہی کہاں ہے کہ اسکی تحصیل کے لئے "مخلوط تعلیم" کی اجازت دی جائے۔ یا اسے گوارا کرلیا جائے۔)

تیرہواں درس

۱۳ ربیع الثانی	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (حجرات ۱۰)

ترجمۂ آیت: اہل ایمان (مسلمان) توسب بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے اپنے دو بھائیوں کے درمیان (جب اختلاف واقع ہو تو) اصلاح (میل ملاپ) کرادیا کرو۔ اور (اس اصلاح میں) اللہ سے ڈرتے رہا کرو (کسی بھائی کی جانب داری نہ کرو) تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" فرماکر اخوت اسلامی کی ایک ٹھوس اور مضبوط بنیاد اہل اسلام کیلئے مہیا فرمادی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی حدیث میں یہی بات دہراکر اسے اور مؤکد فرمادیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے) لہٰذا اب جملہ اہل اسلام کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس اسلامی اخوت کا اقرار واعتراف بھی کریں اور اپنی زندگی میں عملی طور پر بھی اس کا ثبوت پیش کریں۔ یعنی جب بھی کبھی دو مسلمانوں میں کوئی نزاع اور جھگڑا پیدا ہوجائے جس سے یہ اندیشہ ہو کہ اس کا نقصان "اخوت اسلامی" کو پہنچ جائے گا تو ان دونوں مسلمانوں کے علاوہ وہاں کے دوسرے اہل اسلام کیلئے یہ بات متعین ہوجاتی ہے کہ وہ ان دونوں مسلمانوں کے باہمی نزاع کو ختم کراکے ان دونوں میں صلح صفائی اور

میل ملاپ کرادیں اور" اخوت اسلامی" کا جو رشتہ باہمی نزاع کی وجہ سے کمزور پڑ گیا تھا اسے از سر نو محکم اور پائدار کردیں تاکہ دونوں آئندہ بدستور بر و تقویٰ میں ایک دوسرے کے تعاون پر آمادہ و مستعد رہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ دونوں میں حسب سابق جاری ہو جائے۔

مسلمانوں کا یہ نزاع و اختلاف چاہے صرف دو تین افراد کا اختلاف و نزاع ہو، یا دو جماعتوں کا اختلاف ہو کہ مسلمانوں کے دو طبقے اور دو گروہ باہم نزاع و اختلاف میں مبتلا ہو گئے ہوں، ہر صورت میں ان کے لئے اہل اسلام ہی سے ایک تیسرا گروہ ثالثی اور صلح و اصلاح کیلئے سامنے آنا چاہیئے۔ بلکہ یہ اختلاف و نزاع اگر دو مسلم ملکوں اور حکومتوں کے درمیان بھی واقع ہو جائے تو اسی پیمانہ ملک و سلطنت کو نظر میں رکھتے ہوئے کسی تیسری مسلم حکومت کو چاہیئے کہ وہ کوشش کر کے وہ نزاع ختم کرا کے ان میں صلح و صفائی کرادے۔ اب اگر اہل اسلام اس اختلاف و نزاع کو ختم کرانے اور ان میں صلح صفائی کرانے کا فریضہ ادا نہیں کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو کر مبتلائے فسق ہو جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی سزا و عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے اور مسلمانوں کے نزاعات و اختلافات کی اصلاح کیلئے پوری کوشش کرنا چاہیئے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ اس کے دردناک عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت زیر درس کو تجوید و ترتیل کے ساتھ اتنی بار پڑھئے کہ اکثر سامعین کو

آیت یاد ہو جائے۔

۲۔ آیت کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ علیحدہ علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح سمجھا سمجھا کر سنائیے کہ پوری بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔

۳۔ لوگوں کے ذہن نشین یہ حقیقت کر دیجئے کہ دنیائے اسلام میں جو باہم جنگیں اور لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں انکی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگوں نے "اصلاح بین المسلمین" کا ضروری واہم فریضہ چھوڑ دیا ہے۔

۴۔ لوگوں کے نزاعات باہمی سے "ملّت اسلامیہ" کی وحدت واجتماعت کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے، اس سے لوگوں کو باخبر کیجئے اور انھیں اتحاد واتفاق کی صورت پیدا کرنے کی طرف متوجہ کریں۔

۵۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بتائیے کہ آپنے فرمایا ہے

المسلم اخ المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یکذبہ ولا یسلمہ کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (کہ اخوت اسلامی واخوت دینی بعض صورتوں میں حقیقی ونسبی اخوت سے بھی بڑھ جاتی ہے جیسا کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں برابر مشاہدہ وتجربہ میں آچکا ہے۔) لہذا کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر نہ تو ظلم وزیادتی کرے نہ اسے ذلیل ورسوا کرے، نہ اسے جھوٹا بنائے اور جھٹلائے اور نہ اسے کسی دشمن کے حوالہ کرے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے مسلمان کا خون حرام ہے، مسلمان کی عزت وآبرو حرام ہے۔ مسلمان کا مال حرام ہے۔

چودہواں درس

۱۴ ربیع الثانی	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث پاک

حدیث شریف: وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا (بخاری شریف)

وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: تم لوگ ایک دوسرے سے بغض وکینہ اور دشمنی نہ رکھا کرو، ایک دوسرے پر حسد نہ کیا کرو، ایک دوسرے کے پیچھے اسے ہلاک کرنے کی سازشیں نہ کیا کرو ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کیا کرو۔ اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کیطرح رہا کرو کسی مسلمان کیلئے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک کلام کئے رہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دوستی باہم اور میل محبت کی تلقین فرمائی ہے۔ اور وہ اسی طرح فرمائی ہے کہ جو باتیں محبت و دوستی کے خلاف ہیں ان سے لوگوں کو منع فرمایا ہے۔ کہ چونکہ تم سب اہل اسلام بھائی بھائی ہو تمھیں آپس میں محبت و دوستی کے ساتھ رہنا چاہئے جیسے حقیقی بھائی بھائی رہتے ہیں لہذا تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے سے بغض وکینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔ (حسد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی کے پاس کوئی نعمت یا مال و دولت دیکھے تو اسے برا لگے اور جلن پیدا ہو کہ کسی طرح سے اسکی یہ نعمت و دولت اس کے پاس سے چلی جائے۔ اسے حسد کہتے ہیں اور یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے) اسی طرح تم لوگ

ایک دوسرے سے ایسی نفرت بھی نہ کرو کہ اس کا منہ دیکھنا گوارا نہ ہو۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے اسے ہلاک کرنے کی سازش نہ کیا کرو۔ اور ایک دوسرے سے قطع تعلق بھی نہ کیا کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کی طرح رہا کرو۔

دوسری حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کبھی کسی وجہ سے باہم کچھ بگاڑ ہو جائے جس کی وجہ سے بول چال بند ہو گئی ہو، تو ترک کلام کا یہ سلسلہ تین دن رات سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ تعلقات استوار کر لئے جائیں۔ جو غلطی ہو اس کی معافی تلافی ہو جائے اگر تین دن کے بعد بھی بول چال بند رکھے گا تو گنہگار ہو گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو بار بار لوگوں کے سامنے دہرایئے کہ سامعین کو حدیث یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث مذکور کی مندرجہ بالا تشریح ایک ایک جملہ کر کے سنائیے اور ہر جملہ پر ٹھہر کر اسے اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ لوگ پوری حدیث شریف کا مطلب صحیح طور پر سمجھ لیں

۳۔ اسلام اور اہل اسلام کی عظمت اپنے سامعین کے ذہن نشین کیجئے اور لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ دین کی تعلیم یہی ہے کہ دین کی نظر میں کالے، گورے۔ عربی، عجمی۔ ملکی، غیر ملکی۔ شریف و غیر شریف۔ آزاد اور غلام سب برابر ہیں۔ ان اعتبارات سے کسی ایک کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک تو صرف ایمان و تقویٰ ہی معتبر ہے۔ صاحب ایمان و صاحب تقویٰ کو فوقیت و برتری ہوتی ہے۔

۴۔ حدیث زیر درس میں تباغض، تحاسد اور مقاطعہ و مدابرہ وغیرہ کی جو ممانعت بیان ہوئی ہے، لوگوں کو ان برائیوں کے برے انجام سے باخبر و آگاہ کیجئے، کیونکہ اسلامی اجتماعیت اور اسلامی اخوت و اتحاد کے لئے یہ چیزیں حد درجہ مہلک اور تباہ کن ہیں۔

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ جب اصلاح بین المسلمین اور اصلاح ذات البین کا کام صحیح طور پر ہو جائیگا تو اہل ایمان میں اخوت ایمانی بھی لوٹ آئیگی کہ یہی زینۂ ترقی ہے اور کمال و سعادت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ دونوں جہان کی سعادت اسی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

پندرہواں درس

۱۵ ربیع الثانی	قول اللہ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ٥ (النور ۳۰)

ترجمۂ آیت: آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں) یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر آپ کے ذریعہ اپنے اہل ایمان بندوں کو (جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہی ان کا معبود حقیقی اور پروردگار ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر بھی ایمان رکھتے ہوں) یوں ہدایت فرمارہے ہیں کہ (اے ہمارے رسول آپ اہل ایمان بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں مبادا ان کی نظر کسی اجنبی و نامحرم عورت پر پڑ جائے (اور پھر وہ فتنے میں پڑ جائیں۔ اور ان سے یہ بھی فرما دیجئے کہ) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ کیونکہ یہ دونوں ہی باتیں انکی طہارتِ قلب اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہیں۔ اور یہ طہارت قلب و تزکیہ نفس ہی آخرت میں نجات حاصل کرنے اور جنت میں داخل ہونے کی بنیادی شرط ہے

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے سورۂ شمس میں فرمایا ہے:-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا o (بیشک وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کا کامل تزکیہ کر لیا۔ اور وہ ناکام ہے جس نے اپنے نفس کو گندہ اور آلودہ کر لیا۔ نفس کی گندگی اور آلودگی جس درجہ میں ارتکاب فواحش اور بدکاری سے ہوتی ہے یا کفر و شرک سے ہوتی ہے، اس درجہ میں آلودگی اور دوسرے کبائر سے نہیں ہوتی ہے۔

اس بات کو اس دوسرے پہلو سے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ نفس کی طہارت اور اس کا تزکیہ جس درجہ میں کفر و شرک اور ارتکاب فواحش و بدکاری سے بچنے میں حاصل ہوتا ہے اس درجہ کا تزکیہ محض مندوبات و نوافل کی ادائیگی سے حاصل نہیں ہوتا۔

آخر آیت میں اللہ تعالٰی نے یہاں بھی وہی مراقبہ تلقین فرمایا ہے جو گزشتہ دروس میں کئی جگہ گزر چکا ہے۔ وہ مراقبہ یہ ہے کہ اہل ایمان ہر کام کے وقت اس دھیان کو تازہ کرتے رہیں کہ اللہ تعالٰی کو ہمارے ہر کام کی خبر ہے وہ اچھا کام ہو یا برا کام ہو، ہمارے ہر کام سے وہ باخبر ہے اور اس کی جزا و سزا جو کچھ بھی ہوگی وہ ضرور دے گا۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت زیر درس (یعنی سورہ نور کی تیسویں آیت) لوگوں کے سامنے تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار پڑھیے یہاں تک کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ سامعین کو آیت یاد ہو گئی ہے

۲۔ آیت کی تشریح مذکور لوگوں کو ایک ایک جملہ کر کے سنائیے اور ہر جملہ کی مزید تشریح

وتفہیم بھی کرتے جائیے کہ جملہ سامعین آیت میں دی ہوئی ہدایت کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ آپ لوگوں کو آیت شریفہ میں دی ہوئی ہدایت کے اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ کردیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت بالا میں اہل ایمان کو پہلا حکم تو یہ دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اس ہدایت کے بعد دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ چونکہ "فاحشہ اور بدکاری" کی ابتدا ر آنکھوں ہی سے ہوتی ہے اسی وجہ سے آنکھوں کو "بدکاری وفاحشہ" کا قاصد اور پیغام رساں کہا گیا ہے لہذا پہلی پابندی تو آنکھ ہی پر لگنی چاہئے کہ پیغام رسانی ہی نہ ہو سکے۔ لہذا لوگوں کو ان ہدایات پر پوری پابندی کے ساتھ عمل کرنا چاہئے۔

۴۔ لوگوں کو اس بات کی طرف بھی متوجہ کیجئے کہ "شرمگاہوں کی حفاظت کا صحیح ذریعہ اور شرعی طریقہ یہ ہے کہ مرد و عورت (بالغ ہو جانے کے بعد) کنوارے نہ رہیں اور شادی کے معاملہ کی شرعی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ لڑکی والے مہر کو زیادہ نہ بڑھائیں، لڑکے والے غیر ضروری فرمائشیں نہ کریں، سنت کے مطابق تقریبات نکاح انجام دیں۔

۵۔ آیت شریفہ کے آخر میں جو مراقبہ بتایا گیا ہے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیجئے کہ وہ اس مراقبہ کو اپنا معمول بنا لیں اور روزانہ اس بات کا مراقبہ کیا کریں کہ آج دن بھر میں کتنی طاعات ادا ہوئی ہیں اور کتنے معاصی کا ارتکاب کیا گیا ہے؟۔

سولھواں درس

۱۶ ربیع الثانی	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث پاک

حدیث شریف: اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ قَالُوْا مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا فَقَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! راستہ میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ راستہ میں نہ بیٹھا کرو۔ (یہ سنکر) صحابۂ کرام ؓ نے عرض کیا کہ ہمیں تو (بعض اوقات) راستہ ہی میں بیٹھنا پڑ جاتا ہے جہاں ہم (اپنی ضرورت کی) بات کرتے ہیں۔ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم راستہ ہی میں بیٹھنا چاہتے ہو، تو راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ راستہ کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، راستہ کا حق یہ ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھو (کہ نامحرم عورتوں پر یا بری چیزوں پر نگاہ نہ پڑے) راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہو تو راستہ سے ہٹا دو (کانچ کا ٹکڑا، کانٹا، کیلے کا چھلکا، کوئی اینٹ یا پتھر اور روڑا وغیرہ) سلام کا جواب دینا، جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہو وہاں اچھائی کی تبلیغ کرو، برائی سے روکو۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو

راستے میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ راستہ عام ہے کہ وہ بڑی سڑک ہو، محلہ کی گلیاں ہوں یا اور کوئی عام گزرگاہ ہو جہاں سے لوگ برابر گزرتے ہوں۔ ایسی جگہوں میں بیٹھنے سے آنے جانے والوں کو تکلیف اور رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس لئے ان جگہوں میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ صحابۂ کرام ؓ نے آپ کا ارشاد سن کر اپنی معذرت بیان کی کہ ہم لوگوں کو بعض اوقات ضرورتاً اور مجبوراً راستوں میں بیٹھ کر ہی اپنی باتیں طے کرنی ہوتی ہیں اور ہم بدرجہ مجبوری راستوں میں بیٹھ جاتے ہیں (کیونکہ اُس دور میں ہوٹلوں اور چائے کی دوکانوں کا رواج نہ تھا۔ گھروں میں بھی عام طور پر نشستگاہیں نہ ہوتی تھیں۔ دنیاوی گفتگو مسجدوں میں کی نہیں جاسکتی تھی۔ اس لئے مجبوراً دنیاوی معاملات کی گفتگو راستوں ہی میں کرنی پڑتی تھی۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر سن کر انھیں راستوں میں بیٹھنے کی اجازت اس شرط پر دیدی کہ وہ جب راستوں میں بیٹھیں تو راستے کا حق ادا کریں۔ اور راستہ کا حق پانچ باتیں ہیں:۔

(۱) نگاہیں نیچی رکھنا (کہ نامحرم عورت پر نظر نہ پڑے۔ اسکی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں کہ نامحرم عورت راستہ سے گزرے، یا اس کے گھر کا دروازہ یا کھڑکی کھلی ہو جس کی وجہ سے اس پر نگاہ پڑسکتی ہو۔) (۲) راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا یا راستہ میں خود ہی اس طرح نہ بیٹھنا کہ دوسروں کو تکلیف ہو۔ (۳) گزرنے والوں کے سلام کا جواب دینا (۴) جہاں ضرورت ہو وہاں اچھے کاموں کی تبلیغ کرنا (۵) برائی دیکھنے میں آئے تو اس سے روک دینا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو ٹھہر ٹھہر کر بار بار دُہرائیے کہ سامعین کو حدیث یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث شریف کی تشریح جو اوپر مذکور ہوئی ہے ایک ایک جملہ سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے۔ جو بات واضح نہ ہوئی ہو اسے آسان اور عام فہم انداز میں سمجھا دیجئے کہ پوری حدیث کا مطلب لوگ سمجھ لیں۔

۳۔ حدیث مذکور میں راستہ کے جو پانچ حق بیان ہوئے ہیں لوگوں کو یہ پانچ حقوق بتائیے اور ان کو متوجہ کیجئے کہ ان حقوق کی ادائیگی کیا کریں۔

۴۔ اور یہ بھی سمجھا دیجئے کہ یہ پانچوں حقوق تو مسلمان پر بہر صورت واجب ہیں خواہ راستہ میں بیٹھا ہو یا کہیں بھی ہو، نگاہوں کو بہر حال نیچی ہی رکھنا چاہئے اسی طرح راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا اور مسلم کو ایذا سے بچانا بہر حال ضروری ہے۔ اسی طرح سلام کا جواب دینا بھی ہر حال میں واجب ہے۔ جب بھی کوئی سلام کرے تو عام حالات میں سلام کا جواب دینا واجب ہی ہے یہی حکم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی ہے۔

۵۔ لوگوں کو سلام کرنے کی فضیلت بتائیے اور سلام مسنون کو رواج دینے کی طرف متوجہ کیجئے۔ اس سے اخوت اسلامی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

سترہواں درس

۱۷/ ربیع الثانی | قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران ۱۳۵)

ترجمۂ آیت: اور ایسے لوگ (بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں) کہ جب وہ کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں تو (فوراً) اللہ تعالیٰ (کی عظمت وعذاب) کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخش دیتا ہو۔ اور وہ لوگ اپنے فعل بد پر اصرار (اور ہٹ بھی) نہیں کرتے اور وہ جانتے بھی ہیں (کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا ہے۔)

تشریح: اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنت کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے متقی وپرہیزگار اور مومن بندوں کیلئے تیار کر رکھی ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ان مستحقینِ جنت میں ایسے ایسے لوگ ہوں گے۔ ان میں سے بعض لوگوں کا تذکرہ اوپر کی آیات میں ہو چکا ہے۔ اب اس آیت میں کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو بعض اوقات اغوائے شیطان اور خواہش نفسانی کے تحت بعض گناہوں کا ارتکاب تو کر بیٹھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت اور تقویٰ کے اثر سے فوراً ہی استغفار وتوبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس کے ذکر میں مشغول

ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر غلبۂ شیطان یا خواہش نفس کے تحت کوئی زنا و فاحشہ میں
مبتلا ہو گیا، یا کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گیا، مگر فوراً ہی اللہ تعالےٰ کا خوف دل میں
آگیا اور اس کے سامنے نادم ہو کر استغفار و توبہ میں مشغول ہو گیا اور آئندہ کیلئے
ایسے گناہ سے مستقل طور پر علیحدگی کا عزم بھی کر لیا، تو اللہ تعالےٰ اس کا گناہ معاف
فرما کر اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ کیونکہ واقعہ بھی تو یہی ہے کہ اگر کسی گناہگار کی
توبہ اللہ تعالےٰ قبول نہ فرمائیں گے تو اور دوسرا کون ہے جو گناہ معاف کرے۔

وَلَمْ يُصِرُّوْا فرما کر یہ بات صاف کر دی کہ قبول توبہ کیلئے یہ بات ضروری
شرط ہے کہ آئندہ کیلئے اس گناہ سے دور رہنے کا عزم بالجزم بھی ہو۔ اور آگے
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ فرما کر یہ بات بھی صاف فرما دی کہ ان کی یہ توبہ صدق دل
کے ساتھ اور اپنی غلطی کے احساس و اقرار پر مبنی ہونی چاہیئے۔ وہ دل سے اس بات
کا یقین بھی رکھتے ہوں کہ ہم نے یہ جو کام کیا ہے یہ واقعی گناہ و معصیت ہے اور
اسے معاف کرنے والا صرف خدا ہی ہے۔ اسی لئے ہم اسی سے مغفرت
چاہ رہے ہیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱۔ آیت شریفہ کو تجوید و ترتیل کے ساتھ بار بار دہرائیے کہ اکثر سامعین کو یاد ہو جائے

۲۔ آیت کی جو تشریح لکھی گئی ہے اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائیے اور اس کے ہر جملہ کو آسان لفظوں میں لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ سب لوگ پوری آیت کا مفہوم سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو ذکر اللہ (اللہ تعالےٰ کے ذکر) کی فضیلت و اہمیت بتائیے کہ ذکر اللہ شیطان سے محفوظ رہنے کیلئے بہت محفوظ و مستحکم قلعہ ہے۔ جس دل میں اللہ تعالےٰ کی یاد اور اس کا ذکر رہتا ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ ذکر زبان سے ہو یا دل سے ہر دونوں صورتوں میں شیطان سے حفاظت رہتی ہے۔

۴۔ لوگوں کو استغفار کی فضیلت بتائیے اور انھیں یہ حدیث شریف بھی سنائیے مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً جس شخص نے گناہ ہونے ہی استغفار کر لیا تو اب صورت اصرار نہیں رہ گئی، اگرچہ ستّر بار ایسا کرتا رہے کہ گناہ کرے اور توبہ کر لے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بات بتا دیجئے کہ گناہ صغیرہ پر اگر اصرار رہے تو پھر وہ صغیرہ نہیں رہتا، کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے "لَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ وَلَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ" (کوئی گناہ کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا جب استغفار بھی برابر ہوتا رہے۔ اور کوئی گناہ صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا جب استغفار کئے بغیر اس پر اصرار بھی ہوتا رہے۔

اٹھارہواں درس

۱۸ ربیع الثانی	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف قدسی: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً. (رواہ الترمذی و مسند)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

ترجمہ حدیث: (حدیث قدسی میں) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد! (اے میرے بندے انسان) تو جو کچھ مجھ سے دعا کریگا اور جس چیز (مغفرت) کی مجھ سے آس لگائیگا میں تیری مغفرت کردوں گا اور مجھے کوئی پروا نہ ہوگی۔ اے آدم کی اولاد! اگر تیرے گناہوں کی مقدار آسمان کی بلندی تک بھی پہنچ جائے اور پھر تو مجھ سے مغفرت و بخشش کا طلبگار ہو تو میں بے پروا ہو کر تجھے بخش دوں گا، کوئی پروا نہ کروں گا۔ اے آدم کی اولاد! اگر ساری زمین کے برابر غلطیاں اور خطائیں لئے ہوئے میرے حضور حاضر ہوگا اور تو نے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہوگا تو میں تیری خطاؤں سے بڑھ کر مغفرت کے ساتھ تجھ سے پیش آؤں گا۔

تشریح: یہ بھی منجملہ "احادیث قدسیہ" حدیث قدسی ہے جو اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ہے۔ مگر قرآن مجید میں شامل نہیں ہے۔

اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ جملہ اولاد آدم کو مخاطب فرما کر اپنی رحمت عامہ کا اعلان عام فرماتا ہے۔ مگر ایک ضروری شرط بھی بتادی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا جو بندہ بھی اس "اعلان رحمت عامہ" سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس شرط کو پورا کرتے ہوئے اسکی رحمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ شرط حدیث شریف کے آخری ٹکڑے میں بتادی گئی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اور مغفرت تامہ کا طالب ہو وہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو خدائی میں شریک نہ سمجھتا ہو۔ شرک سے بچا ہوا اور اس سے دور ہو کر طالب رحمت و مغفرت بنے اسکی مغفرت کی جائیگی۔ حدیث مذکور میں لَا اُبَالِیْ کا فقرہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی و بے نیازی کا بہترین اظہار ہے کہ اس کے ہاں کرم و بخشش اور عفو و مغفرت کی کوئی کمی نہیں ہے اور اسے کسی معاملہ میں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔ وہ اپنے ہر فیصلہ اور ہر معاملہ میں بااختیار و خود مختار ہے۔

حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت اور شان کریمی و بے نیازی کا اظہار مرحلہ وار تین صورتوں سے فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ:

اے آدم کی اولاد! تو جب جب اور جس جس چیز کی مجھ سے دعا کریگا اور مجھ سے آس لگائے گا، تیری ساری خطاؤں اور نافرمانیوں کے ہوتے ہوئے بھی میں تیری مغفرت کردوں گا اور کسی کی بھی پرواہ نہیں کروں گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے اولاد آدم! اگر تیری نافرمانیاں اور خطائیں اپنی کثرت کی وجہ سے آسمان کو بھی چھو لیں تو بھی میری رحمت و مغفرت میں کوئی کمی نہیں ہوگی، میں تیری مغفرت کردوں گا مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے آدم کی اولاد! اگر تیری خطائیں ساری زمین کو بھی بھر دینگی اور تو قیامت میں ایسی حالت میں میرے حضور پیش ہوگا کہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہوگا تو اس حالت میں بھی کچھ پرواہ کئے بغیر میں تیری مغفرت کردوں گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس کو صحیح طور پر بار بار لوگوں کو سنائیے کہ اکثر لوگوں کو حدیث یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث شریف کی مذکورہ تشریح کا ایک ایک جملہ سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے۔

۳۔ اپنے سامعین کو دعا کی فضیلت بتائیے اور سمجھائیے کہ دعا ہی تو عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے لوگوں کو دعا کے آداب سے آگاہ کیجئے کہ دعا کے آداب یہ ہیں: آہستہ آواز میں دعا کی جائے دعا میں عاجزی اور بیکسی کا اظہار کیا جائے۔ دعا کرتے وقت مقبولیت دعا کا یقین بھی دل میں رکھا جائے۔ الحاح کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کیجائے۔ دعا میں بے ادبی و گستاخی کے انداز نہ آنے پائیں (جیسے ایک مشہور مناجات کا یہ مصرع "مری بار کیوں دیر اتنی کری") اسی طرح ایسی بات کا سوال کرنا جو سنت اللہ اور عادۃ اللہ کے مطابق نہ ہو مثلاً یوں دعا کرنا کہ اے اللہ مجھے نبی بنا دیجئے یا بوڑھا شخص یہ دعا کرے کہ مجھے پھر سے بچہ بنا دیجئے یہ باتیں گستاخی کی ہیں اور سخت گناہ ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو استغفار کی فضیلت سے باخبر کیجئے اور انھیں بتائیے کہ تنگی و پریشانی دور کرنے کیلئے یا کوئی جائز مطلوب حاصل ہونے کیلئے استغفار کی کثرت بہت قوی ذریعہ ہے۔

۵۔ لوگوں کو شرک کا نقصان اور اسکی مذمت بتا دیجئے۔ اور بتا دیجئے کہ جس شخص کا خاتمہ حالت شرک پر ہوگا وہ حشر میں اسی شرک ہی کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔ جنت کا داخلہ اس کیلئے حرام ہوگا۔

انتیسواں درس

۱۹ ربیع الثانی | قول اللہ تعالیٰ عزوجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (التوبہ ۸۴)

وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ (التوبہ ۵۴)

ترجمہ آیت: اور ان میں کوئی مرجائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو جیے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر کیا ہے۔

اور وہ (منافقین) نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ۔

تشریح: اس موقع پر مصنف کتاب شیخ جزائری نے اپنی عادت ومعمول کے خلاف درس قرآنی میں دو علیحدہ علیحدہ آیات نقل فرمادی ہیں۔ ان دونوں کو شاید اس وجہ سے ایک جگہ ذکر فرمادیا ہے کہ دونوں ہی آیات منافقین سے متعلق ہیں۔

پہلی آیت (جو ترتیب قرآنی کے لحاظ سے بعد کی آیت ہے) میں ان منافقین کی بابت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ کبھی بھی ان منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، اور نہ کبھی (دعائے مغفرت کیلئے) ان کی قبروں پر کھڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے اگلے فقرہ میں اس حکم و ہدایت کی

وجہ بھی بیان فرمادی ہے۔ کہ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے ساتھ فی الحقیقت باطنی طور پر کفر کا معاملہ کیا ہے۔ دل سے یہ لوگ مسلمان ہی نہیں ہیں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

دوسری آیت (جو ترتیب قرآنی کے لحاظ سے پہلے کی آیت ہے) میں ان منافقین کے نفاق اور پوشیدہ کفر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرمایا ہے کہ (ان کے نفاق اور پوشیدہ کفر کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ نماز پڑھنا انھیں بارگراں محسوس ہوتا ہے۔ جب کبھی نماز پڑھتے ہیں تو ہارے جی سے مارے باندھے پڑھتے ہیں کیونکہ دل سے تو یہ لوگ مسلمان ہیں ہی نہیں، کہ قیامت اور آخرت کی جزاو سزا کا عقیدہ رکھیں۔ اور جنت کے لالچ یا جہنم سے خوف کی بنیاد پر ہنسی خوشی نماز پڑھیں۔ اس لئے بالکل ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ و صدقات کا معاملہ بھی ہے کہ عقیدۂ آخرت اور جزاو سزا کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے انھیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر ثواب کا لالچ یا خرچ نہ کرنے پر دوزخ کے عذاب کا اندیشہ و خوف کچھ ہے ہی نہیں۔ تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ بھی بالکل زبردستی سے مجبور ہو کر کرتے ہیں۔ انکو اہل اسلام کا غلبہ اور ان کی فتح و ظفر دل سے مطلوب ہی کہاں ہے کہ جہاد کی تیاری میں انھیں دلچسپی ہو، اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کوئی شوق ہو۔ ان باتوں سے ان کے دلی نفاق کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ زیر درس ہر دو آیات قرآنی کو تجوید و صحت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر بار بار پڑھئے کہ اکثر لوگوں کو آیت یاد ہو جائے۔

۲۔ آیات کی تشریح مذکور سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنایئے۔ جو بات ایک بار میں واضح نہ ہوئی ہو اسے اچھی طرح سمجھا دیجئے۔

۳۔ لوگوں کو یہ مسئلہ بھی بتا دیجئے کہ اسی آیت سے یہ حکم معلوم ہوا ہے کہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے۔ لہذا کسی بھی کافر کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائیگی اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ پر ختم نبوت کا اقرار نہ کرتا ہو، دوسری ضروریات دین پر ایمان نہ ہو وہ قطعی کافر ہے۔ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی

۴۔ یہ مسئلہ بھی بتا دیجئے کہ کافر کو نہ تو غسل میت دیا جائیگا، نہ مسلمانوں کی طرح متعدد کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔ اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائیگا اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائیگی جیسا کہ اوپر بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

۵۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی میں "کسل و سستی کرنا" منافقین کی نشانی ہے۔ اہل ایمان کو نمازوں کی ادائیگی میں کسل و سستی ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔

۶۔ زکوٰۃ و صدقہ کے سلسلہ میں یہ بات لوگوں کو بتا دیجئے کہ جو شخص خوشدلی کے ساتھ صدقہ نہیں کرتا تو اسے صدقہ کا اجر بھی نہیں ملیگا۔ صدقہ کا اجر اسی صورت میں ملیگا جب خوشدلی کے ساتھ صدقہ کیا گیا ہو۔

بیسواں درس

۲۰ ربیع الثانی | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّکَانَ مَعَہٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا وَیُفْرُغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان نے کسی مسلمان کے جنازہ میں شرکت کی، جنازہ کے ساتھ ساتھ گیا۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب ملنے کی نیت سے کیا۔ پھر اسکی نماز جنازہ میں بھی شرکت کی اور دفن کے وقت تک اس کے ساتھ رہا، تو وہ دو قیراط ثواب لیکر اپنے گھر لوٹے گا، اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جس شخص نے صرف نماز جنازہ ہی پڑھی اور اپنے گھر لوٹ گیا دفن میں شرکت نہیں کی تو اسے ایک قیراط ثواب ملیگا اور قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ ہی کے برابر ہوگی۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع جنازہ اور نماز جنازہ و دفن میت میں شرکت کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی بتادی ہے کہ حدیث مذکور میں ان کاموں کی جو فضیلت اور ان پر جو اجر و ثواب بتایا گیا ہے ان کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ یہ تینوں ہی کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس سے ثواب ملنے کی نیت سے کئے گئے ہوں

لہذا ضروری ہے کہ اتباع جنازہ (یعنی جنازہ کی مشایعت (اس کے ساتھ ساتھ چلنا) بھی خلوص نیت کے ساتھ ہو۔ اور نماز جنازہ میں شرکت اور پھر قبر میں دفن کرنے میں شرکت بھی صرف اللہ تعالے کی رضا اور حصول اجر و ثواب کی نیت سے ہو۔ میت کے گھر والوں کو خوش کرنے اور ان کا شکریہ حاصل کرنے کی نیت ہونے پر کوئی اجر و ثواب نہ ملیگا۔

اگر یہ مذکورہ تینوں کام اخلاص کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے کیئے گئے تو اس کا ثواب حدیث شریف کے مطابق دو قیراط کی مقدار میں ہوگا۔ اور ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر وزن کا ثواب رکھتا ہوگا۔

اور اگر کوئی شخص صرف نماز جنازہ میں شرکت کرکے لوٹ گیا تو اسے ایک قیراط ثواب ملیگا۔ اور یہ قیراط بھی احد پہاڑ کے وزن کا ثواب رکھتا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ثواب بقدر عمل ہوتا ہے۔ جس شخص نے عمل زیادہ کیا اسے ثواب بھی زیادہ ملیگا۔ اور جس نے کم عمل کیا ہے اسے ثواب بھی کم ملیگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ حدیث زیر درس سامعین کو بار بار سنائیے کہ اکثر لوگوں کو حدیث یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث کی جو تشریح کی گئی ہے، اسے اس طرح سُنائیے کہ ہر جملہ پر ٹھہر کر اسکی مزید تشریح و تفہیم بھی کریں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ حدیث مذکور سے اتباع جنازہ (یعنی اسکی مشایعت) اور نماز جنازہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

۴۔ یہ بھی بتلائیے کہ اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص

ثواب کی نیت سے یہ کام کریگا اسے ثواب ملیگا۔

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ نماز جنازہ اور اسکی تدفین تو فرض کفایہ ہے۔ ایک مسلمان بھی ادا کر دے تو ادا ہو جائیگا۔ لیکن مشایعت واتباع یعنی اس کے ساتھ ساتھ جانا، یہ سنت ہے۔ حدیث میں اسکی ترغیب آئی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اتباع جنازہ بھی کرے۔

۶۔ لوگوں کو بتائیے کہ نماز جنازہ کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے:۔

جنازہ قبلہ کی جانب نمازیوں کے سامنے رکھا جائے۔ امام میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو (احناف کے مسلک میں ظاہر روایت کے مطابق میت مرد ہو یا عورت امام درمیان ہی میں کھڑا ہو۔) پھر یکے بعد دیگرے چار تکبیریں کہی جائینگی۔ پہلی تکبیر کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھے۔ (احناف کے مسلک کے مطابق صرف ثنا پڑھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھے) پھر دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھے (جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) پھر تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعا پڑھے:۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے۔

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر پر صرف ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور باندھ لئے جائیں گے بقیہ تین تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں گے۔

اکیسواں درس

۲۱ ربیع الثانی	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۤءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۤءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (شوریٰ ۵۱)

ترجمہ آیت: اور کسی بشر کی (بحالت موجودہ) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے، مگر (تین طریقوں سے) یا تو الہام سے (کہ قلب میں کوئی بات ڈالدے) یا حجاب کے باہر سے (کچھ کلام سنادے) یا کسی فرشتہ کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے۔ بیشک وہ ہستی بہت بلند وبالا اور حکمت والی ہے۔

تشریح: یہ آیت ان کفار مکہ کی تردید میں نازل ہوئی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا انکار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ خدا تعالیٰ کے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے کلام کیوں نہیں فرماتے۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی کیا تھا۔ اس لئے ہم تو انھیں اس وقت تک نبی نہیں مانیں گے جب تک یہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام اور اس کے دیدار سے مشرف نہ ہوں گے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کفار مکہ کو یہود نے ہی یہ اعتراض سجھایا ہو اور پھر انہی کی تلقین پر کفار مکہ نے یہ بات کہی ہو۔ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس مسئلہ کو اچھی طرح

صاف کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کسی بھی انسان سے کلام نہیں فرماتے۔ یہاں تو بس انہی تین طریقوں سے کوئی بات ہوتی ہے کہ یا تو اسے الہام کیا جاتا ہے، یا کسی حجاب و پردہ اور کسی اوٹ کے ساتھ کلام ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام اسی حجاب والی صورت میں ہوا تھا۔ اور تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کے پاس کوئی فرشتہ بھیج دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنی ملکی صورت میں آئے، یا انسانی شکل میں آئے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں اسی فرشتے کے ذریعہ فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ برابر یہ پیغام رسانی ہوتی رہی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ وہ ذات بہت ہی بلند و بالا اور حکمت والی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ آیات زیر درس کو تجوید و صحت کے ساتھ بار بار تلاوت کیجیے۔ سامعین بھی دھیرے دھیرے دُہراتے رہیں کہ یاد ہو جائے۔

۲۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ ان آیات کو یاد رکھنا چاہئے اور اسکی آسان صورت یہ ہے کہ سنت اور نفل نمازوں میں یہی آیات پڑھی جائیں تو ہمیشہ یاد رہیں گی۔

۳۔ آیات مذکورہ کی تشریح آسان اور عام فہم انداز میں لوگوں کو سمجھا سمجھا کر سنائیے کہ لوگ سمجھ لیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کیا بات بیان فرمائی ہے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایات و احکام لوگوں تک پہنچانے کیلئے کچھ فرشتوں میں سے اور کچھ انسانوں میں سے اسی پیغام رسانی کیلئے منتخب فرمالیے ہیں، جن کے ذریعہ یہ کام انجام پا چکا ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ فرشتے اگر انسانی شکل میں آتے ہیں تو انسانوں کیلئے ان کا دیکھنا ممکن ہوتا ہے جیسا کہ بعض مرتبہ حضرت جبرئیل علیہم السلام حضرت دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں آئے ہیں۔

۶۔ لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں تو ممکن نہیں ہے یہاں نہ کسی نے دیکھا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔ البتہ آخرت میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ضرور نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔
وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ (بہت سے چہرے اس روز (قیامت کے دن) تروتازہ اور ہشاش بشاش اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔)

بائیسواں درس

۲۲ ربیع الثانی | قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَحیانًا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدُّہ علیّ فیفصم عنّی وقد وعیت عنہ ما قال و احیانًا یتمثّل لی الملک رجلًا فیکلّمنی فاعی ما یقول۔

قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا ولقد رایتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنہ وان جبینہ یتفصّد عرقًا۔

(حصہ اول بخاری سے۔ آخر کا ٹکڑا مسلم شریف سے)

ترجمہ حدیث: (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں میں وحی کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ) کبھی تو وحی اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹے کی آواز اور جھنجھناہٹ، اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وحی منقطع ہو جاتی ہے مگر ایسی حالت میں کہ میں نے جو کچھ کہا گیا ہے اسے پوری طرح محفوظ کر لیا ہوتا ہے۔ اور کبھی کوئی فرشتہ میرے سامنے کسی انسانی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور وہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے تو میں اس کی بات محفوظ کر لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اپنا مشاہدہ بیان) فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب وحی منقطع ہو گئی تو آپ کی پیشانی مبارک اس طرح پسینے پسینے ہو گئی جیسے اسکی فصد کھول دی گئی ہو اور پیشانی سے پسینہ تر تر بہنے لگا ہو۔

تشریح : حضرت مصنف نے گزشتہ درس قرآن میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور کلام و وحی سے متعلق آیت قرآنی بیان فرمائی تھی۔ اسی مضمون کی تشریح و توضیح کیلئے آج کے درس حدیث میں حدیث شریف کے دو ٹکڑے (پہلا ٹکڑا بخاری شریف سے اور دوسرا ٹکڑا مسلم شریف سے) نقل کرکے نزول وحی کی کیفیت پر روشنی ڈالی ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں تو صرف آمد وحی کی دو صورتیں ہی بیان کیگئی ہیں کہ ایک صورت نزول وحی کی یہ ہوتی ہے کہ گھنٹی جیسی کوئی آواز (جھنجھناہٹ سی) آتی ہے۔ اور یہ صورت وحی تحمل و برداشت کے لحاظ سے بہت شدید ہوتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا کہ اس شدت کے باعث وہ بات سمجھی نہ جاسکے، اس گرانی و شدت کے باوجود وہ پوری بات سمجھ لی جاتی ہے اور سلسلۂ وحی منقطع ہوجاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی انسانی شکل میں کوئی فرشتہ میرے سامنے نمودار ہوجاتا ہے۔ اور مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے تو اسکی بات بھی پوری طرح سمجھ کر محفوظ ہوجاتی ہے۔

اور دوسری روایت کے مطابق (جو مسلم شریف میں مروی ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی اس کیفیت و حالت کا بیان فرماتی ہیں جو وحی کے بعد آپ کے جسم مبارک اور چہرہ منور پر نمایاں ہوتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نزول وحی کے وقت آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی وحی منقطع ہوجانے پر آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ تر تر بہنے لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ پیشانی کی کسی رگ کو فصد کے ذریعہ کھول دیا گیا ہوا ور پسینہ بہنے لگا ہو۔

نزول وحی کے وقت شدت کا یہ احساس اور تعب کا اثر اس وجہ سے

ہوتا تھا کہ یہ ہمکلامی غیر جنس سے ہوتی تھی جو خلاف عادت ہونے کی وجہ سے دشوار ہوتی تھی۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱۔ سامعین کو حدیث زیر درس بار بار پڑھ کر سنائیے۔ وہ لوگ بھی دھیرے دھیرے دہراتے رہیں کہ اکثر لوگوں کو یاد ہو جائے۔

۲۔ حدیث شریف کی تشریح مذکور ایک ایک جملہ پر ٹھہر ٹھہر کر سمجھاتے ہوئے سنائیے کہ سب لوگ سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیجئے اور انھیں سمجھا دیجئے کہ ایک دوسرے سے گفتگو و کلام اور تفہیم و تفاہم میں آسانی اسی وقت ہوتی ہے جب ہمجنس و ہمزبان سے کلام ہو۔ وحی کی صورت میں متکلم و مخاطب کی جنس علیحدہ علیحدہ ہوتی تھی، اس لئے یہ صورت دشوار اور وجہ تعب ہو جاتی تھی کہ متکلم فرشتہ (حضرت جبرئیل علیہ السلام) ہوتے۔ اور مخاطب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے جو جنس بشر و انسان سے ہوتے، اسی وجہ سے آپ کو سخت تعب ہو جاتا تھا، جس کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ وحی منقطع ہو جانے پر شدت تعب سے آپ کی پیشانی مبارک پسینے پسینے ہو جاتی تھی، جیسے اسمیں فصد لگا دی گئی ہو۔

۴۔ آپ سامعین کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھی حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کی صورت میں آتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم انھیں دیکھتے بھی تھے۔ اور مسلم شریف کی حدیث صحیح میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا

انسانی شکل میں آنا صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ (مگر وہاں حضرت دحیہ کلبی رضؓ کی صراحت نہیں ہے۔ بلکہ کسی اجنبی انسان کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جنھیں حاضرین صحابہ رضؓ میں سے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا)۔ حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں :-

دَخَلَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ فَجَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ۔

(راوی حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہمارے مجمع میں ایک شخص داخل ہوا بالکل زرق برق سفید کپڑے تھے اور بال بالکل سیاہ (نہ کپڑوں پر سفر کا اثر تھا، نہ بالوں پر گرد وغبار تھا) اور ہم میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا بھی نہ تھا (پردیسی لگ رہا تھا) اور آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی سامنے بیٹھ گیا۔ اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کی رانوں پر رکھ دیئے (اور پھر کچھ سوالات کئے اور ہر سوال کے جواب پر یہ بھی کہتا جاتا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔

تیئیسواں درس

۱۳؍ربیع الثانی	قَولُ اللہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق ۱ - ۵)

ترجمہ آیات: (اے پیغمبر!) آپ پڑھئے اپنے رب کے نام کے ساتھ (یعنی اللہ کے نام کے اعجاز، اس کی برکت سے پڑھئے) جس نے (آپ کو اور سب کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ آپ پڑھئے (آپ کو علم عطا کرنا آپ کے رب کا کام ہے) اور آپ کا رب بڑی بزرگی (وعظمت) والا ہے (وہی تو ہے) جس نے (عام لوگوں کو) قلم سے علم سکھایا (لکھنا بھی ایک علم ہی تو ہے) اسی نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سورہ علق کی انہی پانچ آیات سے نزول قرآن کا آغاز فرمایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ ان پانچ آیات پر مشتمل تھی اور اس موقع پر صورت وحی یہی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے کہا اِقْرَاْ "پڑھئے! اپنے رب کا نام لیکر پڑھئے جس نے (خود آپ کو اور) تمام مخلوق کو (مختلف طریقوں سے) پیدا کیا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا۔ حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور عام انسانوں کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

عَلَق ۔ عَلَقَة کی جمع ہے ۔ جمے ہوئے خون بستہ کو عربی میں علقہ کہتے ہیں ۔ اسے عَلَقَہ کہنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ اپنی تری اور رطوبت کی وجہ سے ہر اس چیز میں لٹک جاتا ہے جس کے پاس سے گزرتا ہے ۔ یہ عَلَقَہ چالیس دن پہلے منی سے بنا ہوا نطفہ انسانی تھا کہ اب علقہ ہو گیا ۔ اور اگلے چالیس دن کے بعد یہ گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ اسے خلقت (پیدا ہونے) کی اجازت دیدیتے ہیں تو جسم انسانی کی شکل اختیار کرنے لگتا ہے ۔ اور اگر اجازت نہیں ملتی تو رحم مادر اسے باہر کر دیتا ہے اور وہ ساقط ہو جاتا ہے ۔

آگے فرمایا: " اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ قراءت کا حکم ایک بار پہلے ہو چکا تھا، اب دوبارہ حکم اس لئے دیا گیا کہ پہلے حکم کی تاکید مزید ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قاریٔ کتاب اللہ بنانے کا فیصلہ فرما لیا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر گھبرا جانا عین تقاضائے فطرت تھا کہ عمر کے چالیس سال گزر جانے کے بعد ایک بالکل ہی نئی صورت حال اچانک پیش آگئی تھی ۔ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ فرما کر آپ کو مزید اطمینان و تسلی دینا منظور رہے کہ آپ کا رب سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب رحیموں سے بڑھ کر رحیم ہے ۔ (وہ آپ پر یہ کرم بھی کر سکتا ہے کہ بغیر کسی سے پڑھے ہوئے آپ حافظ کلام اللہ اور قاریٔ کتاب اللہ ہو جائیں اور ایسا ہو بھی گیا کہ اولین و آخرین کے علم سے بھی آپ نوازے گئے ۔)

الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ اسی خدا نے قلم کے ذریعہ جسے چاہا لکھنا سکھایا اور جو علوم و معارف عطا فرمانا چاہے ان کا علم بھی سکھایا اور اسی نے جنس انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جو اسے حاصل نہ تھے جنہیں وہ جانتا نہ تھا ۔ اور یہی وہ جہت ہے

جس کی وجہ سے قلم کو بھی شرف عطا ہو گیا۔ یہ قلم ہی ذریعہ و وسیلہ ہے، اسی کے ذریعہ علوم و معارف پر مشتمل کتابیں وجود میں آتی ہیں جن کا شرف ظاہر ہے۔ لہذا جو چیز شرف کا وسیلہ ہو وہ بھی اس شرف کی بدولت مشرف ہو جائے گی۔

اسی شرف کی وجہ سے اول مرحلہ کی مخلوقات میں قلم بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تو اپنا تخت پیدا فرمایا۔ اس کے بعد پانی کو پیدا کیا۔ پھر قلم کو وجود بخشا جیساکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اہل دنیا سے متعلق چیزوں میں) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا۔ اور اس سے فرمایا "لکھ" تو قلم نے تعمیل حکم کی اور قیامت تک کی تمام باتیں لکھ دیں۔

مربی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ آپ پہلے تو آیات کو بار بار پڑھیں کہ لوگوں کو یاد ہو جائیں۔ پھر اسکی تشریح مذکورہ پر ہر جملہ پر ٹھہرتے ہوئے اور اسے سمجھاتے ہوئے لوگوں کو سنائیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ ہر جائز کام کی ابتدا "بسم اللہ" سے ہونی چاہئے

۴۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ یہ پانچوں آیتیں سب سے پہلی وحی ہیں۔ قرآن کی یہی آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے جن انعامات واحسانات کا ذکر ان آیتوں میں کیا گیا ہے (کہ تخلیق آدم و تخلیق عالم اسی نے کی ہے۔ انسان کو پڑھنا لکھنا اسی نے سکھایا اور انسان کو ان باتوں کا علم دیا جو اسے حاصل نہ تھا) ان نعمتوں

پر اللہ تعالیٰ کا شکر ضروری ہے۔ سب لوگوں کو چاہئے کہ ان انعامات کی قدر کریں اور شکر گزاری کریں

۶۔ لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیں کہ یہ آیات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زمانہ میں نازل ہوئی ہیں جب عطائے نبوت سے پہلے آپ عبادت گذاری کیلئے غار حرا میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ غار حرا مکہ شریف کے ایک پہاڑ میں ہے اور آج تک اسی حالت میں موجود ہے جہاں آپ مشرکین اور ان کے مشرکانہ اعمال و رسوم سے کنارہ کش ہو کر تنہائی میں مشغول عبادت رہتے تھے یہاں تک کہ یہ وحی حق آ گئی، تو آپ خوف زدہ حالت میں اپنے دولتکدہ تشریف لے آئے۔ اس وقت تک آپ کا قلب مبارک دھڑک رہا تھا اور خوف زدگی کا اثر باقی تھا۔

چوبیسواں درس

۲۴ ربیع الثانی	قَوْلُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَنَّھَا قَالَتْ: حَتّٰی فَجَاءَہُ الْحَقُّ وَھُوَ فِیْ غَارِ حِرَاء فَجَاءَہُ الْمَلَکُ فَقَالَ "اِقْرَأْ" قَالَ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُھْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ "اِقْرَأْ" فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّانِیَۃَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُھْدُ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ "اِقْرَأْ" فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّالِثَۃَ فَقَالَ: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ فَرَجَعَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْجُفُ فُؤَادُہٗ فَدَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَۃَ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْہُ حَتّٰی ذَھَبَ عَنْہُ الرَّوْعُ

(بخاری و مسلم)

ترجمہ حدیث: (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلی وحی کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے کہتی ہیں کہ) پھر وہ وقت آگیا کہ آپ کے پاس فرشتہ حق آیا جبکہ آپ غار حراء میں عبادت و مراقبے میں مشغول تھے کہ فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ پڑھئے! آپ نے فرمایا، میں نے تو ابھی تک پڑھا نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے نے مجھ کو پکڑ کر خوب زبوچا اور بھینچا جیسے ماں

باپ بچے کو بھینچتے ہیں) پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے! میں نے کہا کہ میں پڑھا نہیں ہوں۔ تو دوبارہ مجھ کو پکڑ کر خوب زور سے دبوچا اور بھینچا پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے! میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا نہیں ہوں۔ تو تیسری بار پھر مجھ کو دبوچا اور بھینچا اور پھر کہا " اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ الٰی مَالَمْ يَعْلَمْ
اس بار فرشتہ نے صرف اِقرأ کہنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ پانچوں آیتیں بھی پڑھ دیں۔ اب اسے بِسْمِ اللّٰہ یعنی بِاسْمِ رَبِّكَ کی برکت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس بار یہ پانچوں آیات پڑھ دیں۔ فرشتہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات مبارکہ کے ساتھ اپنے دولتکدہ کو لوٹ گئے۔ آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسی حالت میں آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے کمبل اُڑھا دو۔ مجھے کمبل اُڑھا دو۔ تو انھوں نے کمبل اُڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا وہ خوف اور وحشت بھی جاتا رہا۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث شریف یہاں پوری نقل نہیں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے یہ اتنا حصہ اور ہے:۔

اول مابُدیٔ بہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی شروعات
من الوحی الرؤیا الصالحہ فی النوم	سچے اور اچھے خوابوں سے ہوئی۔ آپ سوتے میں
وکان لایریٰ رؤیا الاجاءت مثل	جو خواب دیکھتے وہ دن کو روز روشن کیطرح
فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء	سامنے آجاتا۔ پھر آپ کو تنہائی پسند ہوگئی
وکان یخلو بغار حراء فیتحنث	اور آپ غار حرا میں خلوت نشینی فرمانے لگے
فیہ وھو التعبد اللیالی	کئی کئی راتیں گھر پر آئے بغیر وہیں گزار دیتے
ذوات العدد قبل ان ینزع	اور اتنی مدت کیلئے کچھ زاد اپنے ساتھ لے لیا کرتے

الیٰ اھلہ ویتزود لذالك ثم — تھے پھر گھر لوٹ کر آتے تو حضرت خدیجہؓ
یرجع الیٰ خدیجۃ فیتزود لمثلھا — آئندہ کی اتنی ہی مدت کیلئے زادِ ساتھ کر دیتی
حتیٰ فاجاءہ الحق۔ — تھیں یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ آپ کے
پاس اچانک فرشتہ حق آگیا۔ (بقیہ حدیث اوپر آگئی ہے)

(ان آیات کی تفسیر میں "تفسیر فیوض القرآن" کا مندرجہ ذیل اقتباس لائق مطالعہ ہے):۔

"انسانیت کی ترقی کا راز علم میں ہے وہ علم جو انسان کو اللہ سے قریب کرے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ جس کی ابتداء اور وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ جس کی انتہا ہے۔ علم روح کی غذا ہے اس کا سرچشمہ وحیٔ الٰہی ہے۔

لفظ اِقْرَأْ ہی سے نزول قرآن شروع ہوتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حراء میں مشغول عبادت تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور کہا "اِقْرَأْ" پڑھئے! جب تک وہ صرف اِقْرَأْ کہتے رہے آپ نے نہ پڑھا (مَا اَنَا بِقَارِئٍ فرما کر عذر فرماتے رہے) جب انھوں نے "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" فرمایا، یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا تو آپ نے ان کے ساتھ اِقْرَأْ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑھ دیا۔

(فیوض القرآن ج ۳ ص ۱۴۸۳)

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲) اپنے سامعین کو حدیث زیرِ درس بار بار سنائیے کہ انھیں یاد ہو جائے اور اسکی تشریح کا ہر جملہ سمجھا سمجھا کر پڑھئے۔

(۳) لوگوں کو بتائیے کہ پڑھنے لکھنے ہی سے آدمی کو جملہ علوم و فنون کی تحصیل آسان ہوتی ہے۔ جس طرح عصری علوم پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں اسی طرح علوم دینیہ بھی پڑھنے لکھنے ہی سے آتے ہیں۔ اور آخرت کی سعادت و نجات کیلئے علم دین اور اس پر عمل ضروری ہے۔

(۴) اپنے سامعین کو تخلیق انسانی اور تخلیق عالم و تخلیق آدم سے متعلق ضروری باتیں بتائیے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور اسکی نعمتوں کا احساس ہو اور انسان کا ضعف اور اس کا عاجز و ذلیل ہونا ظاہر ہو جائے کہ اس کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کے مرحلہ میں تو مٹی اور گارے سے ہوئی اور اس کے بعد ناپاک قطرۂ منی سے ہوتی ہے۔

(۵) لوگوں کو یاد دلائیے کہ ہر جائز کام کو شروع کرتے وقت "بِسْمِ اللہ" کہنا اور اللہ کے نام سے کام شروع کرنا مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف اور آپ کے عمل سے یہی بات ثابت ہے۔

چھبیسواں درس

۲۵ ربیع الثانی	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ○ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○

(سورہ المائدہ۔ آیت ۵۴)

ترجمۂ آیت: اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایک ایسی قوم لے آئیگا جن کو وہ محبوب رکھے گا اور وہ اُسے محبوب رکھیں گے وہ مسلمانوں کیلئے نرم دل اور کافروں کے حق میں سخت مزاج ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اور وہ بڑا کشایش والا علم والا ہے۔

تشریح: یہ آیت شریفہ ان آیات کریمہ سے ہے جو اہل ایمان کیلئے "ندائے رحمٰن" پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ندا دے کر انھیں خطاب فرماتے ہوئے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ وہ ایمان لانے کے بعد ایمان پر ثابت قدم بھی رہے ہیں، کفر و شرک سے توبہ بھی کی ہے تو اب دل میں یہ خیال بھی نہ لائیں کہ وہ پھر اس کفر و شرک کی طرف لوٹیں گے۔ وہ سمجھ لیں کہ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے اور ایمان و اسلام کی راہ چھوڑ کر پھر دوبارہ کفر و شرک کی طرف لوٹ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی ضرورت بھی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ ان کے بعد ایسی قوم اور ایسے لوگوں کو لے آئیگا جنھیں اللہ تعالےٰ محبوب رکھتا ہوگا اور خود وہ لوگ بھی اللہ تعالےٰ کو محبوب رکھتے ہوں گے (اپنے محبوب کو چھوڑ کر کفر و شرک کے راستہ پر نہ جائیں گے) یہ لوگ ضروری نہیں کہ اہل عرب سے ہوں، اہل عجم (امریکہ، افریقہ، یورپ اور ہندوستان و چین) کے بھی ہوسکتے ہیں۔

ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے جلال و کمال اور اس کے انعام و افضال کی معرفت حاصل ہوگی اس لئے یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہوں گے اور اللہ تعالےٰ کو ان کے ایمان و تقویٰ، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا علم ہوگا اس لئے اللہ تعالےٰ بھی انھیں محبوب رکھیں گے۔ ان لوگوں کی کیفیت یہ ہوگی کہ یہ لوگ اہل ایمان کیلئے تو نرم دل اور خوش مزاج ہوں گے اور اہل کفر سے اس کے برخلاف سخت مزاج اور سخت گیر ہوں گے۔ اہل کفر کے ساتھ پوری جد و جہد کے ساتھ آمادۂ جہاد اور مصروف قتال ہوں گے کہ انھیں بھی اسلام و ایمان سے مشرف اور سعادت دارین کا مستحق بنا دیں۔ ان لوگوں کی ایک خاص صفت یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ انھیں کسی بھی بات میں ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ ہوگی۔ کوئی انھیں اچھا کہے یا بُرا کہے وہ ہر موقع پر حق بات کہیں گے اور خدا تعالےٰ کا حکم مانیں گے۔ اور یہ بات ان میں ان کی ایمانی قوت کی وجہ سے پیدا ہوگی۔

ان اہل ایمان کی یہ صفات جو آیت میں بتائی گئی ہیں یہ سب اللہ تعالےٰ کے فضل خاص سے ہی ملتی ہیں، وہ جسے چاہتا ہے ان صفات سے متصف کر دیتا ہے جس کا نمونہ حضرات صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدین، آپ کی ازواج مطہرات کی زندگیوں میں دیکھا گیا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(۲،۱) آیت زیر درس کو بار بار دہرائیے کہ لوگوں کو یاد ہو جائے اور اسکی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے کہ سب لوگ سمجھ لیں۔

(۳) اپنے سامعین کو آیت شریفہ میں مذکور پیشین گوئی کی طرف متوجہ کیجیے کہ اس قسم کی پیشینگوئیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور سچائی کی مستقل اور ناقابل انکار دلیلیں ہیں۔ ان پیشینگوئیوں سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید اسی خدا کا کلام ہے جو عالم الغیب ہے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتے ہی فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا تھا جن سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا تھا اور اس فتنۂ ارتداد کی پوری سرکوبی کر دی تھی کہ پھر جزیرۂ عرب میں کوئی کافر اور مرتد باقی نہ رہ گیا تھا اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برابر مصروف جہاد رہے اور ایران و روم کے علاقے بھی حکومت اسلامیہ کے ماتحت ہو گئے۔

(۴) اپنے سامعین کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول سنائیے جو انھوں نے اہل ایمان کی مومنوں کے ساتھ رحمدلی اور اہل کفر کے ساتھ شدت و سخت مزاجی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل ایمان کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ مومنوں کے ساتھ تو اس طرح محبت و شفقت سے رہتے ہیں جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کے ساتھ یا کوئی مالک و آقا اپنے وفادار غلام کے ساتھ رہتا ہے۔ اور یہ لوگ کافروں کے ساتھ اس طرح سخت مزاج و سخت گیر ہو کر رہتے ہیں جیسے شیر اپنے شکار کے ساتھ رہتا ہے۔

چھبیسواں درس

۲۶ ربیع الثانی	قولُ النبیِّ صلی اللہُ علیہ وسلم	درسِ حدیث شریف

حدیث شریف: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ۔

(متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ تین باتیں پائی جائیں گی تو اس شخص کو ایمان کی حلاوت و شیرینی اور مٹھاس محسوس ہونے لگے گی۔ (پہلی بات تو یہ کہ) اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو۔ (دوسری بات یہ کہ) وہ شخص جس مسلمان سے بھی محبت کرے وہ محبت پورے خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہو۔ (تیسری بات یہ کہ) مسلمان ہو جانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسا ہی ناگوار اور بُرا لگے جیسے اسے یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ان احادیث میں شامل ہے جن حدیثوں میں آپ نے نہایت جامع اور مختصر انداز میں پوری تعلیمات دین کو سمو دیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند فرما دیا ہے۔ ایسی ہی احادیث کیلئے آپ نے فرمایا ہے اُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی اللہ کی جانب سے مجھے "جامع کلمات" عطا فرمائے گئے ہیں

چنانچہ آپؐ نے اس حدیث میں تین باتوں کی تعلیم دی ہے اور ان کی تعلیم کیلئے عجیب وغریب انداز اختیار فرمایا ہے، کہ یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں گی اسے ایمان کی مٹھاس کا ذائقہ مل جائیگا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں:۔

(پہلی بات) یہ کہ اللہ ورسول اسے ان دونوں کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، اسے سب سے زیادہ محبت اللہ ورسول سے ہو۔

(دوسری بات) یہ کہ وہ شخص جس مسلمان سے بھی محبت رکھے وہ محبت صرف اللہ واسطے کی ہونی چاہئے، اور کوئی غرض نہ ہو۔

(تیسری بات) یہ کہ ایمان واسلام کے بعد حالت کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسا ہی ناگوار ہو جیسے یہ بات اسے ناگوار ہے کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے

ویسے حقیقت میں تو تینوں باتیں اللہ تعالٰی ہی کے فضل وعطا سے ملتی ہیں لیکن اللہ تعالٰی ہی کا یہ فضل وعطا بھی ان اسباب سے وابستہ ہے۔ (۱) ہر مسلمان کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالٰی کی مرضیات اور اس کے احکام کیا کیا ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور اسکی ناپسند اور ممنوع وحرام چیزیں کیا ہیں جن سے پرہیز کرے۔ (۲) ہر مسلمان اپنے ایمان میں قوت پیدا کرنے اور اعمال صالحہ کی کثرت کا اہتمام کرے (۳) کفر کے جو آثار اور اسکی جو نحوستیں ہیں انکی پہچان ہونا چاہیئے کہ انکی وجہ سے ظلم وشر اور فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ آخرت کا نقصان ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی آپ ان سے فرمادیں کہ (حقیقی) نقصان والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے خود اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں رکھا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲) حدیث زیر درس کو بار بار اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے کہ لوگوں کو یاد ہو جائے۔ اسکی تشریح کا ایک ایک جملہ سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے۔

(۳) سامعین کو بتا دیجئے کہ ایمان میں ایک مٹھاس ہوتی ہے مگر یہ مزہ اسی کو ملتا ہے جس میں مندرجہ حدیث تینوں باتیں پائی جاتی ہوں۔

(۴) اپنے سامعین کو ایمان کی پوری حقیقت بتا دیجئے کہ ایمان کہتے ہیں صرف ایک اللہ کو اپنا معبود، اپنا پروردگار، اپنا مالک و حاکم اور اپنا حاجت روا و مشکل کشا سمجھا جائے اور ہر اس بات کی تصدیق کرے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں پر ایمان لائے، اس کے تمام رسولوں پر ایمان ہو، اسکی تمام کتابوں پر ایمان ہو، قیامت پر ایمان ہو، قیامت میں جو کچھ ہونا ہے حشر و نشر، حساب و کتاب پل صراط سے گزرنا، جنت والوں کا جنت میں جانا، دوزخ والوں کا دوزخ میں جانا، ان سب باتوں پر ایمان ہونا چاہئے۔ جنت کی نعمتوں اور آسائشوں پر، دوزخ کی آگ اور اس کے عذاب پر ایمان ہونا چاہئے۔

سنتالیسواں درس

۲۷ ربیع الثانی	قول اللہِ تعالیٰ عزّوجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ○ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ○ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ ط وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا ○ (النساء: ۴۰، ۴۱، ۴۲)

ترجمہ آیت: بیشک اللہ (کسی پر بھی) ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور یہی نہیں بلکہ کسی کی ایک (بھی) نیکی ہوگی تو اس کو دوچند (دوگنا) کردے گا اور اپنے پاس سے (علیحدہ) اجر عظیم عطا فرمائیگا (اس کے عمل کا جو ثواب ہوگا وہ تو ملیگا ہی، اس کے علاوہ اور جو وہ اپنے پاس سے دیگا وہ بہت زیادہ ہوگا جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ان کا کیا حال ہوگا جب (قیامت کے دن) ہم ہر امت میں سے ایک گواہ (یعنی ان کے نبی) کو لائیں گے اور (اے رسول کریم) آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اس دن کفر کرنے والے اور پیغمبروں کی نافرمانی کرنے والے آرزو کریں گے کہ کاش زمین ان پر برابر ہو جاتی (اور وہ مٹی میں مل جاتے۔ اور وہ ایسا دن ہوگا کہ) وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بے نظیر عدل و انصاف اور بے نہایت و غایت رحمت و شفقت کو بیان فرمایا ہے اور روز قیامت کے ایک سخت ہولناک

صورت حال کی منظر کشی فرمائی ہے۔

پہلے تو اللہ تعالےٰ نے اپنے بینظیر عدل و انصاف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ بات ہر طرح کے شک و شبہہ سے بالا تر ہے کہ اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور یہی نہیں کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ تو حد درجہ رحیم و کریم اور داد و دہش میں بھی سب سے بڑھا ہوا ہے کہ اگر کسی کے اعمالنامہ میں کوئی ایک نیکی بھی لکھی ہوگی تو وہ اس کا اجر صرف ایک نیکی کا نہ دیگا، بلکہ اسے دوگنا کر کے دیگا اور پھر اسی پر بس نہ کریگا بلکہ اپنی طرف سے علیحدہ سے بھی بہت کچھ اجر و ثواب دیگا جس کا اندازہ یہاں دنیا میں نہیں لگایا جا سکتا۔ اپنے اس عدل و انصاف اور داد و دہش کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ پھر اس دن ان کا کیا حال ہوگا جب قیامت میں ہم ہر امت سے ایک گواہ (یعنی انکے نبی) کو شہادت کیلئے پیش کریں گے (اور وہ نبی اپنی امت کے خلاف گواہی دیں گے) اور (اے ہمارے رسول) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر پیش کریں گے (ذرا اس دن کی ہولناکی کا کوئی تصور تو کرے کیسا ہولناک دن ہوگا؟) اس دن وہ سب لوگ جنھوں نے کفر کیا ہے اور اپنے اپنے رسول کی نافرمانیاں کی ہیں دل سے چاہیں گے کہ کاش زمین ان کے برابر ہو جاتی اور وہ زمین میں دھنس جاتے، مٹی میں مل جاتے اور یہ دن نہ دیکھتے۔ اور وہ ایسا دن ہوگا کہ وہ اللہ تعالےٰ سے کوئی بات چھپا بھی نہ سکیں گے کہ اس دن تو ان کے ہاتھ پاؤں اور انکی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔

مربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲) آیات زیر درس کو صحت و تجوید کے ساتھ بار بار پڑھئے کہ سامعین یاد کرلیں اور آیات کی جو تشریح کی گئی ہے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اور ہر جملہ کو اچھی طرح سمجھا کر آگے بڑھئے۔

(۳) اپنے سامعین کو ان آیات کریمہ سے متعلق حدیث شریف کا یہ واقعہ بھی سنا دیجئے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ وہ آپ کو قرآن شریف سنائیں، انھوں نے سورۂ نساء کی چند آیات پڑھیں۔ جب وہ ان آیات پر پہنچے تو آپ نے حَسْبُكَ حَسْبُكَ فرماکر (کہ بس اتنا ہی کافی ہے) انھیں آگے پڑھنے سے روک دیا۔ انھوں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے قیامت کا یہ سارا منظر آگیا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔

(۴) لوگوں کو یاد دلائیے کہ قیامت میں سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا پڑیگا اور حساب کتاب دینا ہوگا، جس کے مطابق اپنے اعمال کا بدلہ ملیگا تاکہ لوگ اچھے کاموں میں دلچسپی لیں اور برے کاموں سے بچیں۔

اٹھائیسواں درس

۲۸ ربیع الثانی	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: یَدْخُلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَھْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَخْرِجُوْا مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَیُخْرَجُوْنَ مِنْھَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَیُلْقَوْنَ فِیْ نَھْرِ الْحَیٰوۃِ فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّۃُ فِیْ جَانِبِ السَّیْلِ، اَلَمْ تَرَ اَنَّھَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِیَۃً ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: (روز قیامت جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوچکیں گے تو اللہ تعالیٰ (اعلان رحمت) فرمائیں گے (کہ اے رحمت کے فرشتو!) جس کے بھی دل میں رائی کے دانہ کے برابر ذرا بھی ایمان موجود ہو اسے دوزخ سے نکال لو، تو ایسے لوگ نکال لئے جائیں گے، انکی حالت یہ ہوگی کہ جل کر بالکل سیاہ کوئلہ ہوگئے ہوں گے۔ تو انھیں نہر حیات (آب حیات) میں ڈال دیا جائیگا جس سے وہ لوگ ہرے سرسبز ہوجائیں گے، جیسے کوئی سبزی کا کالا بیج سیلاب کے پانی میں اکھوے پھوڑ کر نکل آتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ کالا بیج پیلا اور ہرا ہوکر نکلتا ہے۔

تشریح: اہل جنت کون لوگ ہوں گے؟ یہی بات یہاں سمجھنے کی ہے۔ تو سمجھ لیجئے کہ اہل جنت وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لاکر ثابت قدم رہے ہوں، اور اللہ و رسول ؐ کی پوری فرمانبرداری

کرتے ہوئے انکی ناپسندیدہ باتوں سے دور رہتے ہوئے فرائض و واجبات اور اعمال صالحہ میں مشغول رہے ہوں، جس کی وجہ سے ان کے قلوب صاف و روشن اور ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے ہوں، کہ دخول جنت کی یہی بنیادی شرط ہے۔

دوسری بات یہ جاننے کی ہے کہ یہ جنت کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جنت کا ایک دوسرا نام "دارالسلام" بھی ہے۔ یعنی وہ سلامتی کا گھر ہے۔ وہاں کوئی بیماری ہے نہ کوئی رنج وغم ہے۔ وہ ایک بہترین "آرام باغ" اور "راحت کدہ" ہے۔ جنت کا مقام حدیث شریف کے مطابق ساتویں آسمان پر ہے اور "عرش خداوندی" اس کی چھت ہے۔ یعنی جنت "زیر سایۂ عرش" ہے اب اہل دوزخ کو سمجھئے کہ یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو یہ اہل دوزخ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے کفر و شرک کیا ہوا اور بغیر توبہ کئے اسی حالت میں مر گئے ہوں اور وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے نفوس کو گندہ اور آلودہ کر لیا ہو، اور ان سے توبہ بھی نہ کی ہو۔ یہ دوزخ ہلاکت کا گھر ہے اور آخری طبقہ زمین کے نیچے "اسفل سافلین" میں ہے۔ اور یہ دخولِ جنت اور داخلۂ دوزخ قیامت کے دن ہوگا، جب اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو زندہ کر کے ان کا حساب کتاب فرمائیں گے اور ان کے ان اعمال کا بدلہ دیں گے جو انھوں نے بقید ہوش و حواس اور بقصد وارادہ خود کئے ہوں گے۔

ان سب کا فیصلہ اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخلہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگوں کو پھر دیکھ لو، ان میں سے جس کسی کے دل میں رائی کے دانہ کے وزن کے برابر بھی ایمان موجود ہو اسے دوزخ سے نکال لو۔ تو وہ لوگ تعمیلِ حکم میں ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال لیں گے جو اتنی ہی

دیر میں جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اب انھیں ”نہر حیات“ کے آب حیات میں ڈال کر غوطہ دیا جائیگا، جس کے نتیجے میں ان کا جسم از سر نو زندگی پاکر تازگی وشادابی پا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی اس تبدیلی کو سمجھانے کیلئے یہ مثال دی ہے کہ جیسے کسی سبزی کا بیج سیاہ کالا ہوتا ہے اور سیل کے کنارے پانی میں پڑا رہتا ہے۔ پھر اس میں اکھوا پھوٹ کر پودا نکل آتا ہے جو سیاہ نہیں ہوتا بلکہ ہرا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی آب حیات میں غوطہ کھا لینے کے بعد از سر نو زندگی پا جائیں گے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲) حدیث شریف کو بار بار پڑھئے کہ لوگ یاد کر لیں۔ تشریح کو ایک ایک جملہ کر کے سمجھائیے کہ لوگ سمجھ لیں۔

(۳) انھیں بتائیے کہ آخرت میں دو ہی ٹھکانے ہیں، جنت یا دوزخ (اور آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیش کی ہے) جنت کا حصول اور جنت میں داخلہ ایمان صادق اور اعمال صالحہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور دوزخ کفر و شرک اور گناہوں کی وجہ سے ملتی ہے۔

(۴) لوگوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ کسی بندہ پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حالت ایمان پر مرتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں صرف ایک ذرہ برابر وزن کا کوئی عمل صالح موجود ہے اور بس۔ تو اللہ تعالےٰ اسے بھی دوزخ سے نکلوا کر اپنی مہربانی و بخشش سے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

اُنتیسواں درس

۲۹ ربیع الثانی	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

(التوبہ ۱۱)

ترجمہ آیت : پھر (بھی) اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو (ان کو معاف کردو) یہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ اور ہم اپنی آیتوں کو سمجھنے والوں کیلئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

تشریح : یہ سورۂ توبہ کی گیارہویں آیت ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالٰی نے ان معاہدوں کی منسوخی کا اعلان فرمایا ہے جو کفار و مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان پہلے کئے گئے تھے اور کفار اسکی پابندی نہیں کر رہے تھے، اس لئے ضروری ہوگیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی طرف سے بھی جارحانہ جوابی کارروائی کی جائے۔ اوپر اس سے پہلے پانچویں آیت میں ان مشرکین کیلئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اشہر حرم (چار مہینوں) کی مدت امن گزر جانے کے بعد انھیں جہاں پاؤ قتل کرو اور پھر آگے اسی آیت میں یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں، تو ان کا راستہ نہ روکو (ان کو آزادی سے رہنے دو) اب یہی بات کچھ فرق کے ساتھ اس گیارہویں آیت میں دہرائی گئی ہے کہ

اگر یہ (بدعہد مشرکین و کفار، کفر و شرک اور بدعہدی سے توبہ کرلیں

یعنی ایمان کا راستہ اختیار کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئیں اور نماز قائم کرلیں یعنی نماز کی شرطوں کے ساتھ اس کے فرائض اور ارکان ادا کریں (نماز کی شرطیں یہ ہیں: بدن اور کپڑے کی طہارت، جہاں نماز پڑھی جائے اس جگہ کی طہارت، نماز کا وقت ہونا، ستر عورت، قبلہ رو ہونا) اور فاضل مال کی زکوٰۃ ادا کریں (جب صاحب نصاب ہوں) تو پھر اب یہ لوگ بھی تمھارے دینی بھائی ہیں۔ اور بعض حالات میں اخوت دینی اخوت نسبی سے بڑھ جاتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت و مہربانی کا بیان اس طرح فرمایا کہ ہم اپنی آیتوں کو خوب کھول کھول کر بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ علم و فہم رکھتے ہوں وہ اچھی طرح ہر بات سمجھ لیں۔ اور علم کا طریقہ وہی ہے کہ آدمی پہلے ایمان لے آئے، اس کے بعد وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ باتوں کو اور دین کے فرائض و واجبات کو جانے، جو باتیں حرام و ناجائز ہیں ان کا علم حاصل کرے، خواہ کتاب پڑھ کر علم حاصل کرے یا علم رکھنے والوں سے دریافت کر کے علم حاصل کرے اور علم کے مطابق عمل کرے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲) آیت زیر درس کو اتنی بار تلاوت کیجئے کہ سامعین کو یاد ہو جائے۔ اور تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے۔

(۳) اپنے سامعین کو تاکید کیجئے کہ ہر گناہ پر توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور توبہ کی حقیقت اوپر بتائی جا چکی ہے کہ توبہ کیلئے یہ تین باتیں ضروری ہیں۔ گناہ پر ندامت و شرمندگی اور گناہ سے توبہ و استغفار۔ اور آئندہ کیلئے ترکِ گناہ کا عزم بالجزم اور پکا ارادہ اور جو گناہ حقوق العباد سے متعلق ہوں تو یا تو ان کے حقوق کی ادائیگی کرے یا ان سے ان کی معافی چاہے۔

(۴) لوگوں کو اسلام کے دو بنیادی ستونوں کی اہمیت بتائیے کہ اسلام کے بنیادی ستون نماز اور زکوٰۃ ہیں۔ جو شخص ان ستونوں کو اپنی بے عملی کی وجہ سے ڈھا رہا ہے اس کا اسلام کس بنیاد پر قائم رہے گا۔

(۵) اپنے سامعین کو اخوتِ اسلامی اور اخوتِ دینی کی اہمیت اور اس کا درجہ و مقام سمجھائیے۔ اور انھیں بتلائیے کہ اس اخوتِ دینی کی وجہ سے کسی مسلمان کا خون (جان) مسلمان کا مال اور اس کی عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام کر دی گئی ہے۔

تیسواں درس

۳۰ ربیع الثانی | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَائَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کفار وغیر مسلمین سے اس وقت تک جہاد وقتال کرتا رہوں جبتک وہ کلمۂ شہادت کے مطابق ایک معبود کی شہادت نہ دیدیں اور یہ شہادت نہ دیدیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ نماز قائم نہ کرلیں، زکوۃ ادا نہ کرنے لگیں۔ اگر وہ یہ سب کرلیتے ہیں تو پھر جہاد وقتال نہ ہوگا، ان کا خون اور ان کا مال سب محفوظ ہوجائیگا مگر دین اسلام ہی کی رو سے جہاں ان کا خون یا مال لینے کا حکم ہوگا وہیں لیا جائے گا اور آخرت میں ان کے اعمال کا حساب کتاب خدا تعالیٰ فرمائیں گے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں اُمِرْتُ (ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم) لایا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ وہی میرا آقا اور مالک و مختار اور میرا معبود و پروردگار ہے، اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں پہلے تو غیر مسلم لوگوں کو ایمان کی دعوت دوں، ان سے توحید و رسالت کا اقرار کراؤں۔ اگر وہ میری دعوتِ ایمان قبول نہ کریں اور دین اسلام کی ماتحتی واقتدار میں رہنے پر بھی آمادہ نہ ہوں تو

ان لوگوں سے اس وقت تک مصروف جہاد رہوں جبتک وہ توحید رب اور میری نبوت ورسالت کی شہادت نہ دیدیں اور پنج وقتہ نمازیں باقاعدہ طور پر پڑھنے نہ لگیں اور صاحب نصاب ہونے پر زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کریں۔

اس کے بعد حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لوگ یہ تمام باتیں کرلیتے ہیں تو پھر دوسرے تمام مسلمانوں کی طرح سے ان لوگوں کے جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ ہوجائیں گے۔ ہاں اگر وہ لوگ کسی کو قتل کردیں یا کسی کا مال چُرا لیں تو اس کی سزا میں انھیں قتل بھی کیا جائیگا، ان کے ہاتھ بھی کاٹے جائیں گے، یا کسی کا مال ضائع کیا ہوگا تو اس کے بدلے میں ان سے مال بھی لیا جائے گا۔ پھر بھی اگر یہ لوگ اپنے دل میں غلط عقیدہ رکھیں یا لوگوں سے چھپ کر کوئی غلط بات کہیں یا غلط کام کریں، تو اس کا حساب قیامت میں اللہ تعالےٰ فرمائیں گے۔ دل کی پوشیدہ باتیں تو وہی جانتا ہے۔ ہم لوگ تو ظاہر کے مطابق عملدرآمد کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ باطن کا حال تو وہی جانتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲) حدیث زیر درس کو اتنی بار دہرائیے کہ لوگوں کو یاد ہو جائے۔ اسکی تشریح ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا کر سنائیے۔

(۳) اپنے سامعین کو بتائیے کہ کفار و مشرکین سے جہاد و قتال کا یہ حکم صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، آپ کے بعد خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس پر عمل پیرا رہے ہیں اور اب بھی جو ائمہ مسلمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے امین اور امر خلافت میں آپ کے جانشین ہیں ان پر بھی یہ فریضۂ جہاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے متوجہ و عائد ہے۔

(۴) لوگوں کو بتائیے کہ جس طرح "ترک نماز" بہت بڑا گناہ اور قریب بہ کفر ہے اسی طرح زکوٰۃ کا ترک بھی قریب بہ کفر ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانعین زکوٰۃ سے قتال نہ فرمایا ہوتا، نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا ہوتا۔

(۵) ان سامعین کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ مسلمان کی جان اور اس کا مال اسی وقت تک معصوم رہتا ہے جبتک اس مسلمان نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جسکی وجہ سے اسکی جان لینا یا مال لینا درست ہو گیا ہو۔

(۶) سامعین کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ حاکم صرف ظاہر کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے۔ کسی کے دل میں کیا بات تھی اسکی کھوج حاکم کے ذمہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے "اُمِرْتُ اَنْ اَحْکُمَ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ مُتَوَلِّی السَّرَائِرَ" (یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ظاہر کے مطابق فیصلہ کروں، دل کی پوشیدہ باتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔)

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَتِمُّ بِنِعْمَتِهِ الصَّالِحَاتُ۔ (۲۶ 11/19 ھ ۵ 3/99 ء)

پہلا درس

یکم جمادی الاولیٰ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْــًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (حجرات)

ترجمہ آیت: یہ (بعضے) گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن (ہاں) یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔ ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوا اور (اب بھی) اگر تم اللہ ورسول کا کہنا مان لو تو اللہ تمھارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا۔ بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔

تشریح: ان آیات میں جن لوگوں کی بات نقل ہوئی ہے یہ لوگ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے اور پہلے تو یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر جب ان کے قریب کے دوسرے اہل قبیلہ اسلم اور قبیلہ غفار وجہینہ صدق دل سے سچے پکے مسلمان ہو گئے تو یہ بھی انکی دیکھا دیکھی ظاہر میں مطیع وفرمانبردار ہو گئے اور اپنے کو مسلمان کہنے لگے۔ اتفاقاً انہی دنوں میں ان کے ہاں قحط سالی ہو گئی، تو یہ لوگ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے غلہ وغیرہ کی مدد حاصل کرنے کیلئے حاضر خدمت ہوئے اور اپنے آپ کو منجملہ مومنین ظاہر کیا، حالانکہ اس وقت تک یہ لوگ صدق دل سے ایمان لائے ہی نہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ تو ابھی ایمان ہی کہاں لائے ہو۔ ہاں چاہو تو یوں کہہ لو کہ ہم نے آپ کی

فرمانبرداری کا اظہار کر دیا ہے۔ اصل ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں جاگزیں ہی نہیں ہوا ہے۔ (یہاں پر ان کے ایمان کی نفی کیلئے لفظ "لَمَّا" استعمال کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے "اب تک" جس سے یہ بات بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ آئندہ ایمان کا دل میں جاگزیں ہو جانا متوقع ہے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ بعد میں یہ لوگ بھی صدق دل سے سچے پکے "مومن" اور مسلمان بن گئے۔)

آیت کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے اپنے کمال عدل و انصاف کو بیان فرمایا ہے: وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا۔ کہ اگر اب بھی تم لوگ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مان لو اور صدق دل سے ایمان کے ساتھ فرماں برداری کرنے لگو تو پھر اللہ تعالےٰ تمہارے تمام اعمال صالحہ کا بدلہ تم کو بے کم و کاست دیں گے، تمہارا کوئی عمل صالح بیکار اور بے بدلہ و جزا نہ رہے گا، کیونکہ اللہ تعالےٰ بے انتہاء مغفرت اور بخشش والا اور بڑا ہی رحیم و مہربان ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(حسب دستور سابق ہدایات ۱ و ۲ یہاں بھی ملحوظ رکھیں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ "ایمان" اعمال باطنہ سے ہے جس کا تعلق قلب مومن سے ہوتا ہے، برخلاف اسلام کے جس کا تعلق ظاہری اعضاء و جوارح سے ہوتا ہے ایمان کا تعلق اعتقادات و عقائد سے ہے۔ اور اسلام کا تعلق عملی فرائض اور محرمات کے فعل و ترک سے ہوتا ہے کہ فرائض و واجبات ادا کئے جائیں، محرمات و منہیات سے پرہیز و اجتناب کیا جائے۔

لہذا جو شخص صدق دل سے ایمان لے آئیگا اس کو تو اسلام میں داخل مان لیا جائے گا اور اس کا اسلام قبول ہو جائیگا۔ اور جو شخص صرف ظاہری اعمال کے لحاظ سے داخل اسلام ہو، دل سے ایمان نہ لائے تو ایسا شخص منافق ہے جو بدستور کافر ہی رہے گا۔

۴۔ اپنے سامعین کو مومن و مسلم کا فرق اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ ہر وہ شخص جو صحیح طور پر اسلام لے آیا ہو تو وہ مسلم بھی ہوگا اور مومن بھی ہوگا۔ اور جو شخص صحیح طور پر ایمان لے آئے تو وہ بھی مومن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم بھی کہا جائیگا۔ اسی وجہ سے یہ دونوں ہی لفظ ایک دوسرے کیلئے بولے جاسکتے ہیں بشرطیکہ ان کا ایمان بھی صحیح ہو اور اسلام بھی صحیح ہو۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتادیں کہ اگر کوئی شخص صدق دل سے ایمان لے آیا ہو اور پورے طور پر اسلام کو قبول کر لیا ہو تو اگرچہ اس شخص نے اس سے پہلے کفر و نفاق کے ساتھ اہل ایمان و اسلام سے جنگ بھی کی ہو تو اب ایمان و اسلام کے بعد اس کا پچھلا کفر و نفاق اور جنگ و حرب سب اللہ تعالےٰ معاف فرمادیں گے۔ اور اس کے ایمان و اسلام اور اس کے اعمال صالحہ کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ پچھلی اسلام دشمنی کی وجہ سے اس کے بدلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

دُوسرا درس

۲ جمادی الاولیٰ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی رَھْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْمُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِیْ، فَقُلْتُ: مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْمُسْلِمًا وَزَادَ الثَّالِثَةَ وَالرَّسُوْلُ یَقُوْلُ: اَوْمُسْلِمًا ثُمَّ قَالَ یَا سَعْدُ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ خَشْیَةَ اَنْ یَّكُبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کچھ عنایت فرمایا، اور وہ حضرت سعدؓ بھی حاضر مجلس تھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو چھوڑ دیا، اسے کچھ نہیں دیا حالانکہ وہ شخص مجھے زیادہ اچھا لگ رہا تھا۔ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا، خدا کی قسم مجھے تو یہ مؤمن لگتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا مسلمان بھی ہے؟ تو میں کچھ دیر کیلئے خاموش ہوگیا۔ پھر مجھ پر اپنا وہی احساس غالب آگیا تو میں نے اپنی پچھلی بات پھر دہرائی کہ آپ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا

بخدا میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، کیا مسلمان بھی سمجھتے ہو؟ یہ سوال و جواب تیسری بار بھی ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی فرماتے رہے کہ کیا مسلمان بھی سمجھتے ہو؟ پھر آپ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ میں بھی کبھی کسی شخص کو کچھ دیتا ہوں، حالانکہ ایک دوسرا شخص مجھے زیادہ پسند ہوتا ہے

یہ بات اس لئے ہوتی ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو (جسے دیا گیا ہے) اگر نہ دیا گیا تو یہ رسولؐ کی طرف سے بدگمان ہوکر دوزخ میں چلا جائیگا۔ اس لئے اسے بدگمانی کے گناہ اور دوزخ سے بچانے کیلئے دیا جاتا ہے (دوسرے پسندیدہ شخص میں یہ اندیشہ نہیں ہوتا)

تشریح: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں جو اوّلین مہاجرین اور عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ روایت میں "رَھط" کا لفظ آیا ہے، یہ عربی لفظ ہے۔ تین سے نو آدمیوں تک کی تعداد کیلئے بولا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو مال تقسیم فرما رہے تھے ان کی تعداد نُو سے زائد نہ تھی۔ اس مجلس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انھوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم کرتے وقت ایک شخص کو چھوڑ دیا جسے یہ اچھا سمجھ رہے تھے، تو یہ سفارش میں بول اٹھے کہ یا رسول اللہ! آپ نے فلاں کو کیوں نہیں دیا؟ میں تو بخدا اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اسے مسلمان بھی سمجھتے ہو۔ یہ سوال سُن کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کچھ دیر خاموش رہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہی احساس پھر ان پر غالب آگیا اور دوبارہ سوال کر بیٹھے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا، بخدا میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ کیا انھیں مسلمان بھی سمجھتے ہو؟

یہ سوال وجواب تین بار ہوا۔ اور آپ ہر بار یہی سوال فرماتے کہ کیا انھیں مسلمان بھی سمجھتے ہو؟ پھر آخر میں آپ نے ان صاحب کو چھوڑ دینے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بعض وقت یہی صورت ہوتی ہے جو اس وقت ہوئی کہ میں بھی کسی شخص کو اچھا اور پسندیدہ سمجھنے کے باوجود ایسے موقع پر اسے تو چھوڑ دیتا ہوں اور کسی دوسرے کو مال دے دیتا ہوں کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر اسے نہ دیا جائیگا تو یہ میری طرف سے بدگمان ہوکر اپنا ایمان خراب کرلے گا اور پھر نتیجہ میں دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا لہذا اسے دوزخ سے بچانے کیلئے مال دیتا ہوں۔ اور اس دوسرے شخص کی طرف سے اطمینان رہتا ہے کہ وہ مال نہ ملنے پر تنگ دل اور بدگمان نہ ہوگا۔)

حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت لطیف و بلیغ انداز میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان کی سفارش کے غلط انداز پر متنبہ بھی فرمایا کہ ایمان کا تعلق تو دل سے ہے، تم کو کسی کے دل کا حال کیسے معلوم ہوگیا کہ اس کے ایمان کی شہادت دینے اور اس پر قسم بھی کھانے لگے۔ تمھیں تو صرف اس کے مسلمان ہونے ہی کی شہادت دینی چاہیئے تھی کہ اس کا تعلق ظاہر سے ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(مربی صاحب حسب سابق ہدایت نمبر ا و ۲ بھی ملحوظ رکھیں)

۳۔ تشریح حدیث کی روشنی میں لوگوں کو بتادیجئے کہ عام مجمع میں کسی کی غلطی کی اصلاح لطیف انداز میں ہونی چاہئے، سختی اور ناگوار طریقہ پر نہ ٹوکنا چاہیئے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غلطی پر

لطیف و پُر مزاح انداز میں اصلاح کا طریقہ اختیار فرمایا۔

۴۔ لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال ادب و سیاست کی طرف متوجہ کیجئے کہ آپ ﷺ نے کس طرح ضعیف الایمان شخص کو عطیہ دے کر اسے ہلاکت اور دوزخ سے بچانے کی کوشش کی، اور دوسرے قوی الایمان شخص کو پسندیدگی کے باوجود عطیہ نہیں دیا، کیونکہ اس کے ایمان کے پیش نظر پورا اطمینان تھا کہ یہ شخص اس تفریق سے بدگمان نہ ہوگا۔

۵۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ چونکہ ایمان کا تعلق قلب اور باطن سے ہے اس لئے کسی کے ایمان کی تصدیق کرنے میں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ آدمی غلطی کر جائے برخلاف اس کے اسلام کی تصدیق میں اس غلطی کا اندیشہ نہیں رہتا، کیونکہ اسلام کا تعلق تو ظاہر ہی سے ہوتا ہے۔

تیسرا درس

۳؍ جمادی الاولیٰ	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ (الاحزاب ۳۲، ۳۳)

ترجمہ آیت: اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم لوگوں سے) بولنے میں (جہاں تک ہو سکے فطری) نزاکت ونسوانیت نہ برتا کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے دل میں خرابی ہے۔ اور قاعدہ (عفت) کے موافق (بے لوچ) بات کہو۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانۂ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ندا دے کر مخاطب فرمایا ہے۔ یہ ازواج مطہرات گیارہ تھیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت خدیجۃ الکبریٰ[۱]، حضرت سودہ[۲]، حضرت عائشہ[۳]، حضرت حفصہ[۴]، حضرت زینب[۵] بنت جحش، حضرت زینب[۶] بنت خزیمہ، حضرت صفیہ[۷]

حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہ، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہن
ان ازواج مطہرات کو ندائے خاص کے ذریعہ مخاطب فرماکر انھیں ان کے مقام بلند
اور رتبۂ علیا سے آگاہ فرماتے ہوئے کچھ ہدایات دی ہیں اور بتایاہے کہ انھیں ازواج مطہرات
نبی اور امہات المومنین ہونے کی جہت سے جو مقام بلند مرحمت فرمایا گیاہے اس کی
پہلی شرط یہ ہے کہ وہ پوری تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری کی زندگی گزاریں۔ وہ دنیا
کی عام عورتوں جیسی نہیں ہیں، ان کے پیش نظر صرف زندگیٔ آخرت اور وہاں کا
عیش وآرام ہونا چاہیئے۔ دوسری عام عورتوں کی طرح دنیاوی مال ومتاع کی طرف
آنکھ اٹھاکر بھی نہ دیکھیں۔ دنیاوی عیش وآرام کی طلب وخواہش ان کے شایان شان
نہیں ہے۔ اور ہر معاملہ میں اللہ تعالےٰ کی مرضی وخوشنودی کو پیش نظر رکھیں، اس کے
ممنوعات، محرمات ومکروہات سے پوری طرح مجتنب رہیں۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ
نے انھیں ان کے مقام بلند اور شان رفیع سے مطلع فرمانے کے بعد ان کو یہ ہدایات دی ہیں ؎

۱۔ اجنبی ونامحرم لوگوں سے جب بھی بات کرنے کی نوبت آئے تو جہاں تک ہوسکے فطری نسوانیت ونزاکت کے انداز سے بچتے ہوئے بے لوچ روکھے پن کے انداز میں (بقدر ضرورت مختصر طور پر) بات کریں کہ بات کرنے والے کو کسی بُرے خیال کے لئے کوئی گنجائش نہ مل سکے۔

۲۔ اپنے گھر ہی میں قرار پکڑے رہو۔ بے ضرورت گھر سے قدم باہر نہ نکالو۔

۳۔ (اور ضرورت پر بھی جب گھر سے نکلو تو) قدیم زمانۂ جاہلیت کے طریقہ پر بے پردہ اور بناؤ سنگار کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ پھرا کرو، جیسے جاہلیت کے زمانہ میں عورتیں بناؤ سنگار کرکے خوشبو لگا کر نکلا کرتی تھیں ـــــ افسوس کہ آجکل کے تعلیمی وترقی کے دور میں وہ دور جاہلیت اور بھی زیادہ ننگا ہو کر سامنے آگیا ہے۔

۴۔ چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ جملہ فرائض وواجبات اور آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز کی پابندی رکھو، زکوٰۃ واجب ہو تو اسے ادا کرتی رہو، مختصر یہ کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری مطیع و فرماں بردار بن کر رہو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربّی صاحب ہدایت نمبر ۱ و ۲ کے مطابق یہاں بھی عمل کریں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ مسلمان کا شرف، اسکی روح کی بلندی اور نفس کی پاکیزگی یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ پر موقوف ہیں۔

۴۔ اپنے سامعین کو سمجھا دیجئے کہ کسی بھی مسلمان عورت کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جب وہ کسی نامحرم اجنبی مرد سے پس پردہ بات کرے تو ناز و نزاکت کا انداز اختیار کرے یا قدر ضرورت سے زائد بات کرے مثلاً اگر اس سے شوہر کے متعلق پوچھا جائے تو صرف اتنا ہی جواب دے کہ وہ مسجد گئے یا دوکان گئے یا دفتر گئے، اور بس۔ یہ نہ کہے کہ میرے خیال میں وہ مسجد نماز پڑھنے گئے ہیں، یا یہ کہ دفتر گئے ہیں شام تک لوٹیں گے یہ جملے ضرورت سے زیادہ ہیں۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ مسلمان عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا یا اپنی زیب و زینت کو ظاہر کرنا جبکہ وہ اپنے گھر سے باہر ہو بالکل حرام و ناجائز ہے۔ ایسا کرنے والی عورت گنہگار ہوگی۔

۶۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ آیت میں "تبرج جاہلیت" سے ممانعت کیگئی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فاسق و غیر صالح لوگوں سے مشابہت نہ رکھنی چاہئے بلکہ صالح و دیندار لوگوں کیطرح رہنا چاہئے۔

چوتھا درس

۴ / جمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَیَّرْتُہٗ بِاُمِّہٖ فَقَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَعَیَّرْتَہٗ بِاُمِّہٖ؟ اِنَّکَ امْرُؤٌ فِیْکَ جَاھِلِیَّۃٌ اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْہُ تَحْتَ یَدِہٖ فَلْیُطْعِمْہُ مِمَّا یَاْکُلُ وَلْیُلْبِسْہُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا تُکَلِّفُوْھُمْ مَا یَغْلِبُھُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْھُمْ فَاَعِیْنُوْھُمْ (متفق علیہ)

ترجمہ حدیث: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو کچھ برا بھلا کہا اور اسی سلسلہ میں اسے اس کی ماں کی نسبت سے کچھ عار وشرم کی بات بھی کہہ دی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو آپ) نے فرمایا کہ، ابو ذر! کیا تم نے اسے اس کی ماں کی نسبت سے کچھ عار دلائی ہے؟ تو پھر تو تم ایسے آدمی ہو جس میں ابھی جاہلیت کا کچھ اثر باقی ہے۔ تمھارے غلام اور نوکر چاکر بھی تمھارے بھائی ہی ہیں، اللہ تعالےٰ نے انھیں تمھارے ماتحت کردیا ہے۔ تو جس شخص کا بھی کوئی بھائی اس کے ماتحت ہو تو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے، اور اسکی قوت برداشت سے زیادہ کام اس کے سر نہ ڈالے، اور اگر کبھی طاقت سے زیادہ کام پڑجائے تو اس میں اس کی مدد کرے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں "سَابَبْتُ رَجُلًا" کا فقرہ آیا ہے۔ سَابَبْتُ کا لفظ "سَبٌّ" سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی باعتبار لغت گالی دینے کے ہیں۔ لیکن موقع استعمال کو دیکھتے ہوئے مجازی طور پر "بُرا بھلا کہنے" کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ راوئ حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک شخص (یعنی حضرت بلال رضؓ) کو کچھ بُرا بھلا کہہ دیا اور ان کی ماں سے متعلق انھیں شرمندہ کیا (یعنی انھیں "ابن السوداء" کہہ دیا۔ جس کا مطلب "اے کلوٹی کے بیٹے" ہوا) تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی اطلاع ملنے پر مجھ سے فرمایا کہ ابوذر! تم نے انھیں ماں کی نسبت سے شرمندہ کیا؟ پھر تو تم ایسے شخص ہو جس میں کچھ جاہلیت باقی رہ گئی ہے کہ کسی کو ایسے انداز میں مخاطب کرنا جس میں نقص وعیب کا اظہار ہوتا ہو۔ اور کسی مسلمان کیلئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس میں جاہلیت کا کوئی انداز پایا جاتا ہے۔ پھر آپ نے مجھے یوں نصیحت فرمائی کہ تمھارے نوکر چاکر اور غلام وخدمتگار بھی تمھارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے انھیں تمھارے ماتحت کر دیا ہے، تمھیں ان کا مالک بنا دیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ تمھارے ماتحت رہتے ہوں انھیں وہی کھلاؤ جو خود تم کھاؤ، اور ویسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنو۔ ان باتوں میں کوئی فرق نہ کرو۔ اور ان کی طاقت وبرداشت سے زیادہ ان سے کام نہ لو۔ اور اگر کوئی بھاری کام ان کے سر پڑ جائے تو اس میں ان کی مدد کر کے اس کام کو ہلکا کر دو کہ وہ آسانی سے پورا کر لیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(حسب دستور ہدایت نمبر ا و ۲ ملحوظ رکھیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ کسی کو "عیب و نقص" کے عنوان سے پکارنا جاہلیت کا طریقہ ہے جسے اہل اسلام کو اختیار نہیں کرنا چاہئے جیسے "ارے کلوٹے" "او کلے، او لنگڑے" وغیرہ۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق آقا و غلام میں کھانے، کپڑے وغیرہ میں مساوات رکھنا چاہئے۔ امتیاز رکھنا ناروا ہے۔

۵۔ سامعین کو آگاہ کیجئے کہ نوکر چاکر سے ان کی قوت و برداشت کے مطابق ہی کام لینا چاہئے۔ طاقت و برداشت سے زیادہ کام لینا مکروہ ہے۔ اور اگر کام انکی طاقت سے باہر ہو تو پھر ان کی مدد کرنا اور کام کو ہلکا کرنا ضروری ہے۔

۶۔ اپنے سامعین کو مذہب اسلام کے محاسن اور اس کی خوبیوں سے آگاہ اور روشناس کیجئے جس نے آقا و غلام اور خادم و مخدوم کے درمیان مساوات کی روشنی دکھلائی، جس کی وجہ سے لوگوں نے اپنے مسلمان ہونے پر خدائے تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔

پانچواں درس

۵ر جمادی الاولیٰ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْ بَعْضٍ م یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ ط نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ ط اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (التوبہ ۶۷)

ترجمہ آیت: منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انھوں نے خدا کا خیال نہ کیا تو خدا نے بھی ان کا خیال نہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔

تشریح: یہ آیات سورۂ توبہ کی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام واہل اسلام منافقین کی بری عادتوں کو ظاہر کرکے اہل اسلام کو ان سے دور رہنے اور ان سے چوکنا رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (اے ایمان والو! تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ) یہ منافق لوگ ان کے مرد بھی اور ان کی عورتیں بھی یہ سب ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں کہ جو بات بری ہوتی ہے اسی کی تعلیم دیتے ہیں اور اسی کا پرچار کرتے ہیں اور جو اچھی بات ہوتی ہے اس سے لوگوں کو روکتے اور منع کرتے ہیں۔ سب منافقوں کا یہی وطیرہ اور یہی طریقہ ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ دل سے تو مسلمان ہوئے ہی نہیں، صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے مرے جی سے نماز پڑھ لیتے ہیں

اور بڑی دلی ناگواری کے ساتھ مجبور ہو کر زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ایمان لانا جو سب سے بڑی نیکی ہے اسے نہ تو خود آپ قبول کرتے ہیں نہ دوسرے لوگوں کو ایمان لانے دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی فطرت میں ہی فساد اور بگاڑ کا مادہ موجود ہے۔ ان کے قلوب ہی اوندھے اور اُلٹے ہیں، اس لئے انھیں ہر اچھی بات بری اور ہر بری بات اچھی لگتی ہے

آگے اللہ تعالٰی نے فرمایا "وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ" کہ یہ منافق لوگ اللہ تعالٰی کی راہ میں خرچ کرنے اور دینے کے موقع پر اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بند ھی رکھتے ہیں۔ کھولتے ہی نہیں کہ اللہ تعالٰی کے راستہ میں کچھ دیدیں۔

"نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ" ان منافقوں نے خدا تعالٰی کا کچھ خیال نہ کیا اُسے بالکل بھلا دیا۔ تو اللہ تعالٰی نے انھیں ایسا کر دیا کہ یہ خود اپنے آپ کو بھی بھول گئے اپنے نفع و نقصان کا ہوش نہ رہا کہ کس کام سے ان کا فائدہ اور انکی نجات وابستہ ہے اور کن باتوں سے انھیں نقصان ہوگا اور آخرت برباد ہوگی۔ اگر یہ اپنے آپ کو اس طرح نہ بھولے ہوتے تو ایسے کام کرتے جس میں ان کی سعادت و کامیابی تھی اور ایسے کاموں سے بچتے جن سے آخرت کی ہلاکت و بربادی ہوتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالٰی نے ان منافقوں کا انجام کار اور نتیجہ بھی سنا دیا کہ بیشک یہ منافقین بڑے ہی سرکش اور پکے نافرمان ہیں۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربی صاحب حسب دستور ہدایات نمبر ا و ۲ مطابق درس و تشریح لوگوں کو سنا دیں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو دل میں تو کفر و انکار چھپائے رکھتے ہوں اور ظاہری طور پر ایمان و اسلام کا اظہار کرتے ہوں۔ یہ لوگ کافروں سے بدتر ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کا ٹھکانا دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ منافقین کی یہ پہچان ہے کہ وہ اچھی باتوں کی مخالفت کرتے اور اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور بری باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں لہذا سمجھ لیجئے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی معصیت کا پرچار کرتے ہیں اور ظلم و شر کو ترک کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں یہ لوگ سب ہی منافق ہیں۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ بخل کا مادہ و خصلت جو انسان کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے باز رکھے یہ منافق کی خصلت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خدا تعالےٰ کی ناراضگی و لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

چھٹا درس

۶، جمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا۔ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (بخاری شریف)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار باتیں (خصلتیں) ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی یہ چاروں باتیں موجود ہوں وہ شخص بالکل خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہوگی، تاوقتیکہ اسے چھوڑ نہ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں:۔

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۲) جب بات نقل کرے تو اس میں جھوٹ بولے۔ (۳) جب کوئی عہد کرے تو اس کی پابندی نہ کرے اور عہد شکنی کرے۔ (۴) جب جھگڑا کرے تو گالی گلوج کرے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث زیر درس میں چار بری خصلتوں کو بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ چاروں بری خصلتیں جس شخص میں پائی جاتی ہونگی تو ایسا شخص پکا منافق ہوگا، اس میں ذرا بھی ایمان نہ ہوگا۔ اور اگر ان چاروں خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اسی خصلت کی وجہ سے کہا جائیگا کہ اس میں ایک خصلت نفاق کی موجود ہے۔ پھر اگر وہ اس خصلت کو چھوڑ دیتا ہے

تو اب وہ نفاق سے خالی وبری ہو گیا۔ جن چار خصلتوں کو نفاق کی خصلت بتایا گیا ہے وہ یہ ہیں :۔

(۱) یہ خصلت کہ جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اسمیں خیانت کرے۔ یہ امانت عام ہے کہ روپیہ پیسہ ہو یا عزت وآبرو ہو یا کوئی پوشیدہ چیز یا پوشیدہ راز ہو۔ (۲) یہ خصلت کہ جب وہ کوئی بات بیان کرے تو اسمیں غلط بیانی اور دروغ گوئی کرے۔ (۳) یہ خصلت کہ جب کسی سے کوئی عہد وپیمان یا معاہدہ کرے تو عہد شکنی اور معاہدہ شکنی کرے اور وہ عہد ومعاہدہ پورا نہ کرے۔ (۴) یہ خصلت کہ جب کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے تو لڑائی جھگڑے میں اخلاق وادب کی حد سے نکل کر دروغ گوئی اور گالی گلوچ پر اُتر آئے۔ انصاف طلبی اور کسی سے فیصلہ کرانے پر آمادہ نہ ہو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربی صاحب حسب عادت ہدایت نمبر ۱ و ۲ پر بھی عمل فرمائیں)

۳۔ اپنے سامعین کو ان چاروں عادتوں کی شناعت وقباحت اور ان کی خطرناکی سے آگاہ فرمائیں جو حدیث زیر درس میں بیان کی گئی ہیں، یعنی امانت میں خیانت، روایت وحکایت میں دروغ گوئی، عہد شکنی، لڑائی جھگڑے میں اخلاق وادب کی حد سے تجاوز کرکے گالی گلوچ پر اُتر آنا۔

۴۔ اس حدیث کی روشنی میں مذہب اسلام کی فضیلت سمجھائیے جس نے اپنے قانون وشریعت میں ان چار بُری خصلتوں پر پہلے ہی سے روک

لگادی ہے کہ لوگ مذہب اسلام کی قدر کریں اور اسے بطور مذہب اپنائیں۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق تو نفاق عملی ہے کہ مسلمان اپنے عقیدہ اور اعتقاد کی رو سے تو مسلمان ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے، دین کے فرائض وواجبات کی ادائیگی اور ممنوعات ومحرمات سے اجتناب ودوری بھی رکھتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ ان چار بُری خصلتوں کا مرتکب بھی ہوتا ہے یا ان میں سے کسی ایک دو خصلتوں کا حامل ہے۔ تو اس شخص کا یہ نفاق نفاق عملی ہے۔ اور آجکل عام طور پر مسلمان اس نفاق عملی میں ہی مبتلا ہیں۔

اور دوسری قسم نفاق اعتقادی ہے۔ یعنی آدمی خدا ورسول پر دل سے ایمان ہی نہ لایا ہو، دل میں کفر وشرک بدستور موجود ہو، صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے ظاہری طور پر ایمان کا اقرار کرتا ہو اور بعض اعمال اسلام ادا کرلیتا ہو، مگر دل سے نہ وہ ایمان رکھتا ہو نہ اعمال کی ادائیگی کرتا ہو۔

ساتواں درس

۷ر جمادی الاولیٰ	قَولُ اللهِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ (البقرۃ ۱۸۵)

ترجمہ آیت: تو جو شخص (مکلف ہونے کی حالت میں) اس ماہ میں موجود ہو وہ اس مہینہ میں روزہ رکھے۔ اور جو شخص مریض ہو (کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو) یا حالت سفر میں ہو تو اتنے دن (جن میں روزہ نہ رکھا ہو) دوسرے دنوں میں (روزہ رکھے) اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، تمھارے ساتھ دشواری کا معاملہ نہیں رکھنا چاہتے۔ (یہ روزے کی قضا اس لئے واجب فرمائی ہے کہ) تم لوگ مہینے کی گنتی پوری کر لو اور اللہ کی بڑائی ظاہر کرتے رہو کہ اس نے تمھیں دین اسلام کی ہدایت دی اور (اس لئے بھی قضا کے روزہ واجب کی گئی کہ شاید تم شکر گزاری کرنے لگو اور شکر گزاری ہی کے جذبہ سے تعمیل احکام کرو۔)

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ماہ رمضان میں روزے کی فرضیت بیان فرما رہے ہیں۔ اس سے اوپر رکوع کے شروع میں اہل ایمان کو ندا دے کر فرمایا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" کہ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ہے کہ جو شخص (مکلف ہونے کی حالت یعنی بلوغ

وعقل وہوش کی حالت میں) اس ماہ رمضان میں موجود ہو وہ اس پورے مہینے کے
روزے رکھے۔ اور جو شخص ایسا مریض ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو، یا شرعی مسافر ہو تو
اتنے دن (جن میں روزہ نہ رکھا ہو) دوسرے دنوں میں (روزہ رکھے)۔

یہ حکم صوم بطور فرضیت دیا گیا ہے۔ کیونکہ رمضان کے یہ روزے بھی اسلام کے
پانچ ارکان میں سے ایک بنیادی رکن ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں لیکن
اگر کوئی شخص کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس میں وہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو، یا رکھ تو سکتا
ہے مگر روزہ رکھنا بہت دشوار اور وجہ تکلیف ہو تو وہ ان دنوں روزہ چھوڑ دے
اور بعد میں جب تندرست ہو جائے تو ان کی قضا رکھ لے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص
رمضان شریف میں شرعی مسافر ہو جائے تو اسے بھی اجازت ہے کہ وہ ان دنوں
روزہ ترک کرنا چاہے تو ترک کر دے اور سفر ختم ہونے کے بعد ان دنوں کی قضا میں
بعد رمضان روزے رکھ لے۔

آگے اللہ تعالےٰ نے یہ بات بھی بتادی کہ مریض ومسافر کو اپنے چھوڑے ہوئے
روزوں کی قضا رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حالت مرض
اور حالتِ سفر میں روزے چھوڑ دینے کی اجازت تو اس لئے دی کہ وہ تم لوگوں پہ
آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں، تنگی ودشواری کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اور پھر عذرِ مرض وسفر
ختم ہو جانے پر اس کی قضا رکھنے کو اس لئے کہا گیا کہ یہ روزے پورے مہینے کے
فرض کئے گئے ہیں۔ اور یہ گنتی پوری بھی کرانی ہے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ جتنے روزے
چھوڑے گئے ہیں وہ بعد میں ادا کر دیئے جائیں۔

مربی کیلئے ہدایات

(مربی صاحب ہدایات ۱ و ۲ کا اعادہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کریں۔)

۳۔ اپنے سامعین پر یہ مسئلہ واضح فرمادیں کہ ایسے تو مسافر کیلئے حالتِ سفر میں دونوں باتیں جائز ہیں کہ چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو روزہ چھوڑ کر بعد میں قضا رکھے۔ لیکن سفر میں مشقت و تعب زیادہ ہو تو ایسی صورت میں اسے حالتِ سفر میں اسے روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔

۴۔ اپنے سامعین کو متوجہ کیجئے کہ وہ اللہ تعالٰی کی اس مہربانی و رعایت کا شکر ادا کریں کہ اس نے محض اپنے فضل سے مریض و مسافر کو حالتِ مرض و حالتِ سفر میں ادائیگیٔ روزہ کا پابند نہیں کیا اور اس وقت قضا کرنے کی اجازت و رخصت دے دی۔

۵۔ اپنے سامعین کو اللہ تعالٰی کے شکر کی فضیلت بتائیے اور یہ بھی بتائیے کہ بہترین شکر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا ہے۔ یوں تو اللہ تعالٰی کی ہر عبادت شکر کی ایک صورت ہے۔

آٹھواں درس

۸ رجمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث

حدیث شریف: اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَۃِ (بخاری شریف)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین آسان ہے۔ اور ہرگز ہرگز پورے پورے دین پر عمل کرنے کیلئے انتہاپسند نہ ہو۔ جو شخص ایسا کرتا ہے دین اسے شکست دے کر مغلوب کر دیتا ہے۔ لہٰذا صحیح صحیح چلنے اور قریب کمال رہنے ہی کی فکر کرو، اور خدا تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید پر خوش رہو۔ اور اپنے اعمال صالحہ اور حسنات میں اضافہ کیلئے صبح، دوپہر اور آخر شب کے وقتوں سے مدد حاصل کرو۔ ان اوقات کو اعمال صالحہ کی ادائیگی میں مشغول رکھو۔

تشریح: حدیث زیر درس میں "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" (دین آسان ہے) فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا ہے ان میں اس پابندی کے باوجود کچھ رعایتیں اور آسانیاں بھی رکھ دی ہیں جن کی وجہ سے وہ پابندی بھی ایک طرح سے آسان ہو گئی ہے۔ ناواقف لوگ اپنی کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے بعض اوقات اس حدیث کو ایسے موقع پر پیش کر دیتے ہیں جو منشائے شریعت کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ اس حدیث میں دین کے آسان ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دین میں کسی طرح کی پابندی ہی نہیں ہے اور مسلمان بھی کافروں کی طرح شتر بے مہار

اور چھٹے سانڈ کی طرح بالکل آزاد ہے) بلکہ دین کی آسانی اس قسم کی ہے کہ روزہ فرض تو کیا گیا مگر عذر والے (مریض ومسافر) کیلئے یہ اجازت بھی دیدی گئی کہ وہ حالت عذر میں روزہ چھوڑ سکتے ہیں، جب عذر جاتا رہے اس کی قضا رکھ لیں۔ مریض آدمی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، تو نماز معاف نہ ہو جائے گی بلکہ قیام معاف ہو جائے گا کہ بیٹھ کر پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے۔ اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے رکوع وسجدہ نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے کرے۔ فاقہ کی وجہ سے مرنے کا خطرہ ہو گیا ہو اور مُردار کا گوشت مل جائے تو وہ اسے کھا کر زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں اعتدال کی راہ دکھانے کیلئے یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ دین آسان ہے مگر اس کی آسانی کی وجہ سے دین پر عمل کرنے میں انتہا پسند نہ ہو جانا، ورنہ دین تم کو شکست دے کر تم پر غالب آجائیگا کیونکہ دین کے جملہ فرائض وواجبات، مستحبات وآداب کی ادائیگی اور اس کے جملہ محرمات وممنوعات، مکروہات ونامرضیات سے اجتناب بہت مشکل ودشوار کام ہے۔ اس لئے اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ صحیح راستہ پر چلتے رہو، پوری پابندی کے قریب پہنچنے ہی پر اکتفا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید پر خوشی محسوس کرو۔ اور آخیر شب کو دن کے پہلے حصہ کو، دوپہر کو عبادات میں مشغول رکھ کر ان تینوں وقتوں سے بھی مدد حاصل کرتے رہو۔ یہ تینوں اوقات ایسے ہیں جن میں بالعموم آدمی کو کچھ موقع آسانی سے مل سکتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ ہر درس میں ملحوظ رہیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو اسلام کے فضائل اور اس کی شریعتِ حسنہ سے آگاہ کیجئے انھیں بتائیے کہ اسلامی قانون وشریعت خالقِ کائنات اور خالقِ انسان کا تجویز فرمایا ہوا ہے جو انسانی فطرت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لئے یہ قانون ”فطرتِ انسانی“ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ برخلاف دوسرے دنیاوی قوانین کے جو خود انسان یعنی مخلوق کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان میں پوری فطرتِ انسانی کو نہ ملحوظ رکھا جاسکتا ہے نہ اس کی رعایت ہوسکتی ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو متنبہ کیجئے کہ دین ودینداری میں غلو کا انداز اختیار کرنا اور دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا از روئے شرع حرام ہے۔ اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتائیے کہ دین میں اعتدال واقتصاد (میانہ روی) کے ساتھ رہنا چاہئے۔ جس طرح افراط وغلو برا ہے اسی طرح حدِ مطلوب سے کمی کرنا بھی برا ہے۔

۶۔ لوگوں کو یہ بھی بتائیے کہ جو شخص رات دن طلب علم کیلئے یا نماز وذکر کے لئے مسجد میں بار بار آمد ورفت رکھتا ہو، وہ اس حدیث کی رو سے بہت بڑے اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

نواں درس

۹ جمادی الاولیٰ	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ (مائدہ ۸۷، ۸۸)

ترجمۂ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں، ان میں سے لذیذ (اور مرغوب) چیزوں کو (قسم وعہد کرکے) حرام مت کرو۔ اور حدود (شریعت) سے آگے نہ نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حدود شرعی سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال اور مرغوب چیزیں کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

تشریح: یہ آیت بھی منجملہ نداءاتِ رحمٰن ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو ان کے ایمان کی نسبت سے ندا دے کر مخاطب فرمایا ہے اور ہدایت دی ہے۔ اہل ایمان کو خصوصیت کے ساتھ اور ایمان کی نسبت سے مخاطب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسان کے جسم کی غذا غلہ، جنس، آب وہوا وغیرہ مادی چیزوں سے فراہم ہوتی ہے، اسی طرح اس کے روح کی غذا ایمان ہے جو خالص روحانی چیز ہے۔

اب کافر چونکہ ایمان سے خالی وعاری ہے اس لئے اس کی روح روحانی غذا

نہ ہونے کی وجہ سے وہ مثل مُردہ ہے، اور مردہ زندگی نہ ہونے کی وجہ سے اس لائق نہیں رہتا کہ اسے مخاطب کر کے کسی ہدایت کا پابند کیا جائے۔ برخلاف مومن کے کہ وہ جس طرح اپنے جسم و بدن کے لحاظ سے زندہ ہے اسی طرح ایمان کی وجہ سے اسکی روحانیت بھی زندہ ہے اور وہ اس لائق ہے کہ اسے مخاطب کر کے کوئی حکم دیا جائے، یا کسی کام سے اسے روکا جائے کیونکہ وہ اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے۔

آیت زیر درس اپنے شانِ نزول کے لحاظ سے تو بعض حضرات صحابہؓ ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس خاص شانِ نزول کے باوجود اس کے مخاطب جملہ اہل ایمان ہیں۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ چند حضرات صحابہؓ جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ سن کر بہت متاثر ہوئے اور طبیعت میں جذبۂ زہد اور خیالِ آخرت غالب آگیا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے، نماز اور شب بیداری وغیرہ کی تفصیلات دریافت کیں اور ان کے جوابات سن کر اپنے دلوں میں یہ بھی سوچ لیا کہ آپ تو اللہ کے رسول و محبوب بندے ہیں، اس لئے آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ مگر ہم لوگ تو اس درجہ کے نہیں ہیں لہٰذا ہم کو تو آپ سے زیادہ عبادت میں لگنا چاہئے۔ لہٰذا ان میں سے ایک صاحب نے اپنے لئے یہ طے کیا کہ اب میں بیوی کے ساتھ شب باشی نہ کروں گا دوسرے صاحب نے کہا کہ میں اب برابر روزے ہی رکھا کروں گا۔ تیسرے صاحب نے کہا کہ میں ساری رات شب بیداری اور عبادت گزاری کروں گا۔ ان لوگوں کی یہ باتیں کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچ گئیں، تو آپ نے لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے اپنے اپنے لئے

ایسے ایسے فیصلے اور عہد کئے ہیں۔ حالانکہ میں خود جو کہ اللہ کا رسول ہوں (اور رسول ہونے کی حیثیت سے اس کی عبادت گزاری مجھ پر زیادہ عائد ہوتی ہے) مگر میں اس قسم کی پابندیاں نہیں لگاتا۔ میں گوشت بھی کھاتا ہوں (جو لوگ مختلف عملوں کی پابندی میں گوشت کا ترک ضروری سمجھتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ یہ طریقہ خلافِ سنت ہے) اور میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں، نماز میں بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں بیویوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ لہذا جو شخص میرے طریقے سے روگردانی و اختلاف کرتا ہے وہ مجھ سے بے تعلق ہے۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور لوگوں کو ممانعت کردی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی پسندیدہ و مرغوب چیزوں کو اپنی طرف سے اپنے اوپر حرام نہ کریں۔ کھانا پینا، لباس و پوشاک، شادی و خانہ آبادی، آرام و راحت کسی بات میں بھی حد سے تجاوز و غلو نہ کریں۔ اور آخر میں تاکید فرمادی کہ اللہ تعالےٰ کا تقویٰ ہر حال میں ضروری ہے کرنے کی باتوں میں بھی اور نہ کرنے کی باتوں میں بھی، کسی صورت میں حدود سے تجاوز اور غلو کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(دستور سابق کے مطابق ہدایت ۱ و ۲ پر عمل ملحوظ رکھیں)

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لہذا کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرے۔ کیونکہ کسی چیز کا حرام ہونا کسی علت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے اور اس وجہ کا علم صرف خدا تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ دوسرے کو یہ علم غیب حاصل نہیں ہے۔

لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ کوئی بھی حرام چیز طیب نہیں ہوتی۔ لہذا چوری اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ جو آمدنی ہوگی اس کا کھانا حرام ہوگا وہ "مال طیب" کا مصداق کسی طرح نہیں ہے۔

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ صرف ممنوعات و محرمات سے بچنے ہی میں نہیں ہوتا، بلکہ فرائض و واجبات وغیرہ کی ادائیگی میں بھی اس کا تقویٰ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ وہ کام خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہی ادا ہو۔ اس میں اپنی طرف سے ابتداع و اختراع اور ایجاد نہ کیا جائے۔

دسواں درس

۱۰ر جمادی الاولیٰ | قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم | درس حدیث

حدیث شریف: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِيْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو چیزیں (متعین طور پر) حلال ہیں وہ سب بیان کر دی گئی ہیں اور جو چیزیں (متعین طور پر) حرام ہیں وہ بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا قطعی حکم صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا ہے، عام لوگ بہت بڑی تعداد میں ان کے بارے میں واقفیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔ لہذا ایسی مشتبہ (شک و شبہہ کی) چیزوں سے بھی بچتے رہنا تقویٰ کا تقاضا ہے۔ جو شخص ایسی چیزوں سے بچکر رہے گا وہ اپنی عزت و آبرو اور اپنے دین کو بچا لیگا۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں کا مرتکب اور ان میں مبتلا ہو جائیگا تو حرام کا مرتکب بھی ہو جائیگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جانوروں کا کوئی چرانے والا اگر اپنے جانور کسی کھیت کی مینڈ کے پاس ہی چراتا رہے گا تو وہ جانور کھیت کی کھیتی بھی

چرلیں گے۔ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے یہ اندیشہ بہر حال رہے گا کہ جانور کھیت میں بھی چریں جو حرام ہے۔

تشریح: حدیث شریف کے ترجمہ میں آپ نے سن لیا کہ دین میں کچھ چیزیں حلال ہیں اور کچھ چیزیں حرام ہیں۔ حلال چیزوں کی مثال سنئے: کھجور، سارے غلے (گیہوں جو، چنا، مٹر، مسور، ارہر، اُرد، دھان، چاول وغیرہ) سارے پھل، میوے، سبزی ترکاری۔ مشروبات میں پانی، دودھ، شہد (اور بعض مشروبات ناریل کا پانی، تربوز کا پانی وغیرہ)۔

اور حرام چیزیں جیسے مُردار، خون، خنزیر کا گوشت (کتے کا گوشت) غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور جیسے بزرگوں کے نام پر جو جانور ذبح کئے جائیں، چوری کی چیز، چھینی ہوئی چیز، سود کی چیز، شراب اور ہر نشہ آور چیز۔

ان حلال و حرام کے درمیان کچھ چیزیں اور بھی ہیں جو ان میں شمار نہیں کی گئی ہیں انھیں مشتبہات کہتے ہیں جن سے عام مسلمان اکثر ناواقف ہیں۔ انھیں مشتبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایسی چیزوں میں حلت (حلال ہونے) کا پہلو بھی ہوتا ہے اور حرمت (حرام ہونے) کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی بابت حرام یا حلال ہونے کا قطعی فیصلہ دشوار ہو جاتا ہے۔ لہذا جو شخص ایسی مشتبہ چیزوں سے بھی تقویٰ اور پرہیز برتے گا تو وہ اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرلے گا۔ کوئی اسے ذلیل و رسوا نہ کر سکے گا۔ اس کے متعلق یہ نہ کہا جا سکے گا کہ فلاں شخص ایسے ایسے کام کرتا ہے۔

آگے حدیث میں یہ بھی تنبیہہ فرما دی گئی کہ جو شخص مشتبہ اور شک و شبہہ والی چیزوں میں مبتلا ہو گیا تو پھر آخر کو حرام میں بھی مبتلا ہونے کے خطرے میں رہے گا

اس شخص کی مثال اس چرواہے کی طرح ہوگی جو اپنے جانور کسی کے کھیت کے قریب چرائے کہ اس صورت میں یہ اندیشہ و خطرہ رہتا ہے کہ جانور کھیت میں بھی چرنے لگیں اور یہ بات صرف اندیشہ تک محدود بھی نہیں رہتی بلکہ فی الواقع ایسا ہو بھی جاتا ہے اسلئے سلامتی اسی میں ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بھی تقوی و پرہیز اختیار کرے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربی صاحب ذیل کی ہدایات سے پہلے اوپر گزری ہوئی ہدایت ۱ و ۲ بھی ملحوظ رکھیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتایئے کہ ہر صاحب ایمان کے ذمہ یہ بات بھی فرض ہے کہ وہ حلال و حرام چیزوں کا علم رکھے خواہ دینی کتابیں پڑھ کر علم حاصل کرے یا اہل علم سے دریافت کر کے معلوم کرے۔

۴۔ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ پوری سلامتی کی بات یہی ہے کہ آدمی مشتبہات سے پرہیز و اجتناب رکھے۔ جیسے گھوڑے کا گوشت ہے جسے کچھ ائمہ حلال کہتے ہیں اور کچھ ائمہ حرام کہتے ہیں۔ لہذا اسے نہ کھانا ہی بہتر ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ مسلمان کو اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔

گیارہواں درس

۱۱ جمادی الاولیٰ	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (البقرہ ۱۰۹)

ترجمۂ آیت: ان اہل کتاب (یہود) میں سے کتنے ہی لوگ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمھارے ایمان لاچکنے کے بعد دین سے پھیر کر پھر کافر بنالیں (اور ان کا یہ چاہنا صرف) اپنے طبعی حسد کی وجہ سے ہے (یہ اس وقت ہو رہا ہے کہ) حق بات ان کے سامنے کھل کر آچکی ہے۔ خیر (اب تو) معاف کردو اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا حکم (قانون جدید) بھیجیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کے پرانے دشمن اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے دلوں میں پرورش پانے والے ان کے پوشیدہ و مخفی ارادہ کا راز فاش کرتے ہوئے اہل ایمان کو اطلاع دی ہے کہ "ان اہل کتاب (یہود مدینہ) میں سے کتنے ہی لوگوں کے دلوں میں اسلام دشمنی کا یہ جذبہ چھپا ہوا ہے وہ دل سے چاہتے ہیں کہ تمھارے ایمان لاچکنے کے بعد پھر کسی طرح سے تم کو اسلام وایمان سے برگشتہ کرکے دوبارہ تم کو کافر بنالیں۔

یہ آیت اگرچہ یہود مدینہ کے کچھ مخصوص ومتعین لوگوں ہی کے بارے میں

نازل ہوئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں لفظ "یہود" نہ کہہ کر اہل کتاب کا
لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے تحت نصاریٰ اہل کتاب بھی اس میں داخل و شامل
ہو جاتے ہیں۔ اور واقعۃً ایسا ہو بھی رہا ہے کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ
کرنے کیلئے جس طرح یہود سرگرم عمل ہیں ان کے دوش بدوش نصاریٰ بھی برابر ہاتھ پیر
مارتے رہتے ہیں کہ کس طرح مسلمانوں کو ان کے دین سے منحرف و برگشتہ کر دیا جائے
اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ بات بھی صاف کر دی کہ اہل کتاب کی اس دشمنی کا سبب
ان کا پرانا جذبۂ حسد ہے کہ وہ اپنی خام خیالی کی وجہ سے خواہ مخواہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے
کہ "خاتم النبیین" کی حیثیت سے جو نبی آخر الزماں مبعوث ہوں گے وہ یہود و بنی اسرائیل
سے ہوں گے۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے
بجائے بنی اسمٰعیل میں مبعوث ہوئے، تو ان کے دلوں میں آتش حسد بھڑک اٹھی
اور ایسی بھڑکی کہ قیامت تک بھی بجھ نہ سکے گی۔ اور زیادہ قابل توجہ اور
لائق غور بات یہ ہے کہ ان اہل کتاب کی یہ اسلام دشمنی اس وقت بھی جاری ہے
جبکہ ان کے سامنے حق بات (اسلام کی حقانیت) کھل کر آ چکی ہے اور انھیں معلوم
ہو گیا ہے کہ یہ دین اسلام ہی دین حق ہے اور آخرت کی نجات اسی سے وابستہ ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خیر اب تو ان اہل کتاب سے درگزر کرو، انھیں
معاف کر دو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں نیا حکم نازل فرمائیں اس وقت
اس نئے قانون کے مطابق عملدرآمد کرنا۔

اللہ تعالیٰ کو ہر بات پر قدرت حاصل ہے لہٰذا اس کے وعدہ پر اطمینان و اعتماد کرو۔ عنقریب
ہی ان کے بارے میں جہاد و قتال کا حکم آجائے گا اس وقت ان کی شرارتوں کا
جواب دیا جا سکے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایت ۱ و ۲ ملحوظ رکھتے ہوئے درج ذیل ہدایات پر بھی عمل کریں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ بہت سے یہود و نصاریٰ اس بات میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو پھر سے کافر بناکر انھیں دین اسلام سے دور کرکے انکے اعتقادات کو فاسد و خراب کردیں، تاکہ مسلمان بھی ان بدنصیبوں کی طرح سعادتِ دارین سے محروم ہوجائیں۔ اور ان کے اس طرزِ عمل کا اصل سبب وہی حسد ہے جو ان کے سینوں میں بھرا ہوا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتادیجئے کہ اکثر اہل کتاب دل ہی دل میں یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ اسلام ہی دین حق ہے اور اس دین اسلام کے بغیر انسان کسی قسم کی سعادت وکامیابی نہیں حاصل کرسکتا۔ لیکن یہ دنیا کے لوبھی ہیں، دنیا ان سے نہیں چھوڑی جاتی اور وہ اسی دنیا پر دین وایمان اور سعادتِ دارین قربان کررہے ہیں۔

۵۔ آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خطاکار کو معاف کردینا بڑی فضیلت کی بات ہے۔

بارہواں درس

۱۲ر جمادی الاولیٰ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا۔ (بخاری)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد (کہیں اور تو جائز نہیں ہے مگر) دو چیزوں میں (ایک تو یہ کہ) کسی شخص کو اللہ تعالےٰ نے مال و دولت دیا ہو، پھر اسے اس مال پر پورا پورا اختیار دے دیا ہو کہ وہ راہ حق میں اپنا مال لُٹا دے (اور دوسرے یہ کہ) کسی شخص کو اللہ تعالےٰ نے حکمت (بصیرت و دانائی) دی ہو جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں فیصلے کرے اور انھیں حکمت و دانائی کی تعلیم دے۔ (یہ دونوں شخص قابل رشک ہیں)۔

تشریح: حدیث شریف کی تشریح میں سب سے پہلے تو حسد کی تشریح ضروری ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حسد دو صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ حالانکہ سورۂ فلق میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اور دوسری حدیث شریف میں لَا تَحَاسَدُوْا فرما کر حسد سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس لئے یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اس حدیث میں حسد اپنے اصل معنی و مفہوم میں نہیں بولا گیا ہے کہ وہ حسد تو بہرحال حرام ہے۔ یہاں پر حسد، رشک و غبطہ کے مفہوم میں بولا گیا ہے اور وہ جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن ہے۔

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی شخص کی کسی نعمت یا اس کی کسی صفت کمال کو دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کی یہ نعمت یا صفت اس کے پاس نہ رہ جائے بلکہ مجھے مل جائے یا یہ چاہے کہ مجھے ملے یا نہ ملے مگر اس کے پاس سے چلی جائے۔ ان دونوں صورتوں میں دوسری صورت سب سے بُری صورت ہے، اگرچہ حرام دونوں ہی ہیں۔ حسد کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ آدمی کسی دوسرے کی کوئی نعمت یا خوبی و کمال دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اسے یہ خوبی اور نعمت دی ہے مجھے بھی دیدیں تو کیا اچھا ہو اسے غبطہ اور رشک کہتے ہیں، یہ جائز اور درست ہے۔ حدیث زیر درس میں حسد سے مراد یہی غبطہ و رشک ہے حقیقی حسد مراد نہیں ہے کیونکہ وہ حرام ہے۔ حدیث زیر درس میں جو دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے سے بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ ایک شخص جسے اللہ تعالےٰ نے مال و دولت دیا ہے اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے ایسے شخص کو دیکھ کر اگر کوئی یہ تمنا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کاش مجھے بھی دولت دیتا تو میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا، تو یہ تمنا کرنا حسد نہیں ہے بلکہ رشک و غبطہ ہے اور اللہ و رسولؐ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص ہے جسے اللہ تعالےٰ نے علم و حکمت سے نوازا ہے جس سے وہ دوسروں کو نفع پہنچا رہا ہے، اسے دیکھ کر کوئی دوسرا شخص بھی یہ آرزو کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی علم و حکمت سے یونہی نواز دے تو کتنا اچھا ہو، میں بھی اسی طرح اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤں، تو یہ تمنا رشک پر مبنی ہے اسے حسد نہ کہا جائیگا۔

یہ بات یہاں ذہن نشیں کر لی جائے کہ حدیث زیر درس میں جسے حکمت کہا گیا ہے اس سے علم دین اور علم کتاب و سنت مراد ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم

مراد نہیں ہیں۔ یہ علوم اگرچہ ان کی تحصیل شرعاً درست ہے مگر شریعت کی نظر میں یہ علوم قابل رشک نہیں ہیں۔ اسی طرح صرف مال و دولت کا ہونا بھی قابل رشک نہیں ہے بلکہ قابل رشک وہ مال و دولت ہے جو راہِ خدا میں صرف ہو رہا ہو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(حسب دستور ہدایت ۱ و ۲ پر عمل کریں اس کے بعد درج ذیل ہدایات پر عمل فرمائیں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ اور یہ کہ حسد انتہائی خطرناک بیماری ہے اس سے پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔

۴۔ اپنے سامعین کو تلقین کیجئے اور بتائیے کہ جب اپنی یا کسی کی بھی کوئی چیز اچھی لگے تو ماشاء اللہ و تبارک اللہ کہہ لینا چاہیئے۔ تو پھر اس چیز کو نظر بد نہیں لگتی۔

۵ لوگوں کو غبطہ اور حسد کا فرق اچھی طرح سمجھا دیجئے اور بتا دیجئے کہ غبطہ (رشک) حرام نہیں ہے اور حسد حرام ہے۔ اس سے بچنے کے لئے سورۂ فلق سب سے بہتر ہے۔

تیرہواں ۱۳ درس

۱۳ر جمادی الاولیٰ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ : فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ۝

(سورہ محمدؐ ۱۸)

ترجمۂ آیت : تو (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آپڑے، سو اس کی (متعدد) علامتیں تو آچکی ہیں۔ تو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا (مفید ہی نہ ہوگا)

تشریح :۔ یہ آیت شریفہ سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اٹھارہویں آیت ہے اس میں کفار مکہ کو زجر و توبیخ اور تنبیہہ کے طور پر عقیدۂ آخرت (حشر و نشر، جزا و سزا) پر ایمان لانے کو کہا جارہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی آخرت کی طرف سے غفلت کو دیکھتے ہوئے تو یہی لگتا ہے کہ قیامت پر ایمان لانے کیلئے بس اسی بات کے منتظر ہیں کہ وہ قیامت جس دم ان پر اچانک آن ہی پڑے گی اسی وقت یہ لوگ قیامت کا یقین کریں گے اور قیامت پر ایمان لائیں گے۔ مگر یہ (عقل کے اندھے) یہ بات نہیں سمجھتے کہ قیامت پر ایمان تو بالغیب ہونا چاہیئے وہی معتبر ہے۔ قیامت کے سامنے آجانے پر تو ایمان بالغیب ہوگا ہی نہیں، تو وہ کیسے مفید و معتبر ہوگا۔؟

یہ اہل مکہ جواب تک اللہ و رسول پر ایمان نہیں لا رہے ہیں اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چل رہے ہیں۔ جبکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ان پر

روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے مگر یہ لوگ اب بھی ان پر ایمان نہیں لا رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے میں قیامت آنے کا انتظار ہے جس کے آنے ہی کا ان کو یقین نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے ایمان کو قیامت کے آنے پر معلق کر رکھا ہے کہ جب دیکھ لیں گے کہ سچ مچ قیامت آ ہی گئی تو اسوقت اللہ و رسولؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ تو ان کو یہ بات معلوم ہو جانی چاہئے کہ اسوقت کا ایمان نہ معتبر ہوگا نہ مفید ہوگا۔

آیت شریفہ میں اللہ تعالٰی نے قیامت کے یقینی ہونے کا اشارہ بھی فرما دیا کہ جس قیامت کا ان کو انتظار ہے اس کی کچھ نشانیاں تو آ بھی چکی ہیں۔ مثلاً خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری بھی منجملہ علامات ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری بعثت (اعلان نبوت) اور قیامت کا آنا اس طرح قریب قریب ہیں جیسے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی، اسی طرح معجزۂ شق القمر بھی قیامت کی علامت ہے قرآن مجید نے اس کے ظہور کو بھی قریب قیامت کہا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔)

اہل مکہ جو قیامت کے منکر تھے انھوں نے آپ سے اس معجزہ کی فرمائش کی کہ آپ اس چاند کے دو ٹکڑے کر دیں، آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور کچھ دیر کے بعد پھر مل گئے۔

اللہ تعالٰی نے اس طرح یہ معجزہ بھی دکھلا دیا اور قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ بھی دکھلا دیا کہ جس طرح آج صرف ایک چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا ہے کل قیامت میں ایسے ہی ساری دنیا، سارے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ان علامات کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود کفار مکہ ایمان نہ لائے تو اب قیامت آجانے پر اگر

ایمان لائے بھی تو کیا فائدہ ہوگا۔ اسوقت تو گمراہ لوگوں کیلئے دوزخ سامنے آجائیگی اور ان سے کہا جائیگا کہ خدا کو چھوڑ کر تم جنھیں معبود بنائے ہوئے تھے وہ سب کہاں ہیں ؟ کیا وہ سب تمھاری مدد کریں گے ؟

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربّی صاحب ہدایت ۱ و ۲ کے مطابق پہلے عمل کریں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ عقیدۂ قیامت یعنی بعث وحشر اور جزا و سزا پر ایمان لانا بھی رکن ایمان ہے۔ جو شخص آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اس پر کوئی اعتماد و اطمینان ہی نہیں کیا جاسکے گا کہ وہ کسی حساب کتاب کا قائل ہی نہیں ہے تو کیسے قابل اطمینان ٹھہرے۔

۴۔ لوگوں کو اشراطِ ساعت یعنی علاماتِ قیامت بتائیے کہ یہ علامتیں دو قسموں پر منقسم ہیں۔ علاماتِ صُغریٰ اور علامات کبریٰ۔ علامات صغریٰ میں سے بہت سی علامات تو ابتک ظاہر ہو چکی ہیں۔ لیکن علامات کبریٰ میں سے ابھی تک کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ یہ علامات کبریٰ دس ہیں جن میں سے پہلی علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے (قیامت کے قریب سورج پچھم سے طلوع ہوگا) جب پچھم سے سورج نکل آئیگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ اس وقت جو مومن ہوگا وہ مومن رہے گا اور جو کافر ہوگا وہ کافر ہی رہے گا۔ جو صالح و نیک ہوگا وہ نیک رہے گا جو فاسق و بدکار ہوگا وہ فاسق ہی رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ٥ یعنی جس دن آپکے رب کی کوئی نشانی آجائیگی تو کسی کو اس کا ایمان لانا کام نہ آئیگا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔

چودھواں درس

۱۴ / جمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یَقِلَّ الْعِلْمُ وَیَظْهَرَ الْجَهْلُ وَیَظْهَرَ الزِّنَا وَتُكْثِرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَأَةِ الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں یہ علامات بھی ہیں کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہو جائے گا اور زنا علانیہ طور پر ہونے لگے گا، عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی کہ کہیں کہیں پچاس پچاس عورتوں کا نگراں ایک ہی مرد ہوگا۔

تشریح: کل کی زیر درس آیت شریفہ میں اشراط قیامت (علامات قیامت) کا کچھ ذکر آگیا تھا۔ حضرت مصنف نے اپنے معمول کے مطابق آج کی زیر درس حدیث میں جس حدیث کا انتخاب کیا ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند علامات قیامت کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت تو یہ ہے کہ قیامت کے قریب علم (یعنی علم دین و شریعت) میں کمی آجائے گی (لوگوں کو علم دنیا اور عصری علوم جدیدہ کیطرف توجہ زیادہ ہوگی، لوگ اسی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں گے) حالانکہ اعتقادات کی درستی اور احکام خداوندی کی ادائیگی جو مدار نجات ہے وہ اسی علم دین و شریعت ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے سہ

نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے تو خوشی پھر اسکی کیا ہو، کوئی جشن کوئی حج ہے

دوسری علامت یہ ہے کہ جہل یعنی دین سے جہالت کو اور دین سے جاہل لوگوں کو غلبہ حاصل ہو جائیگا۔ دین کا علم رکھنے والے جو دین کی ضروری واقفیت رکھتے ہوں کم ہو جائیں گے کہ ڈھونڈنے پر آسانی سے نہ مل سکیں گے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ زنا (چوری چھپے نہیں بلکہ) علانیہ (سر بازار) ہونے لگے گا۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ مردم شماری میں عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور بڑھتے بڑھتے یہ نوبت آجائے گی کہ پچاس پچاس عورتوں کا سربراہ کہیں کہیں ایک ہی مرد ہو گا۔

ان علامات میں سے یہ آخری علامت تو ابھی تک عام مشاہدہ میں نہیں آسکی ہے لیکن اوپر کی تینوں علامتیں کھلی آنکھوں دیکھی جا رہی ہیں، صرف انہی لوگوں کو شاید نظر نہ آتی ہوں جن کی عقل کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

مربّی کیلئے ہدایات

(مربّی صاحب حسب معمول ہدایت ۱ و ۲ ملحوظ رکھیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر ہیں۔ جبتک یہ علامات آنہ چکیں گی اس وقت تک قیامت نہ آئیگی۔ یہ علامتیں ایک طرح سے قیامت کی شرطیں ہیں، ان شرطوں کے بعد ہی قیامت آئے گی۔

۴۔ اپنے سامعین کو علم دین کی کمی اور دین سے جہالت کی زیادتی کے خطرے سے آگاہ کیجئے اور انھیں علم شرعی و علم دین کی طلب و تحصیل پر آمادہ کیجئے کہ علم دین کی کمی سے جو خطرہ پیدا ہو رہا ہے وہ سامنے نہ آئے۔

۵۔ اپنے سامعین کو دنیا میں زنا و بدکاری اور ان کے اسباب عریانی و بے پردگی کے پھیلنے کے خطرات سے آگاہ کیجئے اور بتایئے کہ اس صورتِ حال کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگوں میں دین و احکام دین سے جہالت پھیلی ہوئی ہے۔ انھیں خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی پسندیدہ چیزیں کیا ہیں اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے دوستوں صالح و دیندار لوگوں کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔ اور اپنے نافرمان بندوں اور دشمنوں کے لئے کیسے کیسے عذاب کا انتظام کر رکھا ہے۔

پندرہواں درس

۱۵ر جمادی الاولیٰ | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ (النساء ۲۳)

ترجمۂ آیت: اور (حرام کی گئی ہیں تم پر) تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، اور دودھ شریک بہنیں۔

تشریح: یہ سورۂ نساء کی تیئیسویں آیت ہے۔ اس آیت شریفہ میں ان عورتوں کی پوری فہرست مذکور ہوئی ہے جن سے مردوں کا نکاح حرام ہے۔ اس فہرست میں سب سے پہلے تو مرد کی حقیقی ماں اور حقیقی بیٹیوں کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اور دوسری محرمات (حقیقی بہنوں حقیقی خالاؤں اور حقیقی پھوپھیوں وغیرہ کا ذکر ہے) آیت کے زیر درس فقرہ میں رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ تم پر وہ مائیں (بھی حرام کی گئی ہیں) جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور اسی طرح دودھ شریک بہنیں بھی حرام کی گئی ہیں۔

یعنی جس طرح سے تم پر حقیقی مائیں حرام ہیں ان سے نکاح نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح تم پر وہ مائیں بھی حرام ہیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔ اور اسی طرح وہ بہنیں بھی حرام ہیں، ان سے نکاح درست نہیں ہے جن کی ماں کا تم نے دودھ پیا ہے۔ یعنی جس عورت کا تم نے دودھ پیا ہے اس عورت کی ہر لڑکی تمھاری دودھ شریک بہن ہے، اور اس سے نکاح حرام ہے۔ اور اس عورت کے اس شوہر کی جو لڑکیاں رضاعی ماں کے علاوہ کسی دوسری بیوی سے ہوئی ہوں وہ بھی دودھ شریک ہوں گی اور ان سے نکاح حرام

ہوگا، کیونکہ شریعت نے عورت کے دودھ کو مرد ہی کی نسبت سے بتایا ہے۔ اسی بناء پر یہ بات بھی جان لینا چاہیئے کہ رضاعت کی وجہ سے بھی وہ تمام رشتے حرام مانے گئے ہیں جو نسبی حیثیت سے حرام بتائے گئے ہیں۔

چنانچہ جس طرح حقیقی بھانجی سے نکاح حرام ہے اسی طرح دودھ شریک بہن کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے کیونکہ وہ رضاعی بھانجی ہوگئی ہے۔ یہی صورت بھتیجی کے معاملہ میں بھی رہے گی کہ رضاعی بھائی کی بیٹی رضاعی بھتیجی ہوگی اور اس سے نکاح حرام رہے گا۔

اسی طرح رضاعی ماں کی ماں (رضاعی نانی ہوگی) حقیقی نانی کی طرح اس سے بھی نکاح حرام ہوگا۔ اور اسی طرح رضاعی باپ کی ماں (رضاعی دادی ہوگی) حقیقی دادی کی طرح اس سے بھی نکاح حرام ہوگا۔

اسی طرح رضاعی ماں کی حقیقی بہن رضاعی خالہ ہوجائیگی اور حقیقی خالہ کی طرح اس سے بھی نکاح حرام ہوگا۔ اور رضاعی باپ کی بہن رضاعی پھوپھی ہوگی اور حقیقی پھوپھی کی طرح اس سے بھی نکاح حرام رہے گا۔

یہ مندرجہ بالا تمام صورتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف سے معلوم ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

یعنی رضاعت (دودھ) کے رشتہ کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسبی تعلق کی وجہ سے حرام ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

(جناب مربّی حسب دستور ہدایات ۱ و ۲ پر عمل کے بعد درج ذیل ہدایات ملحوظ رکھیں)

۳۔ آپ سامعین کو بتادیں کہ "رضاعت" کا تعلق بھی حرمتِ نکاح کا سبب ہو جاتا ہے دوسرے ائمہ فقہ کا مسلک اس مسئلہ میں کچھ مختلف ہے۔ وہ لوگ قلیل مقدار میں دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تھوڑی مقدار میں بھی "رضاعت" ثابت ہو جاتی ہے اور نکاح حرام ہو جاتا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ کسی عورت کا دودھ پینے سے رضاعت اسی وقت حرمت کا سبب بنے گی جب دودھ پینے کی عمر میں (یعنی دو سال کے اندر اندر) دودھ پیا ہو۔ عمرِ رضاعت ختم ہو جانے کے بعد اگر دودھ پی لیا ہے تو یہ پینا تو گناہ ہے لیکن اس سے نہ رضاعت ثابت ہو گی نہ اس کی وجہ سے نکاح حرام ہو گا۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ جس طرح نسبی رشتوں میں "صلہ رحمی" کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح رضاعت کی وجہ سے جو رشتے قائم ہو گئے ہوں ان میں بھی "صلہ رحمی" ملحوظ رکھی جائے گی۔

سولہواں درس

۱۶ر جمادی الاولیٰ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: "کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ"، وَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ - لِهٰذَا الْقَوْلِ سَبَبٌ وَهُوَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ اِبْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِیْزٍ فَاَتَتْهُ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَرَكِبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ"۔ (بخاری)

ترجمہ حدیث: (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا) کیسے (وہ عورت ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی اب تمہارے نکاح میں کیسے رہ سکتی ہے) حالانکہ یہ بات کہی جا چکی ہے۔ چنانچہ (آپ کے اس فرمانے کے بعد) حضرت عقبہؓ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور (بنت ابی اہابؓ) دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا۔

تشریح: درس گزشتہ میں مسئلہ رضاعت اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مسئلۂ حرمت نکاح کا بیان کیا جا چکا ہے۔ حدیث زیر درس اسی بیان شدہ مسئلہ کی تفہیم و توضیح کے لئے لائی گئی ہے۔ حدیث شریف کا ٹکڑا تو بہت مختصر ہے اور وہ ایک واقعہ سے متعلق ہے۔ لہٰذا مصنف کتاب نے بھی یہ حدیث اسی واقعہ کے ساتھ ہی یہاں ذکر کی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تھی، تو ایک عورت حضرت عقبہؓ کے پاس آئی اور ان نے کہا کہ میں نے

عقبہ کو دودھ پلایا ہے اور اس عورت کو بھی دودھ پلایا ہے جس سے انھوں نے نکاح کیا ہے (یعنی یہ دونوں میاں بیوی میرا دودھ پینے کی وجہ سے دودھ شریک بھائی بہن ہیں، اس لئے ان کا نکاح نہیں ہوسکتا) عقبہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھے اس کی کوئی خبر دی ہے۔ اس اطلاع کے بعد حضرت عقبہؓ سوار ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ شریف حاضر ہوئے اور آپؐ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا "کَیفَ وَقَدْ قِیلَ" (یعنی نکاح اب کیسے ہوسکتا ہے جبکہ رضاعت کی بات معلوم ہوگئی ہے۔)

حدیث زیر درس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حلال و حرام کے درمیان جو مشتبہات ہیں ان میں سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ایسی چیزوں سے دور ہی رہا جائے، ان سے پرہیز کیا جائے۔ جیسا کہ واقعہ حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک عورت کے اس بیان پر کہ اس نے حضرت عقبہؓ اور انکی منکوحہ کو دودھ پلایا ہے، یہ فیصلہ فرمادیا کہ دونوں علیحدگی اختیار کرلیں۔ ورنہ آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ اس سے دودھ پلانے پر گواہی لی جائے، یا وہ حلفیہ بیان دے کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ مگر آپؐ نے یہ نہیں کیا اور فیصلہ فرمادیا کہ جب ایک بات کہہ دی گئی (اور مسلمان عورت سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ اسے اس کے بیان میں سچا سمجھا جائے) تو اب تم دونوں کا نکاح رشتۂ رضاعت کی وجہ سے درست نہیں ہوا، تم علیحدگی اختیار کرلو۔ چنانچہ دونوں نے علیحدگی اختیار کرلی اور ابی اہاب کی بیٹی نے بھی دوسرا عقد کرلیا کہ تقویٰ اور احتیاط کا یہی تقاضا تھا۔ مشتبہات سے بچنے کی تاکید سے متعلق حدیث شریف دسویں سبق میں گزرچکی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربّی صاحب حسبِ دستور ہدایات ۱، و ۲ پر عمل کریں اس کے بعد ہدایات ذیل ملحوظ رکھیں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ جب کبھی کسی معاملہ میں حقیقت مشتبہ ہو جائے اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکے کہ حقیقت کیا ہے، تو ایسے وقت میں ورع اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشتبہ بات اور اختلافی صورت کو چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ کوئی صاحبِ ایمان کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے، جس کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا مقام و رتبہ گھٹ جائے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ خبرِ واحد بھی مقبول اور معمول بہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث زیرِ درس سے ظاہر و واضح ہو رہا ہے۔ خبرِ واحد کو بالکل ہی غیر مقبول و غیر معتبر قرار دینا کوئی وزن و قیمت نہیں رکھتا۔ کسی مسلمان کو بغیر بنیاد کے جھوٹا اور غلط گو فرض کر لینا حسنِ ظن کے خلاف ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ جو شخص کسی مشتبہ چیز کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ کسی طرح بھی نقصان میں نہیں رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے تقویٰ اختیار کرنے پر ثواب بھی دیں گے اور دنیا میں بھی اس چھوڑی ہوئی چیز کا اس سے اچھا کوئی بدلہ بھی دیدیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص کوئی مشتبہ چیز از راہ تقویٰ چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے اس سے اچھا بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔

سترہواں درس

۱۷ ر جمادی الاولیٰ	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (حدید ۲۱)

ترجمۂ آیت: تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے (جو) ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں (اور) یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشریح: اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو باہم ایک دوسرے پر مسابقت کرنے اور سبقت لے جانے کا حکم دیا ہے کہ اے اہل ایمان! تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طرف دوڑو، جس کا طریقہ یہ ہو کہ اس کے سامنے اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا دل سے اظہار کرو اور آئندہ کے لئے ہر گناہ سے بچتے رہنے کا پکا ارادہ بھی کرو۔ اور اس ارادہ پر ناگواری کے باوجود ثابت قدم بھی رہو۔ اور (اے اہل ایمان!) اس جنت کی طرف بھی دوڑو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ جنت کی وسعت کا بیان تقریب فہم کے طور پر صرف سمجھانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کی حقیقی وسعت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اس کا علم و ادراک انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہے۔ جس کا اندازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے

لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:۔

”اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُعْطٰی فِی الْجَنَّۃِ مِثْلَ الدُّنْیَا عَشْرَ مَرَّاتٍ (یعنی ایک مومن کو جنت میں دنیا سے دس گنا بڑا رقبہ دیا جائے گا۔)

جنت کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ وہ جنت صرف ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہوں، صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود و مسجود اور پروردگار و حاجت روا مانتے ہوں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہوں، آپ کے سوا بقیہ نبیوں میں سے کسی کا انکار نہ کرتے ہوں، سب پر ایمان رکھتے ہوں اور اعمال صالحہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ گناہوں اور برے کاموں سے اجتناب کرتے ہوں۔ اور حالت ایمان اور صالح زندگی ہی پر ان کا خاتمہ بھی ہوا ہو، ایسے لوگ مستحق جنت ہوں گے۔

اور یہ تمام باتیں (ایمان باللہ والرسول اور اعمال صالحہ کی پابندی، پھر اس کے نتیجہ میں دخولِ جنت) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں وہ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(مربی محترم! حسبِ دستور ہدایت ۱ و ۲ جو پہلے گزر چکی ہیں ان پر عمل کریں اس کے بعد درج ذیل ہدایات ملحوظ رکھیں!)

۳۔ اپنے سامعین کو متنبہ کیجئے کہ دنیا میں زندگی کے یہ دن عملِ خیر اور اس میں مسابقت کیلئے ہیں۔ ان دنوں کو لہو و لعب میں ضائع نہ کرنا چاہیئے، نہ ان کو راحت و آرام میں بسر کرنا یا کاہلی و سستی میں گزارنا چاہیئے۔ یہ دن تو کام اور صرف کام کیلئے ہیں، اور کام بھی وہ جو آخرت میں کام آئے اور داخلۂ جنت کا ذریعہ بنے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتایئے کہ موجب نجات عمل جو وجہ سعادت اور داخلۂ جنت کا ذریعہ ہو، وہ پہلے نمبر پر تو خدا اور رسولؐ پر صدقِ دل سے ایمان لانا ہے اور دوسرے نمبر پر وہ اعمال صالحہ ہیں جن کا حکم خدا اور رسولؐ نے دیا ہوا اور جس کی طرف رغبت دلائی ہو۔

۵۔ اپنے سامعین کو "عمل صالح" کی حقیقت اس طرح سمجھایئے کہ شریعت کی نظر میں عمل صالح وہ عمل ہے جس میں مندرجہ ذیل شرطیں پوری طرح پائی جاتی ہیں:۔

(الف) وہ عمل ان اعمال میں سے ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع و مامور کیا ہو (اعمال مشروعہ یہ ہیں: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طواف، قربانی، کلمۂ شہادت و توحید، اور دیگر اذکار ماثورہ)۔

(ب) وہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسی کے تقرب کے لئے کیا جائے۔ کسی اور کی خوشنودی اور تقرب مدنظر نہ ہو۔

(ج) اس عمل کی ادائیگی بھی اللہ تعالیٰ کے مشروع طریقہ کے مطابق ہو۔

اٹھارہواں درس

۱۸ر جمادی الاولیٰ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَکَانَ رَدِیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الرَّحْلِ: یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ قَالَ یَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثَلَاثًا۔ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا اُخْبِرُ النَّاسَ یَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذًا یَّتَّکِلُوْا وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمانا (جبکہ حضرت معاذؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے ردیف بنے ہوئے تھے) کہ اے معاذ! انھوں نے جواب میں عرض کیا "لبّیک یا رسول اللہ وسعدیک" (جی حضور! بسر وچشم حاضر ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا، اے معاذ! انھوں نے دوبارہ عرض کیا "لبّیک یا رسول اللہ وسعدیک" (جی حضور! حاضر ہوں بسر وچشم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی اسی طرح انھیں مخاطب فرمایا اور انھوں نے تیسری بار بھی اسی طرح جواب میں لبّیک وسعدیک کہا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص بھی صدق دل سے یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالےٰ اسے دوزخ پر حرام فرمادیں گے۔ تو حضرت معاذؓ نے

کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! تو پھر کیوں نہ میں لوگوں کو اس کی خبر دیدوں کہ وہ سب خوشی محسوس کریں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو لوگ اسی خوشخبری پر بھروسہ کرلیں گے (اور اعمال صالحہ کی مشغولی ضروری نہ سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ بیٹھیں گے) (اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں تو یہ حدیث لوگوں سے بیان نہیں کی، لیکن آخر وقت میں "کتمان علم" کے گناہ کا لحاظ کرتے ہوئے لوگوں کو یہ حدیث سنادی۔

تشریح: حدیث زیر درس میں مندرجہ ذیل چند باتیں قابل توجہ ہیں انھیں ذہن نشین کرلینا چاہیئے:۔

(۱) قابل توجہ یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف بنے ہوئے آپ کے ساتھ ہی سوار تھے، ایسی صورت میں بظاہر اسکی ضرورت نہ تھی کہ آپ ان کا نام لے کر مخاطب فرمائیں۔ کیونکہ وہاں کوئی دوسرا موجود ہی نہ تھا لیکن آپ نے ان کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ اس سے غرض یہی تھی کہ آپ ان سے کوئی خاص اور اہم بات فرمانا چاہتے تھے اس لئے ان کا نام لے کر انھیں مخاطب فرمایا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ آپ کا ارشاد سنیں، دھیان کسی اور طرف نہ رکھیں۔

(۲) قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب فرمانے پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے لبیک وسعدیک کے ساتھ اپنی حاضری و توجہ ظاہر کی کہ ادب کی بات یہی ہے کہ جب کوئی دینی بزرگ شخصیت سے ایسا موقع پیش آئے تو اسی طرح جواب دیا جائے۔

(۳) قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا نام لے کر تین بار انھیں مخاطب فرمایا جس سے مقصد یہی تھا کہ وہ پوری طرح متوجہ ہوجائیں

تب ان سے وہ خاص بات بتائی جائے۔ آپؐ کے اس طرزِ عمل میں اس بات کی رہنمائی ہے کہ کسی مفید مقصد کے تحت اس قسم کی تکرار بھی طریق دعوت و سنت ہے۔

(۴) آخری اور بہت ضروری بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں بظاہر اقرار شہادتین ہی کو نجات کیلئے کافی بتایا گیا ہے کہ ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائیگی لیکن جب الفاظ حدیث پر غور کیا جائے تو حدیث شریف ہی میں "صِدْقاً مِنْ قلبہٖ" کی قید و شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ جس کے تحت تشریح حدیث کے وقت یہ سمجھنا پڑے گا کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو تنہا معبود اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور آخری رسول یقین کرتا ہوگا اس کے لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ صاحب تقویٰ بھی ہوگا اور تقویٰ ہی جنت کا ٹکٹ ہے۔ صدق دل سے ایمان کے بعد اگر گناہ سرزد ہو بھی جائے گا تو وہ فوراً توبہ کر کے بدستور مستحق جنت بنا رہے گا۔

عام طور پر حضرات علماء دین یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اقرار شہادتین کے باوجود مبتلائے معاصی اور فاسق ہوگا تو وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی نہ ہوگا، بلکہ سزائے معاصی کے بعد جنت کا حقدار ہو جائے گا۔

مربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اگر کوئی صاحبِ فضیلت بزرگ شخصیت کسی کو آواز دے تو مخاطب شخص "لبیک وسعدیک" یا اسی قسم کے کلمات (جی حضرت! جی حضور! جی جناب! وغیرہ) کہہ سکتا ہے۔

۴۔ سامعین کو آگاہ کیجئے کہ کسی فائدہ یا ضرورت کے پیشِ نظر کسی بات کو بار بار دُہرایا بھی جا سکتا ہے۔ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو پوری طرح متوجہ کرنے کیلئے تین بار مخاطب فرمایا۔

۵۔ حدیث شریف سے کلمۂ شہادت اور اقرار شہادتین کی جو فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جب کوئی بھی بندۂ خدا صدق دل سے اقرار شہادتین کرلیگا تو پھر وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے تو بچ ہی جائے گا، بلکہ اگر عمل سے بھی تقاضائے ایمان پورا کر لیتا ہے تب تو وہ دوزخ میں داخل ہونے سے ہی محفوظ ہو جائے گا۔

۶۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اہم معاملات میں احتیاط کا پہلو بھی ملحوظ رہنا چاہیئے جیسا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ احتیاط حضرت معاذؓ کو لوگوں کو اطلاع دینے سے روک دیا کہ لوگ اسی بھروسہ پر اعمال کو ترک کر بیٹھیں گے۔

۷۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ علم کو دوسروں تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہو تو خود پہنچائے۔

اُنّیسواں درس

۱۹ر جمادی الاولیٰ	قَولُ اللہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (قصص ۲۵)

ترجمۂ آیت: تو ان (موسیٰ علیہ السلام) کے پاس ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) آئی کہ شرماتی لجاتی چل رہی تھی، کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تاکہ تم کو اس کا بدلہ دیویں جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلادیا تھا۔ سو جب ان کے پاس (موسیٰؑ) پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا، تو انھوں نے (تسلی کی غرض سے) کہا کہ اب کوئی اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں (کی دسترس) سے بچ کر نکل آئے۔

تشریح: اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں سے ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب مصر میں نادانستہ طور پر ایک قبطی کی موت واقع ہوگئی تھی اور فرعونی سپاہ انکی تلاش میں تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صورت حال سے باخبر ہوجانے کے بعد جنگل کے راستہ سے مدین کیلئے روانہ ہوگئے تھے۔

مدین پہنچنے پر آپ نے دیکھا کہ بستی کے باہر ایک کنویں پر جانوروں اور چرواہوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ ہر ایک چرواہا اپنے جانوروں کو پانی پلارہا ہے۔ اور وہیں پہ

دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو روکے تھامے بھیڑ سے الگ علیحدہ کھڑی ہوئی ہیں۔ ان کے اس طرح علیحدہ کھڑے رہنے اور سب کے جانوروں کے ساتھ پانی نہ پلانے کی وجہ سے (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) اندازہ کرلیا کہ یہ کوئی شریف خاندان کی لڑکیاں ہیں جو مردوں کی بھیڑ میں گھسنا نہیں چاہتیں۔ تو آپ نے ان سے اس بارے میں سوال بھی کرلیا، جس کے جواب میں ان لڑکیوں نے بتایا کہ ہمارے والد بزرگوار ضعیف ہوچکے ہیں اور گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں ہے لہٰذا مجبوراً ہم لوگوں کو ہی آنا پڑتا ہے اور یہاں مردوں کی بھیڑ بھاڑ میں ہم لوگ گھسنا بھی نہیں چاہتے، اس لئے الگ کھڑے رہتے ہیں، ان مردوں کے چلے جانے کے بعد ہم اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔

یہ بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ازراہ ہمدردی وانسانیت ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ اور وہ اپنے جانوروں کو لے کر گھر واپس چلی گئیں۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ ان میں سے ایک لڑکی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے والد صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلا کر جو سلوک فرمایا ہے آپ کو اس کا کچھ بدلہ ادا کردیں۔

اس مقام پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جس لڑکی کے آنے اور اپنے والد بزرگوار کا پیغام پہنچانے کا ذکر کیا ہے تو نہایت بلیغ انداز میں صورت واقعہ کی گویا تصویر ہی کھینچ دی ہے۔ فرمایا ہے "تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ" یعنی وہ لڑکی ایسی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی تھی جیسے وہ شرم وحیا کی سواری پر سوار ہو۔ قرآن مجید کی اس بلیغ تعبیر اور مبنی بر فطرت نسوانی تصویر واقعہ کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہوجاتی ہے کہ مذہب اسلام میں پردۂ نسواں کا حکم فطرت نسوانی پر مبنی ہے اور عہد قدیم میں بھی رائج تھا۔ اس لئے مغربیت زدہ

گمراہان دین و فطرت کا یہ پروپیگنڈہ کہ مذہب اسلام نے پردہ کا حکم دے کر عورت کو گھر کی چہار دیواری میں قید کر دیا ہے، بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی چور چوری کر کے بھاگے اور خود ہی چور چور کا شور مچا کر دوسروں کو چور بنانے کی کوشش کرے

عورت کے لئے پردہ کا حکم عین فطرتِ نسوانی کا تقاضا ہے اور شروع سے مروج رہا ہے۔ جب سے مشرق پر اہل مغرب نے یلغار کی اور اپنا معاشرہ لوگوں پر مسلط کیا ہے اسی وقت سے بے پردگی کی چھوت والی بیماری بھی ہمارے معاشرہ میں پھیلی ہے۔

نسوانی تقاضائے شرم وحیا ہی کے باعث آنے والی صاحبزادی نے اپنے والد بزرگوار کا پیغام بھی بالکل بقدر ضرورت مختصر طور پر پہنچایا ہے۔ بے ضرورت بات کو طول دینا نہیں چاہا ہے۔ صرف یہ کہا کہ چلئے میرے والد صاحب آپ کو یاد فرما رہے ہیں، کہ آپ کے سلوک کا کچھ بدلہ دیدیں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لڑکی کے والد بزرگوار سے ملنے کیلئے چلے گئے اور وہاں جا کر اپنے حالات ان کو سنائے۔ انھوں نے حالات سن کر اطمینان دلایا کہ اب آپ فرعون کی قلمرو سے باہر ہیں۔ اب ان کے ظلم سے آپ کو نجات ہو گئی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

نمبر ۱ و ۲ حسب سابق۔

۳۔ اس درس میں جو واقعہ نقل کیا گیا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر اپنے نفس پر اطمینان ہو اور مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کسی عورت کا کوئی کام کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ عورت کا جمال و زینت اسکی شرم و حیا ہے اور مرد کا حسن اسکی جوانمردی و بہادری ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے "خرّاجہ ولّاجہ" عورت کی برائی فرمائی ہے جو ہر وقت ایک گھر سے دوسرے گھر اور اس گھر سے اُس گھر آنے جانے کا مشغلہ رکھتی ہو۔

۶۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "سیاسی پناہ گزین" سمجھتے ہوئے انھیں اطمینان دلایا کہ وہ اب بے خوف ہو کر یہاں رہیں۔

۷۔ آیت شریفہ میں "ظالمین" کا لفظ آیا ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے کہ مشرک حق تعالیٰ کا حق مارتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں شرک کو ظلم عظیم (سب سے بڑا ظلم) فرمایا گیا ہے۔

بائیسواں درس

۲۰ جمادی الاولیٰ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: فِی حَدِیْثِ اَبِی وَاقِدٍ اللَّیْثِیِّ اِذْ جَاءَ فِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَہٗ اِذْ اَقْبَلَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَھَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَرَاٰی فُرْجَۃً فِی الْحَلْقَۃِ فَجَلَسَ فِیْھَا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَھُمْ وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاھِبًا۔ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَۃِ اَمَّا اَحَدُھُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰہِ فَاٰوَاہُ اللّٰہُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیَا فَاسْتَحْیَا اللّٰہُ مِنْہُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْہُ۔ (متفق علیہ)

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی) میں تشریف فرما تھے، آپ کے ساتھ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، کہ تین شخص آئے۔ جن میں سے دو شخص تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور ایک شخص وہیں سے باہر لوٹ گیا۔ وہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ میں شریک ہونے کیلئے ٹھہر گئے۔ ان دو میں سے ایک نے تو حلقہ میں کچھ گنجائش دیکھی وہ اس جگہ بیٹھ گئے۔ دوسرے نے لوگوں کے بیچ میں گھسنا اچھا نہ سمجھا تو وہ لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گئے۔ اور تیسرا شخص پیٹھ پھیر کر اُلٹے ہی پاؤں

لوٹ گیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس وگفتگو سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں ان تینوں آدمیوں کی بات نہ بتاؤں؟ ایک نے اللہ تعالیٰ کے پاس جگہ چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دیدی۔ دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا فرمائی۔ اور تیسرے شخص نے مجلس خیر سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمالیا۔

تشریح: یہ واقعہ مسجد نبوی میں پیش آیا تھا۔ مدینہ شریف کی مسجد نبوی ان تین عظیم مسجدوں میں سے ایک ہے جن کی زیارت کیلئے سفر کر کے جانا بھی موجب فضیلت ہے مسجد نبوی کی نماز خانہ کعبہ یعنی مسجد حرام کو چھوڑ کر بقیہ مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ اسی مسجد نبوی میں اپنے اصحاب کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے اور اپنے اصحاب کے حلقہ میں گھرے ہوئے موعظت و نصیحت فرمارہے تھے، کہ مسجد میں تین شخص داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے دیکھا کہ آپ کے گرد اصحاب کا بڑا مجمع ہے اس لئے اس نے مجمع میں شامل ہونے کا ارادہ ہی نہیں کیا اور وہیں سے لوٹ گیا بقیہ دو مجمع میں شامل ہونے کیلئے رک گئے۔ ان میں سے ایک نے دیکھا کہ حلقہ کے درمیان ایک جگہ کچھ گنجائش ہے، وہ بڑھ کر اس جگہ بیٹھ گیا۔ تیسرے نے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بیچ میں گھس کر بیٹھنا خلافِ حیا سمجھا، اس لئے وہ لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب مجلس وعظ ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو ان تینوں آنے والوں سے متعلق کچھ بتاؤں؟ اور پھر آپ نے ان کے متعلق یوں ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھکانہ چاہا تو اللہ تعالیٰ اسے ٹھکانہ دے دیا۔ دوسرے شخص نے اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا ملحوظ رکھی اور ڈرکتے پھلانگتے مجمع میں

گھُسنا اچھا نہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ حیا ہی کا معاملہ رکھا۔ تیسرے شخص نے "مجلس خیر اور حلقۂ علم دین" سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اپنا منہ پھیر لیا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ ۲۔ حسب دستور

۳۔ اپنے سامعین کو ایسے دینی و علمی "حلقوں اور مجلسوں" کی فضیلت بتائیے اور انھیں ترغیب دیجئے کہ وہ ایسے حلقوں اور مجلسوں میں شرکت کیا کریں اور ان سے دوری کا طریقہ ہرگز نہ رکھیں۔

۴۔ سامعین کو بتائیے کہ "شرم و حیا" نہایت درجہ عمدہ صفت ہے۔ اس میں خیر ہی خیر ہے جس شخص میں حیا نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ بالخصوص عورتوں کو تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ انکی بے حیائی بہت بری چیز ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ بات بھی بتائیے کہ کسی شخص میں اگر کوئی عمدہ صفت اور خوبی ہو تو اس خوبی کی تحسین کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ زیرِ درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کی "خوبی" بیان فرمائی۔

اکیسواں درس

۲۱ر جمادی الاولیٰ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (انعام ۱۵۹، ۱۶۰)

ترجمہ آیت: بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپکا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ بس ان کا معاملہ اللہ تعالٰے کے حوالہ ہے۔ پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا بتلادیں گے۔ جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا بدلہ ہے اور جو کوئی لائے گا ایک برائی سو سزا پائیگا اسی کے برابر، اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

تشریح: آیت زیر درس میں اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ان فرقوں کے حق میں فرمایا گیا ہے جنھوں نے " دین اسلام اور راہ حق کو چھوڑ کر دوسری غلط اور باطل راہ اختیار کر کے ایک " دین حق " میں تفریق و اختلاف کی بنیاد ڈال دی، مثلاً یہود و نصاریٰ وغیرہا کہ یہود کے اکہتر ۷۱ فرقے بن گئے اور نصاریٰ کے بہتر ۷۲ فرقے بن گئے اور یہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ تہتر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی، اور یہ سب کے سب فرقے (ایک کو چھوڑ کر) دوزخ میں جائیں گے، صرف ایک جماعت جنت میں جائیگی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ نجات پانے والی جماعت کون ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر چلیں گے۔ یعنی جس طریقے پر

آج میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ نجات پانے والی جماعت ان ہی لوگوں کی ہوگی جو اس دین حق پر برقرار رہیں گے جس پر اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا تھے، اس دین میں کسی طرح کی تغیر و تبدیل نہ کریں گے اور نہ اس میں کوئی اختلاف پیدا کر کے الگ الگ گروہ اور ٹولیاں بنالیں گے۔

اللہ تعالےٰ نے اس کے بعد یہ فرمایا "لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ" (یعنی ان لوگوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے) آپ ان لوگوں سے بری ہیں۔ آپ انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دیں، اللہ تعالےٰ حسب معمول انھیں دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب سے دوچار فرمائے گا۔ وہ پہلے تو انھیں ان کے کرتوت سے آگاہی دیگا پھر انھیں اسکی سزا دیگا۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" (یعنی جو شخص نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت افزائی اور رحمت افزائی فرماتے ہوئے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دے گا) اور جو شخص کسی برائی کا ارتکاب کرے گا تو اسے صرف ایک برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ برائی کے بدلے میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ مہربان بھی ہیں اور منصف و عادل بھی ہیں۔ اس لئے اس جزا و سزا میں لوگوں پر کسی صورت میں بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱۔ ۲۔ حسب معمول اپنے سامعین کو آیت زیر درس بار بار پڑھ کر سنائیے اور اس کا مطلب سمجھائیے۔

۳۔ دین میں تفریق واختلاف کرنے کی حرمت سامعین کو بتائیے کہ یہ تفریق دنیا وآخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یاد دلائیے کہ اللہ تعالٰی نے اہل کتاب کے دین میں تفریق پیدا کرنے کی تکلیف دہ خبر دی ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ "جماعت اہل السنت والجماعت" کے سوا اس امت کے بقیہ تمام فرقے مستحق ہلاکت ہیں۔ بجز اس کے انکی نجات نہیں ہے کہ وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرکے اپنی توبہ کا ثبوت دیں اور دین کے ہر شعبہ میں وہی مسلکِ اہل السنت والجماعت کو اختیار کریں، جو اس امت کے قدیم اسلاف کا مسلک رہا ہے۔

بائیسواں ۲۲ درس

۲۲ر جمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	درس حدیث قدسی

حدیث قدسی: إِذَا أَرَادَ عَبْدِي أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ حَتَّى يَعْمَلَهَا فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِي فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ (رواه البخاری)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ (نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ: جب میرا کوئی بندہ کسی برائی کے ارتکاب کا ارادہ کرے تو اس وقت تک (اس کے نامۂ اعمال میں برائی) نہ لکھو جبتک کہ وہ برائی کر نہ لے۔ پھر اگر وہ برائی کرلے تو ایک برائی لکھ لو۔ اور اگر وہ بندہ (برائی کرنے سے پہلے) صرف میری وجہ سے وہ برائی چھوڑ دے تو (اس چھوڑنے کی وجہ سے اس کی ایک نیکی لکھ لو۔ اور اگر میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو اس ارادہ پر ہی اس کی ایک نیکی لکھ لو، پھر اگر وہ نیکی کرلے تو اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔ (اور یہی مفہوم مسلم کی حدیث میں بھی ہے)

تشریح: اس حدیث شریف کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔ حدیث شریف کا یہ انداز بتاتا ہے کہ یہ حدیث قدسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان ہورہی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان ہوا کہ جب میرا بندہ کسی برائی کے ارتکاب کا ارادہ کرتا ہے (وہ برائی چاہے زبان اور قول سے متعلق ہو یا کسی عمل سے متعلق ہو) جس کی وجہ سے نفس انسانی خبث وظلمت گندگی وتاریکی سے آلودہ ہو جائے کیونکہ خدا ورسول کی طرف سے منع وحرام کی ہوئی ہر بات کے ارتکاب سے نفس آلودہ ہو ہی جاتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اسے اس وقت تک نامۂ اعمال میں درج نہ کرو جبتک وہ اسے کر نہ گزرے"۔ کیونکہ کسی بُرے کام یا بری بات کا صرف خیال وارادہ نفس کو خراب اور آلودہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ آلودگی ارتکاب کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کر لیتا ہے تو اب اس کی ایک برائی لکھ لو۔ برائی کی سزا میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور رحم وکرم کا تقاضا یہی ہے کہ برائی بقدر عمل ہی لکھی جائے۔

اور اگر وہ بندہ میرے خوف یا مجھ سے حیا وشرم کرتے ہوئے اس برائی سے رُک جاتا ہے تو اس کے اس احساس خوف وحیا کی وجہ سے اس کے نفس میں ایک طرح کا نور پیدا ہو جائے گا، اس لئے اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ لی جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حدیث شریف میں نقل ہوا ہے کہ:

اور جس وقت میرے بندے نے کسی نیکی کا ارادہ کیا (کوئی اچھی بات ہو یا اچھا کام ہو) لیکن ابھی کیا نہیں ہے، تو اس کے اس نیک ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ دی جائے کیونکہ اس کے دل میں نیکی کی رغبت وخواہش تو پائی گئی، اور نیکی کی یہ خواہش ورغبت بھی ایک نیکی ہے، اس لئے اس پر بھی وہ مستحقِ ثواب ہوا۔ اور اگر خدانخواستہ اس نے دل میں اس نیکی کی رغبت کے بجائے اس سے کراہیت پائی جائے جس کی وجہ سے وہ نیکی نہ کرے تو پھر اس کے لئے محض دل میں خیال آجانے پر نیکی کا ثواب ہرگز نہ لکھا جائیگا

آگے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ بندہ نیکی کر لیتا ہے تو اس کے لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھ لو۔ ہر نیکی پر دس گنا ثواب تو عام طور پر دیا ہی جاتا ہے اس کے بعد کا اضافہ بندے کے خلوص و صدق اور متابعت رسولؐ کے جذبہ کی مناسبت سے کیا جائے گا۔ جیسا کہ جہاد میں ایک درہم کا ثواب سات سو تک بتایا گیا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب سابق)

۳۔ لوگوں کو صاف صاف طور پر بتا دیجئے کہ جن جن باتوں اور جن جن کاموں کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا یا ناپسند کیا وہ سب سیئہ اور برائی کا مصداق ہیں اور جن جن باتوں اور کاموں کا حکم دیا یا پسند کیا وہ سب حسنہ اور نیکی کا مصداق ہیں۔ نیکی اور برائی کا فیصلہ شریعت سے ہوگا من مانا اور من چاہا فیصلہ نہ ہوگا ؎

کوئی ولولہ ہو، نہ حوصلہ　　یہی مسئلہ یہی فیصلہ
وہ جو اذن دے تو حلال ہے　　وہ جو روک دے تو حرام ہے

۴۔ اپنے مخاطب حاضرین کو بتا دیجئے کہ صاحبِ ایمان بندے کو تو نیکی کی نیت و ارادہ ہی پر ثواب دے دیا جاتا ہے اور گناہ و معصیت کے صرف ارادہ پر بدلہ نہ ملنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر گناہ و معصیت کے ارادہ کے بعد خدا تعالیٰ کے خوف و حیا کی وجہ سے ارتکاب نہ کیا تو اس پر بھی ایک نیکی لکھ لی جائیگی۔ لیکن اگر کسی دوسری وجہ سے معصیت کا ارتکاب نہ ہو سکا تھا تو اس صورت میں معصیت کے ارادہ پر بھی اندیشہ ہے کہ آخرت سے پہلے ہی دنیا میں وہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائے۔ ہاں آخرت میں کوئی سزا صرف ارادہ پر نہ ہوگی۔

تیئیسواں ۲۳ درس

۲۳ جمادی الاولیٰ | قَوۡلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا ○ (نساء ۹۳)

ترجمہ آیت: اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب ہے، اسے اللہ نے لعنت کی ہے (اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے) اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تشریح: آیت میں آیا ہوا لفظ مَنۡ عموم کے معنی رکھتا ہے اس سے ہر فرد انسان مراد ہے۔ مذکر ہو، مؤنث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو، شریف ہو کہ غیر شریف ہو، فقیر ہو یا مالدار ہو۔ کوئی بھی ہو سب ہی اس کے مفہوم میں داخل و شامل ہیں۔ ہاں جو غیر مکلف ہیں جیسے بچے اور دیوانے پاگل یہ اس میں داخل نہیں ہیں۔

آیت میں "مؤمن" کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنا معبود اور پروردگار مانتا ہو اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول خاتم النبیین مانتا ہو اور دل سے اس کا یقین کرتا ہو اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے حضور پیشی، حساب و کتاب اور جزا و سزا کا بھی دل سے یقین رکھتا ہو۔ اور یہ قتل اس نے دانستہ جان بوجھ کر بالقصد کیا ہو اور ازراہِ ظلم کیا ہو (یعنی ایسی

کوئی صورت نہ ہو کہ مقتول نے زنا کیا ہو تو اس نے زنا کی وجہ سے اسے قتل کر دیا ہو، یا مقتول مرتد ہو کر دین سے پھر گیا ہو اور اس نے ارتداد کی وجہ سے قتل کر دیا ہو) تو ایسا شخص جس نے مذکورہ تفصیل کے مطابق کسی مومن کو قتل کر ڈالا ہو تو اسکی یہی سزا ہوگی جو آیت شریفہ میں بتائی گئی ہے کہ اسکی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالٰی کا غضب ہوگا۔ اب سمجھ لیجئے کہ جس پر اللہ تعالٰی کا غضب ہو وہ کیسے خوش قسمت اور نجات پانے والا ہو سکتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی اسے اپنی رحمت و مہربانی سے دور کر دیگا اور اس کیلئے وہاں زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

(۱، و ۲، حسب معمول)

۳۔ اپنے حاضرین و سامعین کو بتائیے کہ سچا پکا مومن کسی مومن کو دانستہ طور پر ظلم و زیادتی سے قتل نہیں کرتا۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ مومن کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو (جان بوجھ کر ظلماً) قتل کرے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ غلطی سے کسی کا قتل ہو جائے۔ لہذا مومن سے اگر کوئی قتل ہوتا ہے تو وہ یا تو قتل خطا ہوگا یا شبہ خطا ہوگا۔

۴۔ ان مخاطبین کو یاد دلائیے کہ قیامت میں کوئی بندہ پل صراط سے گزر کر دروازہ جنت پر کھڑا ہوگا کہ وہ بھی جنت میں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو جائے کہ اسے وہاں سے اس وجہ سے لوٹا دیا جائے گا کہ اس نے دنیا میں ظلم و زیادتی سے ہتھیلی بھر خون بہایا ہوگا۔

۵۔ ان لوگوں کو یہ بھی بتائیے کہ ناحق قتل کرنا (بڑے گناہوں میں) دوسرے مرتبہ پر آتا ہے اور زنا تیسرے نمبر پر آتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے پوچھنے والے کو (اس ترتیب سے) بتایا کہ شرک اور قتل ناحق اور زنا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

چوبیسواں درس

۲۴ جمادی الاولیٰ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ یُشَاقِقْ یُشَاقِقِ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ فَقَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا یُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُہٗ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یَاْکُلَ اِلَّا طَیِّبًا فَلْیَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یُحَالَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجَنَّۃِ بِمِلْءِ کَفِّہٖ مِنْ دَمٍ اَھْرَاقَہٗ فَلْیَفْعَلْ (بخاری)

ترجمۂ حدیث: حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ جو شخص شہرت اور نام آوری کی نیت سے کوئی دینی کام کرے گا تو اللہ تعالےٰ بھی قیامت میں اسے اس کی جزا بدنامی ورسوائی سے دیں گے۔ اور جو شخص دنیا میں اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کا طریقہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے ساتھ دشمنی کے بدلہ کا معاملہ کرے گا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے، عرض کیا کہ ہمیں (مزید) نصیحت فرمائیے! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانی بدن کا جو حصہ سب سے پہلے سڑکر بدبودار ہوگا وہ پیٹ ہوگا۔ لہٰذا جو شخص یہ پابندی کرسکے کہ صرف حلال وطیب ہی روزی کھائے تو اس کی پابندی کرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو اور ایسا کرسکتا ہو کہ قیامت میں کسی کا قتل ناحق اور خون ناحق اس کے داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے تو وہ قتل ناحق اور خون ناحق سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

تشریح: یعنی جو شخص شہرت کی نیت سے کوئی دینی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت سب کے سامنے یہ اعلان کرادیں گے کہ اس نے صرف شہرت و نام آوری چاہی تھی کہ لوگ میرے اس کام کو دیکھ کر میری تعریف کریں میرا شکریہ ادا کریں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کا داخلہ اس نے چاہا نہیں تھا۔ تو اسے وہی بدلہ دیا جائے گا جو اس نے چاہا تھا پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حدیث شریف کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت و عداوت کا معاملہ رکھے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ دشمنی ہی کا معاملہ رکھیں گے۔ یعنی جو شخص دنیا میں کفر و فسق اختیار کرکے خدا اور رسولؐ کی دشمنی کا مظاہرہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت و مہربانی سے دور کرکے اپنے دشمنوں کے ساتھ دوزخ میں داخل کردیں گے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید نصیحت کی فرمائش کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ (قبر میں) سب سے پہلے انسان کا پیٹ سڑتا اور بدبودار ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص یہ پابندی کرسکے کہ وہ صرف حلال و طیّب ہی روزی کھائے تو وہ یہ پابندی کرلے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ "خونِ ناحق" قیامت میں اس کے داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے تو پھر وہ دنیا میں خونِ ناحق سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ حدیث زیرِ درس میں حرام روزی اور قتلِ ناحق سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(۱، و ۲، حسب معمول)

۳۔ اپنے سامعین کو سُمعہ (شہرت طلبی) اور ریا (دکھاوے) کے عذاب وانجام سے ڈرائیے اور بتائیے کہ سُمعہ اسے کہتے ہیں کہ انسان کوئی نیک کام کرے اور لوگوں کو سُنائے اور بتائے کہ لوگ اسکی تعریف کریں۔ اور ریا اسے کہتے ہیں کہ انسان لوگوں کو دکھانے ہی کی نیت سے کام کرے کہ اس کی تعریف کی جائے اور اسے بے عیب سمجھا جائے۔ یہ دونوں باطنی عیب و مرض ہیں۔ اپنی نیکی دوسروں کو سنانا سمعہ ہے اور دوسروں کو دکھلانا ریا ہے۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ اللہ ورسولؐ سے دشمنی اور ان کی مخالفت و نافرمانی کی سزا بھی اسی کے مطابق عداوت و دشمنی کی صورت میں ملے گی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر غضبناک ہوں گے اور انھیں اپنی رحمت و مہربانی سے دور کرکے سخت عذاب چکھائیں گے۔

۵۔ لوگوں کو ان دونوں بڑے گناہوں کے عذاب سے ڈرائیے: "حرام روزی کھانا" اور قتل ناحق کرنا یعنی "ناحق خون بہانا"۔

پچیسواں ۲۵ درس

۲۵ جمادی الاولےٰ	قولُ اللهِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ (نساء ۵۹)

ترجمۂ آیت: اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرو، اس کے حکموں پر چلو۔ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اور جو تمھارے امیر ہوں ان کا کہنا مانو۔ پھر اگر تم کسی معاملہ میں نزاع اور اختلاف میں پڑ جاؤ تو اس میں اللہ اور رسولؐ (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ اگر اللہ تعالےٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، تو یہی طریقہ بہتر اور انجام میں اچھا ہے۔

تشریح: آج کی آیت زیر درس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر ایمان ہی کی نسبت سے مخاطب فرماتے ہوئے اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور امیر المومنین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ صرف اہل ایمان کو کیوں مخاطب فرمایا گیا ہے، اہل کفر کو کیوں مخاطب نہیں فرمایا؟ کیونکہ اہل کفر تو اپنی روحانی موت کی وجہ سے بمثل مردہ کے ہیں، کسی بات کو سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے جیسی زندگی چاہیئے وہ انھیں حاصل ہی نہیں ہے۔ جس کا کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ صرف کلمۂ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان اور اس کا اقرار تو

ان سے ہو ہی نہیں سکا تو یہ دوسری باتوں پر عمل کیسے کر سکتے ہیں جن میں انھیں کچھ کرنا بھی پڑتا اور کچھ چھوڑنا بھی پڑتا۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ خدا و رسولؐ کی فرمانبرداری کیلئے جو حیات روحی درکار ہے یہ اس سے محروم ہیں۔ اس لئے انھیں دوسرے احکام میں مخاطب ہی نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف اہل ایمان کو خطاب فرما کر حکم دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی (دل سے پوری پوری) فرمانبرداری کرو۔ اور تم میں سے جو تمھارے صاحب اختیار امیر و حاکم ہوں ان کا بھی کہنا مانو (بشرطیکہ ان کا حکم خدا و رسولؐ کے حکم کے خلاف نہ ہو) یعنی جن باتوں اور جن کاموں کو اللہ اور رسولؐ نے تم پر فرض یا واجب کیا ہو ان پر ضرور عمل کرو۔ اور جن باتوں اور جن کاموں کو حرام کیا ہے یا مکروہ تحریمی قرار دیا ہو ان سے پرہیز کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے مندوبات پر بھی عمل کرو اور مکروہات سے بچتے رہو مندوب کے ترک میں گناہ نہیں ہے۔ مگر اس میں بھی شرط یہ ہے کہ دل میں اس سے کراہیت و نفرت اور بے رغبتی و اعراض نہ ہو (کہ یہ صورت خطرناک اور معصیت ہے۔ اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد "اُولی الامر" صاحبِ اختیار حاکم کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جس میں یہ شرط بھی ہے کہ "اُولی الامر" کا حکم حدودِ شریعت میں واجب التعمیل ہے۔ خلاف شریعت امر میں کسی کی بھی اطاعت نہ کی جائے گی نہ اولی الامر کی اطاعت ہو گی نہ باپ کی اطاعت ہو گی، نہ استاد اور پیر کی اطاعت ہو گی۔

بعد میں یہ حکم دیا گیا کہ جب تم لوگوں میں کسی معاملہ میں نزاع و اختلاف ہو جائے تو اسے کتاب و سنت کی طرف لوٹا کر کتاب و سنت کے ذریعہ فیصلہ کرو یہی بات بہتر ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب معمول)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ خدا و رسولؐ کی اطاعت ہر حال میں واجب وضروری ہے۔ آمر میں بھی، نہی میں بھی۔ خوشی میں بھی، غم اور ناگواری کی حالت میں بھی اطاعت ضروری ہے اور یہی حکم مسلمان حاکم کیلئے بھی ہے مگر شرط وہی ہے کہ اس کا حکم حدود شریعت ہی میں مانا جائیگا۔

۴۔ اپنے مخاطب سامعین کو بتا دیجئے کہ مسلمانوں میں باہم جب کسی معاملہ میں نزاع اور اختلاف ہو جائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسی صورت میں کتاب وسنت (قرآن وحدیث) کے مطابق اس نزاع کا فیصلہ کریں اور جو فیصلہ سامنے آئے اسے بسر وچشم بطیب خاطر تسلیم کرلیں۔ کیونکہ ان کے ایمان کا یہی تقاضا ہے اور اس کا انجام ان کے لیئے دنیا وآخرت میں اچھا ہی ہوگا۔ اس پر انھیں بہترین اجر وثواب ملے گا۔

چھبیسواں درس

حدیث شریف: (فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ) اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبْشِیٌّ کَاَنَّ رَاْسَہٗ زَبِیْبَۃٌ۔

ترجمۂ حدیث: بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ (اے لوگو!) اپنے امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم بنا دیا گیا ہو جس کا سر اتنا چھوٹا ہو جیسے سوکھا انجیر یا سوکھا انگور ہوتا ہے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے مسلمان حاکم جو کچھ تم کو حکم دیں یا جس بات سے تم کو منع کریں تو ان کی باتیں سنا کرو اور ان کی اطاعت کیا کرو۔ لیکن دوسری حدیثوں میں آپؐ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے معاملہ میں کسی کی بھی اطاعت نہ کی جائے گی۔ یہ اطاعت ناجائز ہے۔ اس لئے یہاں بھی ان دوسری حدیثوں کی وجہ سے یہی مطلب لیا جائے گا کہ مسلمان حاکم کی اطاعت شریعت کی حدیں رہے گی۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمادیا کہ (امیر المومنین کے علاوہ، کیونکہ امیر المومنین تو قبیلہ قریش کا ہونا چاہیئے جیسا کہ صاحب مجمع بحار الانوار نے حدیث کا مطلب بیان فرمایا ہے) اگر کوئی حبشی غلام بھی تمہارا حاکم بن جائے جو بہت ہی بدصورت اور بدشکل ہو، کشمش جیسا چھوٹا سا اس کا سر ہو تو بھی تم لوگ اسکی اطاعت کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مقصد اطاعتِ امیر کی تاکید ہے کہ جہاں تک جائز ہو امیر کی اطاعت کرنا، اس کا کہنا سُننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے کہ نظام عالم اور نظام حکومت اسی طرح برقرار رہ سکتا ہے ورنہ دنیا میں انارکی اور افراتفری پھیل جائیگی، فتنہ وفساد برپا ہو جائیگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب سابق)

۳۔ اپنے مخاطبین کو بتائیے کہ قرآن وحدیث کی رو سے حاکمِ وقت (امیر المومنین) کی اطاعت ضروری ہے اس کا ترک ناجائز وحرام ہے کہ نظام حکومت درہم برہم ہو جائیگا اور ہر جگہ فتنہ وفساد برپا ہو جائیگا، لوگوں کے مال وجان محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ امیر کی اطاعت اسی حد تک واجب ہے جبتک خدا اور رسولؐ کی معصیت اور نافرمانی نہ ہوتی ہو، کیونکہ حدیث شریف میں صاف ارشاد ہے "لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ" اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی صورت میں کسی بھی مخلوق کی فرمانبرداری نہ ہوگی چاہے کوئی بھی ہو۔ ماں باپ ہوں، استاد و پیر ہوں یا کوئی حاکم ہو۔

۵۔ اپنے مخاطبین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں قابل اعتبار بات یہ ہے کہ بندۂ مومن خدا ورسول کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ خاندانی شرف قیامت میں کام نہ آئیگا (یہ تو صرف دنیا ہی میں تعارف کا کام دیتا ہے جس کے ذریعہ سے رشتہ داریاں قائم بھی ہوتی ہیں اور پرانی رشتہ داریوں کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔)

ستائیسواں درس

۲۷ر جمادی الاولیٰ | قول اللہ تعالیٰ عز وجل | درس قرآن مجید

آیت شریفہ : قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ○

(مریم ۲۳ - ۲۵)

ترجمۂ آیت : (حضرت مریم نے لیٹنے سے) کہا، کاش! میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور (لوگوں کی یاد سے) بھولی بسری ہوچکی ہوتی۔ اتنے میں (اسی فرشتہ نے وادی کے نچلے حصے سے) آواز دی کہ رنجیدہ نہ ہو، تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک (نہر یا) چشمہ جاری کردیا ہے۔ اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تروتازہ کھجوریں گرادے گا۔ اب (چین سے) کھا پی لے اور (بچہ سے) اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔

تشریح : یہ آیات سورۂ مریم کی ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا بیان کیا گیا ہے "يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا" (کاش میں اس وقت سے پہلے مرہی گئی ہوتی اور بھولی بسری ہوچکی ہوتی کہ یہ بظاہر بدنامی کی صورت سامنے نہ آتی) اللہ تعالیٰ نے اس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے وہ جذبات وخیالات ظاہر فرمادیئے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلاف عادت بغیر باپ کی پیدائش کی وجہ سے ان کے دل میں آرہے تھے۔ انھیں اس صورت واقعہ کی وجہ سے سخت

رسوائی اور بدنامی کے اندیشے سے بڑی شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا کہ موت کی تمنا تک کرنے لگیں۔ کیونکہ یہ صورت بالکل عجیب سامنے آگئی تھی کہ ان کے پیٹ سے (بغیر باپ کے) بچہ کی پیدائش ہونے جا رہی تھی۔ موت کی تمنا ویسے تو جائز نہیں ہے لیکن حضرت مریم کے ساتھ جو صورت ہوئی تھی وہ اس کی حقیقت سے بالکل بے خبر تھیں اس میں ان کے اختیار کو مطلق دخل بھی نہ تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب قدرت خداوندی کا کرشمہ تھا۔ انھیں یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ اس صورت واقعہ کی وجہ سے نہ صرف ان کی عصمت و عفت اور پاکیزگی پر بٹہ لگے گا بلکہ اس کی وجہ سے پورا دین دار طبقہ بدنام ہو جائے گا۔

آیت شریفہ کا جو ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے اردو کے مفسرین و مترجمین کے عام ترجمہ کے مطابق لکھا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وادی کے نچلے حصہ سے آواز دی تھی لیکن مصنف کتاب شیخ جزائری نے آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ حضرت مریمؑ کو یہ ندا ان سے پیدا ہونے والے بچے حضرت عیسیٰؑ ہی نے دی تھی۔ آیت کے الفاظ میں گنجائش اس مفہوم کی بھی پائی جاتی ہے۔ ممکن ہے یہی صورت ہوئی ہو۔

مربّی کیلئے ہدایات

(۱۔ اور ۲۔ حسب معمول سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا معاملہ بھی خلافِ عادت و خلافِ معمول ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کو نظر میں رکھتے ہوئے سمجھا جا سکتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ماں باپ دونوں ہی کے بغیر ہو گئی اور حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش صرف مرد سے ہو گئی، عورت کا واسطہ نہیں رہا۔ تو یہ تیسری صورت بھی کیوں غیر ممکن کہی جائے جسمیں عورت موجود تھی مگر مرد کا واسطہ نہ تھا۔ یہ تینوں ہی صورتیں عام عادت کے خلاف ہیں۔ اگر ممکن ہیں تو تینوں ہی ممکن اور قابل تسلیم ہیں۔ ان میں سے دو کو ممکن سمجھنا اور ایک کو غیر ممکن سمجھنا عقل کے نقصان کا پتہ دیتا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ موت کی تمنا اگر کسی ایسی صورت میں ہو جو صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں ہو۔ بندے کا کوئی دخل و اختیار نہ ہو تو ایسی تمنائے موت ناجائز و حرام نہ ہوگی۔ اور اگر یہ تمنا کسی انسانی فعل کیوجہ سے اور اپنے آپ کو رنج والم سے بچانے کیلئے کی جائے تو یہ تمنا حرام ہے۔

۵۔ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے جن معجزاتی تفصیلات کو قرآن مجید میں ذکر کیا ہے وہ تفصیلات سنائیے کہ کس طرح انکی پیدائش ہوئی اور اپنے پلنے ہی میں وہ کس طرح بولے اور کیا باتیں کیں۔؟

اٹھائیسواں درس

۲۸ رجمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ۔ (رواہ البخاری)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں کوئی شخص موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید اور بھی نیک کام کر سکے اور اگر بدکار ہے تو شاید برائی سے توبہ کر کے مستحق نجات ہو جائے۔

تشریح: یہ حدیث شریف بالکل صاف اور واضح طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمنائے موت کی ممانعت و حرمت بیان کر رہی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی وجہ سے کسی صاحب ایمان کے لئے موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ کاش میں مر گیا ہوتا، یا یہ کہ کاش میں مر جاؤں۔ یا یوں کہے کہ اے اللہ! مجھے اسی وقت تو موت دیدے۔

اس حدیث کے پیش نظر پچھلے سبق میں حضرت مریم علیہا السلام کی جو تمنائے موت قرآن مجید نے نقل کی ہے اسے سمجھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس کے متعلق درس سابق کی ہدایات میں کچھ بتایا جا چکا ہے۔ اور اب کچھ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی یہ تمنا ان کے اپنے کسی کام کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کا تعلق تو اللہ تعالیٰ ہی کے فعل و اختیار سے تھا اور اس پر ایسی تمنا درست ہے

بہت سے صحابہ رضؓ اور بزرگان دین نے اس قسم کی تمنا کی ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا، یا کاش میں انسان نہ ہوتا، گھاس اور جانوروں کا چارہ ہوتا کہ جانور مجھے کھالیتے اور میں دنیا میں نہ رہ جاتا۔

اس کے بعد حدیث شریف میں تمنائے موت نہ کرنے کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ موت کی تمنا اس لئے نہ کرنی چاہیئے کہ اگر وہ شخص نیکوکار اور صلاح کار ہے تو آئندہ زندگی میں اور اچھے کام کرکے جنت میں اور عمدہ ٹھکانے کا مستحق ہو جائے گا۔

اور اگر خدا نخواستہ خدا نخواستہ وہ شخص بدکار اور گنہگار ہے تو اب بھی اس کیلئے یہ تو ممکن ہی رہے گا کہ خدا تعالے کی بارگاہ میں رجوع و توبہ کرکے اپنے گناہ معاف کرالے اور آئندہ زندگی میں نیکوکار ہو جائے۔ اللہ تعالے کے بہت سے مقبول اور ولی بندے پہلے نیک نہ تھے مگر آخر بہت بزرگ ہو کر دنیا سے گئے۔ اس لئے ہر دو صورت میں تمنائے موت بالکل ہی غلط و نادرست اور خلاف عقل ٹھہرتی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱ و ۲ حسب معمول سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اگر کوئی مسلمان ایسے وقت میں کہ دنیا میں ایسے فتنے اور فساد ہورہے ہوں جو دین کے لحاظ سے خطرناک ہوں، ایسے فتنوں کی وجہ سے یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے بچانے کیلئے مجھے دنیا سے اٹھالے، تو اس قسم کی تمنا جائز ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک دنیا میں اس درجہ بے دینی نہ پھیل جائے گی کہ ایمان والا اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرے گا تو یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ کاش میں بھی اپنے اس بھائی کی طرح مرگیا ہوتا۔ یا اس بھائی کے بجائے میں مرگیا ہوتا۔

۴۔ اپنے سامعین کو نیکوکاری کی ترغیب دیجئے اور بدکاری سے بچنے کی تاکید کیجئے۔ اچھی بات یہی ہے کہ نیک کام کرنے والا اپنی نیکی میں اضافہ کرتا رہے اور برے کام کرنے والا بُرے کاموں میں کمی کرتا رہے اور اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا رہے۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا امیدوار بنے رہنا بھی عبادت ہے اور اللہ کی رحمت سے ناامید و مایوس ہوجانا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھیں۔ آمین!

انتیسواں ۲۹ درس

۲۹ جمادی الاولیٰ	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

(نساء ۱۳-۱۴)

ترجمۂ آیت: یہ (احکام میراث جو بیان ہوئے) اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے اللہ تعالیٰ انھیں ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ لوگ ہمیشہ ان باغوں میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے اور اس کی حدود سے تجاوز کریں گے، اللہ تعالیٰ انھیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اس کیلئے ذلّت والا عذاب ہوگا۔

تشریح: آیت زیر درس میں پہلا لفظ "تلک" اسم اشارہ ہے۔ یہ اشارہ ان احکام میراث کیلئے ہے جو اس آیت سے پہلے اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ ان ہی کو اللہ تعالیٰ نے حدود فرمایا ہے جو اس نے اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمادی ہیں کہ بندے ان حدود سے تجاوز نہ کریں، انکی پابندی کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ سچا وعدہ

بیان فرمادیا ہے کہ اللہ کے جو بندے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کریں گے، ان کے احکام پر عمل کریں گے کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اسے ادا کریں گے اور جن باتوں سے روکا گیا ہے اس سے پرہیز کریں گے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ایسے باغوں میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے، وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ ورسول کے مثبت ومنفی ہر دو قسم کے احکام کی پابندی کرتا ہے (کرنے کے کام کرتا ہے، نہ کرنے کے کاموں سے دور رہتا ہے) تو اس کے نتیجہ میں بندے کا نفس ہر قسم کی آلودگی وگندگی سے بالکل پاک وصاف ہوکر داخلۂ جنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ کیونکہ داخلۂ جنت کے لئے یہی بنیادی شرط ہے کہ نفس انسانی ہر طرح کی کدورت سے پاک وصاف ہو، اور ظاہر ہے کہ داخلۂ جنت ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اور اس کے بعد نافرمان کے متعلق بتادیا کہ جو شخص خدا تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائیگا، کیونکہ اس کے معاصی اور بدکاری کی زندگی کی وجہ سے اس کا نفس بالکل گندہ اور آلودہ ہے اور دخول جنت کی بنیادی شرط طہارت نفس ہے اس لئے وہ بغیر حصول طہارت جنت میں نہ جائیگا۔ اگر شرک نہیں کیا ہے تو دوزخ میں تپ کر صاف ہوجانے کے بعد داخلۂ جنت ممکن ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب دستور سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو یاد دلا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے کچھ حدیں مقرر فرما دی ہیں جن سے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح اس نے کچھ فرائض مقرر فرما دیئے ہیں جن کی ادائیگی اور بجا آوری ضروری ہے فرماں برداروں کیلئے بہترین جزا جنت ہے اور نافرمانوں کی بڑی بری سزا دوزخ ہے۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان مقرر کردہ حدود کو جاننا اور ان کا علم رکھنا اور اسی طرح اس کے فرائض و واجبات وغیرہ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ جاہل شخص کے لئے جو اس کا علم نہ رکھتا ہو اللہ و رسول کی اطاعت ممکن نہ ہو گی، اس لئے علم دین کا حاصل کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اور کسی صاحب ایمان کے لئے یہ بات جائز ہی نہیں ہے کہ وہ دین کی ضروریات سے جاہل رہے۔

تیسواں درس

۳۰؍ جمادی الاولیٰ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّاْبٰی؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔ (رواہ البخاری)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہو جائے گی۔ البتہ جو لوگ انکار کریں گے (وہ داخل نہ ہونگے) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ انکار کون لوگ کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ میرا کہنا مانیں گے وہ جنت میں داخل ہوں گے اور جو نافرمانی کریں گے وہ (زبانِ حال و عمل سے) انکار کر رہے ہوں گے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں آرہے ہوئے لفظ ''اُمّت'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی لائی ہوئی جملہ تعلیمات پر (یعنی توحید، رسالت، عبادات و شرائع پر اور مرنے کے بعد دخولِ جنت و دوزخ پر اور یوم قیامت پر) ایمان رکھتے ہوں، کیونکہ اہل ایمان کی روحیں جنت میں ہیں اور کفار کی روحیں دوزخ میں ہیں۔ اور قیامت میں یہ روحیں ہر ایک کے بدن میں ڈال دی جائیں گی۔ اس کے بعد اہل جنت اپنے جسم و روح کے ساتھ داخلِ جنت ہوں گے اور اہل دوزخ اپنے جسم و روح کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اس حدیث شریف میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کے

داخلِ جنت ہونے کی بات فرمادینے کے بعد جب "اِلَّا مَنْ اَبٰی" فرمادیا کہ مگر جو لوگ انکار کریں گے وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔ اور انھوں نے پوچھا کہ جنت میں جانے سے بھلا کون (پاگل اور احمق) انکار کرے گا؟ تو آپ نے فرمادیا کہ جو میری اطاعت کرے گا تو وہ جنت میں جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ اپنے عمل سے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ جنت میں جانا ہی نہیں چاہتا، ورنہ وہ نافرمانی کیوں کرتا۔

اس سلسلہ میں یہ نکتہ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ داخلۂ جنت کی بنیادی شرط تزکیۂ اخلاق اور طہارت قلب ہے، جو اطاعتِ خدا ورسول اور تقوی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ شمس میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وقد خاب من دسّٰها" (وہی کامیاب ہوگیا جس نے تزکیۂ نفس کرلیا اور وہ ہلاک ہوگیا جس نے نفس کو آلودہ اور گندہ کرلیا) لہٰذا معصیتِ خدا ورسول کا مرتکب اپنی آلودگیٔ نفس اور خباثتِ قلب کی وجہ سے جنت سے محروم اور دوزخ کا مستحق قرار پائے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱، و ۲ حسب معمول وحسب دستور سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ جنت کا داخلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل ومکمل اطاعت پر موقوف ہے (جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان صدقِ دل سے مذہب اسلام قبول کرے اور اسلام کی پوری شریعت کو قابل عمل مانتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو، اسلامی عقیدے، اسلامی احکام، اسلامی اخلاق اختیار کرے۔)

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ اطاعت خدا اور اطاعتِ رسول ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ جو رسول کی اطاعت کرے گا وہ وہ خدا تعالےٰ کی اطاعت بھی کرے گا، اسی طرح جو خدا تعالےٰ کی اطاعت کرے گا اسے اطاعتِ رسول بھی کرنا ضروری ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کے دلوں میں یہ حقیقت بھی بٹھا دیجئے کہ خدا تعالےٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی سے تزکیۂ اخلاق اور صفائی قلب ہوتی ہے اور یہی دخولِ جنت کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کے سوا داخلۂ جنت کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ ~

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید مپندار سعدی کہ راہِ صفا تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

پیمبر کے رستے سے جو ہٹ گیا وہ گم کردہ منزل بھٹکتا رہا سمجھ لو یہ رومی کہ راہِ صفا مقرر ہے بس بر رہِ مصطفےٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم ۹ شعبان ۱۴۲۰ھ ۲۱ ۹ ۱۹۹۹ء

پہلا درس

یکم جمادی الثانیہ	قولُ اللہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ○ (نور-۳۲)

ترجمۂ آیت: تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے آج کی آیت زیر درس میں اپنے ان تمام مومن بندوں کو جو شہروں میں اور دیہاتوں میں آباد ہیں انھیں دنیوی زندگی اس طرح گزارنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی پاکیزگی و طہارت اور اپنی نیکوکاری و صلاح اور اپنے ملی اتحاد اور اجتماعی قوت کو ترقی کے ساتھ برقرار رکھ سکتے ہیں اور اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تم سب اپنے معاشرہ کا جائزہ لو اور جو لوگ (خواہ مرد ہوں یا عورت) کنوارے اور بے نکاحے معاشرے میں موجود ہوں ان کی شادیاں کرا دو کہ معاشرہ میں کوئی بے نکاحا اور غیر شادی شدہ باقی نہ رہے۔ جو بھی شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کی شادی کرا دو۔

آیت شریفہ میں "ایامیٰ" کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ ہر اس شخص کیلئے

بولا جائے گا جو غیر شادی شدہ ہو۔ چاہے ابھی کنوارہ ہی ہو یا شادی کے بعد اس کا جوڑا نہ رہ گیا ہو۔

آیت شریفہ میں "وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ" فرما کر بات صاف کر دی کہ یہ حکم صرف آزاد مرد و عورت کیلئے نہیں ہے، بلکہ غلاموں اور باندیوں کے لئے بھی ہے۔ ان میں بھی جو غیر شادی شدہ ہو اس کی شادی کرا دو، کہ ایسے لوگوں کو بغیر شادی رہنے میں بد اخلاقی معاشرہ میں پھیل جانے کا خطرہ پایا جاتا ہے جو سب کا اجتماعی جرم ہوگا اور قابل مواخذہ ہوگا۔

اس صورت میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر یہ لوگ مفلس و نادار ہوں۔ خود اپنے کھانے کیلئے روزی میسر نہیں ہے تو اپنے جوڑے کیلئے کہاں سے لا کر کھلائیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں اس کا جواب پہلے ہی دے دیا کہ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (اس حکم کی تعمیل پر نظر فرماتے ہوئے) انھیں اپنے فضل سے غنی، صاحب استطاعت بنا دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو رزق میں کشادگی پر قادر ہے اور اسے (اپنے بندوں کی جملہ حوائج و ضروریات کا بھی) علم ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب دستور سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ لڑکی کا نکاح ولی کے بغیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ آیت زیر درس میں اللہ تعالیٰ نے امر "وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی" فرمایا ہے جس میں عورتوں کے ولی مخاطب ہیں۔ عورتوں کے نکاح کا حکم عورتوں کے ولی کو دیا گیا ہے۔ اور اگر کسی عورت کا کوئی ولی زندہ موجود نہ ہو تو مسلمان حاکم و امیر اور

بادشاہِ وقت ولی ہوگا۔ اور اگر نہ تو ولی موجود ہے اور نہ مسلمان حاکم ہے تو خاندان کے دیندار معاملہ فہم لوگ ولی ہوں گے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ بداخلاقی اور بے حیائی کا خطرہ زبردست خطرہ ہے جس سے اسلامی معاشرہ اور مسلم سماج تباہ وبرباد ہوجاتا ہے۔ اس لئے غیر شادی شدہ لوگوں کا نکاح عام طور پر اگر زیرِ عمل آجائے گا تو وہ اس خطرہ کے لئے رکاوٹ بن جائے گا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے آیت زیر درس میں طریقۂ نکاح کو عام کرنے کا حکم دیا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ زنا حرام تو سب ہی لوگوں پر بالکل یکساں ہے چاہے وہ آزاد ہو یا غلام ہو۔ لیکن شریف و آزاد اور غلام کی سزاؤں میں فرق ہے۔ غلام کو کوڑے مارے جائیں گے اور آزاد بیاہے سنگسار کئے جائیں گے اور آزاد کنواروں کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور غلام کو پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔

۶۔ اپنے سامعین کو یہ ضروری بات بتا دیجئے جس سے لوگ عام طور پر ناواقف ہیں کہ آیت زیر درس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ بستی کے لوگوں کے ذمہ یہ بات واجب ہے کہ بستی اور محلے کے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرانے کی کوشش کرتے رہا کریں۔

دوسرا درس

۲۱ ارشادی الثانیہ	قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	درس حدیث شریف

حدیث شریف: یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: اے جوان لوگو! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی استطاعت وحیثیت رکھتا ہو تو اسے شادی کر ہی لینی چاہیئے، کیونکہ شادی نگاہوں کو اور شرمگاہ کو پاکیزہ رکھتی ہے۔ اور جو شخص شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ (کثرت سے) روزے رکھے۔ کہ یہ روزہ شہوت کو ختم کردیتا ہے۔

تشریح: آج کی زیر درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت مسلمہ کے جوانوں کو مخاطب فرمارہے ہیں۔ یہ خطاب امت کے تمام جوانوں کو ہے، وہ کہیں کے بھی رہنے والے ہوں اور کسی زمانے کے ہوں۔ ہر جوان کو نصیحت ورہنمائی فرماتے ہوئے انھیں اس بات کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ اے جوانو! تم میں سے جو شخص بھی شادی کی ذمہ داریوں اور اس کی ضرورتوں کو برداشت کرسکتا ہو تو اسے چاہیئے کہ نکاح ضرور کرلے۔ کیونکہ شادی کی وجہ سے پھر نگاہیں اِدھر اُدھر اوپر نہیں اُٹھتیں بلکہ نیچی ہی رہتی ہیں۔ اور یہ نکاح شرمگاہ کو بھی گناہ سے بچائے رکھتا ہے۔

اور جو شخص جوان ہو اور شادی کی حیثیت نہ رکھتا ہو تو اسے روزے

کثرت سے رکھنے چاہئیں۔ یہ روزے ہی اس کی نفسانی خواہش کو ختم کردیں گے۔

بداخلاقی سے بچنے کا مؤثر طریقہ نکاح ہے۔ محض ذکر اذکار اور نماز وتلاوت قرآن سے یہ مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ خواہش نفسانی اور شہوت کا علاج یا تو نکاح کے ذریعہ ہو سکتا ہے، اور نکاح کی حیثیت نہ ہو تو پھر روزوں کی کثرت سے خواہش نفسانی ختم ہوتی ہے۔

لہذا جوان آدمی کو یا شادی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیئے۔ اور اگر شادی کی حیثیت نہ ہو تو کثرت سے روزے رکھے تاکہ خواہش نفسانی بالکل ہی مردہ ہو جائے۔ روزے سے یہ غرض حاصل ہو جاتی ہے۔

مربی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب معمول سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ گزشتہ درس میں قرآن مجید نے جس حکم کو ہر غیر شادی شدہ مسلمان کے لئے بتایا ہے، حدیث زیر درس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے لئے جوانوں کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے۔ جس کی وجہ ظاہر ہے کہ جوانوں میں جنسی خواہش ادھیڑ عمر کے لوگوں اور بوڑھوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اور ایک دوسرے پہلو سے بھی اسے سمجھا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ بوڑھے لوگ عام طور پر عبادتگذاری اور فرماں برداری کی وجہ سے نفسانی خواہشات پر قابو یافتہ ہوجاتے ہیں

اس لئے ان کے مقابلہ میں جوان لوگ جن کو عبادت کی زندگی اختیار کئے ہوئے ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا ہے اس لئے انھیں اپنی نفسانی خواہشات کو دبانے اور مغلوب کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو نکاح وشادی کے فائدے بتایئے اور یاد دلایئے بتایئے کہ محض ذاتی طور پر پاکدامن رہنے کے مقابلہ میں شادی شدہ ہونا اور پاکدامن رہنا زیادہ فائدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ شادی شدہ شخص کی پاکیزہ اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت گذار ہوئی تو اسے ان کا ثواب بھی ملے گا۔

۵۔ اپنے سامعین کو روزے کے فائدے بھی بتایئے کہ روزہ سے کیسے کیسے فائدے جسمانی وروحانی حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے بڑا فائدہ تو پاکدامنی ہوتا ہے اور یہ پاکدامنی جوان شخص کیلئے بہت ہی بڑا کمال ہے جو روزے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

تیسرا درس

۳؍ جمادی الثانیہ	قولُ اللّٰہِ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ، ۲۳۲)

ترجمہ آیت: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دیدو اور عورتیں اپنی عدت پوری کر چکیں، تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے نکاح کر لیں، جبکہ باہم سب رضامند ہو جائیں قاعدے کے موافق۔ اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ اس نصیحت کا قبول کرنا تمھارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ (تمھاری مصلحتوں کو) جانتے ہیں، تم نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اس مطلقہ سے متعلق ایک حکم بیان فرمایا ہے جسے طلاق رجعی دی گئی تھی، مگر عدت میں رجوع نہ ہونے کی وجہ سے طلاق بائنہ ہو گئی اور پہلا نکاح ختم ہو گیا ہے۔ اب وہ مطلقہ اگر دوبارہ اسی پہلے شوہر ہی کے پاس رہنا چاہتی ہے تو اس کے متعلق آیت زیر درس میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر وہ دونوں میاں بیوی باہم رضامند ہوں اور شوہر میں کوئی خرابی بھی نہ ہو تو

یوںہی بلاوجہ بیوی کو اس پہلے شوہر ہی سے دوبارہ نکاح کرنے سے تمھیں منع نہ کرنا چاہئے۔ اور خدائے تعالیٰ کے اس حکم سے (کہ ایسی عورت کو پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے سے تم لوگ منع نہ کیا کرو) وہ لوگ نصیحت حاصل کریں گے اور وہی لوگ اس پر عمل کریں گے جو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ فرماں برداری تمھارے دلوں کی زیادہ پاکیزگی کا سبب بنے گی اور اس کی وجہ سے تمھارا معاشرہ زیادہ صاف ستھرا اور پاکیزہ رہے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں کہ وہ مطلقہ عورت اسی پہلے شوہر ہی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اور وہ شوہر بھی اسے رکھنا چاہتا ہے، اور تم لوگ انھیں ایک ساتھ رہنے سے روکو گے تو اندیشہ رہے گا کہ وہ دونوں چھپ کر خفیہ طور پر اپنے تعلقات قائم رکھیں اور مبتلائے زنا ہو جائیں۔ اس لئے مطلقہ عورت جب اسی شوہر کے پاس رہنا چاہے اور وہ شوہر نامناسب بھی نہ ہو تو عورت کو روکنا نہ چاہئے۔

Scanned with OKEN Scanner

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب دستور عمل رکھیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ مطلقہ رجعیہ کی عدت طلاق جب پوری ہو جاتی ہے تو شوہر کو حق رجعت باقی نہیں رہ جاتا، نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر دونوں پھر ایک ساتھ رہنا چاہتے ہوں تو ایسی صورت میں عورت کو روکا نہ جائے لیکن نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ اللہ تعالٰی کے جملہ احکام (امر و نہی) کی بجاآوری سے نفس انسانی کا تزکیہ ہوتا ہے اور اسکی وجہ سے معاشرہ بھی صاف ستھرا اور پاکیزہ رہتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے احکام (امر و نہی) کی نافرمانی کرنے سے نفس انسانی بھی فاسد ہوتا ہے اور معاشرہ بھی گندہ و پراگندہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یاد دلا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھنے سے خدا و رسولؐ کے جملہ احکام کی پابندی آسان ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان دو باتوں پر ایمان کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ نجات کیلئے ایمان بالرسول کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے ہر حکم پر ایمان لایا جائے۔ اور اللہ تعالٰی نے جہاں اپنی ذات پر ایمان لانے کو کہا ہے، رسول پر بھی ایمان لانے کا حکم دیا ہے فرشتوں اور خدا کی کتابوں پر بھی ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ قیامت اور تقدیر پر بھی ایمان لانے کو کہا ہے۔ لہٰذا نجات کے لئے جملہ ایمانیات پر ایمان لانا ضروری ہے۔

چوتھا درس

۱۴ رجمادی الثانیہ | قولِ مُعْقَلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: زَوَّجْتُ أُخْتًا لِي مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا حَتّٰى إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ يَخْطُبُهَا فَقُلْتُ لَهُ: زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا. لَا وَاللّٰهِ لَا تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ وَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُرِيدُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْآيَةَ (فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ) فَقُلْتُ الْآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ (رواہ البخاری)

ترجمۂ حدیث: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص سے کردی جس نے اسے (میری بہن کو) طلاق رجعی دیدی (اور عدت میں رجوع بھی نہیں کیا) یہاں تک کہ جب اس کی عدت گزر گئی تو آیا اور (دوبارہ) نکاح کا پیغام دیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے (اپنی بہن کے ساتھ) تیری شادی کردی اور تیرے لئے بستر لگا دیا اور میں نے تیرا اعزاز و اکرام کیا اور تو نے (ان باتوں کو نظر انداز کردیا) اسے طلاق دیدی۔ پھر اب تو اسے پیغام دینے آیا ہے خدا کی قسم، وہ تیرے پاس اب کبھی نہ جائے گی۔ حالانکہ اس آدمی میں کوئی برائی نہ تھی اور وہ عورت اس کے پاس جانا چاہتی تھی، تو (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (فلا تعضلوھن) نازل فرمائی (یعنی عورت کو اپنی مرضی کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح

کرنے سے روکنے کو ممنوع قرار دیدیا۔ اس کے بعد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! اب تو میں اس کا نکاح اس سے کردوں گا۔ اور پھر اپنی بہن کی شادی اسی شخص سے کردی۔

تشریح: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی حقیقی بہن کی شادی ایک شخص سے کردی۔ اس شخص نے کچھ دنوں بعد اسے طلاق دیدی اور رجوع بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ پوری عدت گزر گئی، تب وہ دوبارہ نکاح کا پیغام دینے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے اپنی بہن تجھ کو بیاہ دی۔ تیرے لئے اپنے گھر میں بستر بچھایا اور تیرے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آیا۔ اور تو نے یہ کیا کہ اسے طلاق دیدی۔ اور پھر نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم، میری بہن تیرے پاس کبھی نہ جائیگی۔ حالانکہ اس آدمی میں کوئی برائی نہ تھی اور اس کی بیوی بھی دوبارہ اس کے پاس جانا چاہتی تھی، مگر چونکہ اس کی طلاق انھیں بہت ناگوار گزری تھی اسلئے انھوں نے قسم کھا کر دوبارہ شادی کرکے بھیجنے سے انکار کردیا۔ لیکن چونکہ وہ آدمی بظاہر برا نہ تھا اور اس کی بیوی بھی دوبارہ اس کے پاس جانے پر راضی تھی، تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ایسی صورت میں عورت کو اس کی مرضی کے خلاف روکنا نہ چاہیئے۔

چنانچہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی سمجھ لیا اور قائل ہوگئے کہ اس کی شادی اس شخص سے کردینی چاہیئے، اور وہ شادی کردی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱ و ۲ حسب دستور سابق)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ مطلقہ رجعی (جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو) اس کی عدت جب پوری ختم ہو جائے (اور دوران عدت رجوع نہ کیا گیا ہو) تو اب وہ پہلے شوہر کے ساتھ نکاح جدید کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس "نکاح جدید" میں بھی وہ سب باتیں ضروری ہیں جو نکاح اول میں ہوتی ہیں (یعنی یہ نکاح بھی ولی کی اجازت سے ہو، نکاح کا مہر بھی پھر مقرر کیا جائے، گواہوں کی موجودگی میں ہو، اور انہی مقررہ الفاظ سے ہو کہ ماضی کا صیغہ بھی ضرور استعمال ہو۔ مثلاً شوہر بیوی کے ولی سے کہے کہ فلاں عورت سے میرا نکاح کردو ولی کہہ دے کہ میں نے فلانی کا نکاح تم سے کر دیا۔)

۴۔ اپنے مخاطب حاضرین کو بتادیجئے کہ عورت کا ولی جو کوئی بھی عورت کا باپ، دادا ہو، یا بھائی ہو، اس کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ مطلقہ عورت کو اس شوہر کے ساتھ دوبارہ شادی کرنے سے منع کرے جس کے پاس وہ پہلے رہ چکی ہے اور پھر جانے پر آمادہ ہے، اور اس شوہر میں کوئی برائی بھی نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

پانچواں درس

۵ رجمادی الثانیہ | قولُ اللهِ تعالیٰ عزّوجلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (بقرۃ ۲۲۸)

ترجمۂ آیت: اور ان عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے قاعدہ کے مطابق، اور (اتنی بات ضرور ہے کہ) مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست (حاکم) ہیں اور حکیم (بھی) ہیں۔

تشریح: اس آیت زیر درس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ (جس طرح مردوں کو عورتوں پر کچھ حقوق دیئے گئے ہیں اسی طرح) عورتوں کیلئے بھی کچھ حقوق ہیں. جو ان کے شوہروں کے ذمہ واجب ہیں۔ آیت شریفہ میں " بالمعروف " فرما کر بتایا گیا ہے کہ وہ حقوق وہی ہیں جو شریعت میں دونوں کے ذمہ ایک دوسرے کیلئے واجب کر دیئے گئے ہیں، اور اگر کوئی خلافِ شرع کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کی ادائیگی ان دونوں میں سے کسی پر بھی واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ خلاف شرع منکرات میں کسی قسم کی بھلی بھلائی نہیں ہوتی ہے، بلکہ منکرات تو بری ہی بری ہے اسمیں کوئی اچھائی نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا " وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ " یعنی عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کا کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اس درجہ کو قرآن مجید میں " قوّام " فرمایا گیا ہے، جسے اب ہم لوگ " سربراہ خانہ " (گھر کا ذمہ دار، نگراں اور خبرگیر وغیرہ) کہتے ہیں کہ مرد ہی کی ذات سے عورت اور دوسرے متعلقین کے رہنے، ان کے کھانے کپڑے کا

انتظام، ان کی دوا دارو اور ہر طرح سے انکی حفاظت اور دیکھ بھال وابستہ ہے۔

اسی قوّامیت کے درجہ نے مرد کو عورت کے مقام سے بلند کر دیا ہے۔ اور اسی جہت سے عورت مرد کے ماتحت ہو گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی اس ماتحتی کا ذکر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی کافر بیویوں کے بیان میں یوں فرمایا ہے: "كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ" کہ یہ دونوں عورتیں ہمارے دو نیک بندوں کے تحت تھیں۔

اس آیت شریفہ کے پیش نظر عورتوں اور مردوں میں مساوات اور برابری کا مطالبہ جیسا کہ آجکل کے نادان مغربیت زدہ لوگوں کا نظریہ اور شعار ہے، اس کا لغو اور بیہودہ ہونا اچھی طرح ظاہر ہے۔

آیت کا آخری فقرہ یہ ہے: "وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" یعنی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو حکم دینے میں پوری طرح غلبہ وقدرت رکھتا ہے۔ اور اپنی تشریع وقانون سازی میں وہ حکیم بھی ہے۔ لہذا وہ اپنے ہر امر اور ہر نہی میں کوئی نہ کوئی حکمت بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ اس کا کوئی حکم اور کوئی ممانعت حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کے بندوں کو اس کا ہر حکم اور ہر ممانعت بے چون وچرا مان لینی چاہیئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

ہدایات ۱ و ۲ حسب دستور سابق عمل کریں۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ عورتوں کے بھی کچھ حقوق ان کے شوہروں کے ذمہ ضروری ہیں جس طرح مردوں کے کچھ حقوق عورتوں کے ذمہ ضروری ہیں اور ان حقوق سے واقفیت رکھنا دونوں ہی کیلئے ضروری ہے۔ تاکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے جملہ حقوق پورے پورے اچھی طرح ادا کر سکے۔ اگر حقوق کی ادائیگی میں کمی اور کوتاہی رہے گی تو گنہگار ہوگا۔

۴۔ اس کے بعد اب انھیں ان دونوں کے یہ ضروری حقوق بتا دیجئے کہ مرد کے ذمہ عورت کے یہ حقوق ہیں: عورت کا نفقہ یعنی کھانا، پانی، لباس و پوشاک رات کو علیحدہ سونے کی جگہ دینا اور حق زوجیت کی ادائیگی کرنا (چار ماہ میں کم از کم ایک بار) اور رات کو عورت کے ساتھ گزارنا (یعنی چار راتوں میں سے ایک رات اوسطاً عورت ہی کے پاس گزارے۔)

۵۔ انھیں بتائیے کہ عورتوں کے ذمہ شوہر کے یہ حقوق ہیں:-

جائز باتوں میں شوہر کی فرماں برداری کرنا (ناجائز اور گناہ کی باتوں میں نہیں) شوہر کے مال اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جانا۔ اور جب بھی وہ اپنی خواہش پوری کرنا چاہے تو انکار نہ کرے۔

چھٹا درس

۲۶ جمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: فَلَا تَفْعَلُوْا فَاِنِّیْ لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِغَیْرِ اللّٰہِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا تُؤَدِّی الْمَرْاَۃُ حَقَّ رَبِّھَا حَتّٰی تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِھَا وَلَوْ سَاَلَھَا نَفْسَھَا وَھِیَ عَلٰی قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْہُ

(صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: (ایسا نہ کرو، کسی غیر اللہ کیلئے سجدہ جائز نہیں ہے) میں اگر کسی کو اجازت دیتا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، عورت اپنے پروردگار کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جبتک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرلے۔ اس کا شوہر اگر اسے چاہے اور وہ اونٹ کے کجاوہ پر بیٹھی ہو تو اس وقت بھی اسے اپنے اوپر قابو دے دینا چاہیئے (کہ وہ اپنی خواہش پوری کرلے۔)

تشریح: آج کا درس ایک طویل حدیث شریف کا ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تھی کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں بھی اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ ان کی یہ فرمائش سن کر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نہیں نہیں!) تم لوگ ایسا نہ کرو۔ آپ نے انہیں غیر اللہ کے سجدے سے منع فرما دیا۔ اور فرمایا کہ اگر میں غیر اللہ کے لئے کسی کو بھی سجدہ کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ عورت کیلئے سب سے بڑھ کر قابل تعظیم شخصیت شوہر کی ہے۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے مقام کی عظمت کو اس طرح قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس قسم سے مقصد اس حکم کی تاکید وضرورت ظاہر کرنا ہے جو اس قسم کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے۔ اس قسم کے بعد یہ بات فرمائی گئی کہ کوئی بھی عورت جبتک اپنے شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہ کرلے، وہ اپنے پروردگار حق تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہ کر سکے گی۔ یعنی جب تک وہ شوہر کے حقوق ادا نہ کرے اس کی نفل نمازیں، نفل روزے اور نفل صدقے خدائے تعالیٰ کے یہاں مقبول نہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے عورت کو نفل روزہ رکھنا اسی وقت درست ہے جب شوہر نفل روزے کی اجازت دیدے۔

اس کے بعد شوہر کا حق اس حد تک بتایا گیا کہ عورت اگر سواری پر ہو اور شوہر اسی حالت میں اس سے خواہش پوری کرنا چاہے تو عورت اسے اس کا موقع دیدے یہ بات بطور مثال بیان کی گئی ہے، مطلب یہی ہے کہ شوہر جس وقت اور جس حالت میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہے وہ انکار نہ کرے۔ ہاں اگر کوئی شرعی عذر یا بیماری ہو تو اس وقت مرد کو اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات نمبر ۱، ۲ حسب دستور سابق عمل کریں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتادیں کہ جس طرح غیر اللہ تعالےٰ کیلئے سجدہ حرام ہے اسی طرح غیر اللہ کے لئے رکوع کرنا یا رکوع کی طرح جُھکنا بھی جائز نہیں ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو یاد دلا دیجئے کہ عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور مرد کے ذمہ عورت کے بھی حقوق ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

۵۔ سامعین کو یہ بھی توجہ دلا دیجئے کہ میاں بیوی کے جھگڑے زیادہ تر اسی وجہ سے ہوتے ہیں کہ عورت مرد کی خواہش اور اس کا مطالبہ اکثر اوقات نہیں مانتی ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات یہاں تک فرمادی کہ اگر سواری پر بھی وہ خواہش پوری کرنا چاہے تو عورت کو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

۶۔ اپنے سامعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ قسم کی طرف متوجہ کیجئے کہ آپؐ ان الفاظ سے قسم کھایا کرتے تھے۔ اتباعِ سنت کے پہلو سے قسم کے یہ الفاظ لوگوں میں رائج ہونے چاہئیں۔

ساتواں درس

۷ر جمادی الثانیہ	قَوْلُ اللہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (قصص ۲۷)

ترجمۂ آیت: وہ (بزرگ) کہنے لگے، میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کو تمھارے ساتھ بیاہ دوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمھاری طرف سے (احسان) ہے۔ اور میں تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا۔ تم مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ" اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت شعیب (پیغمبر) علیہ السلام کی اس گفتگو کی نقل حکایت ہے جو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی صاحبزادی کے رشتۂ نکاح کے سلسلہ میں فرمائی تھی۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کی اس صاحبزادی نے جسے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا، اور اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے، تو اس صاحبزادی نے اپنے والد محترم سے کہا تھا کہ ابا جان! انھیں آپ ملازم رکھ لیں، کہ بہترین ملازم وہی ہوتا ہے جو صحت مند و امانت دار ہو۔ اس تعبیر سے اس کی مراد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف مقصود تھی۔ کیونکہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحتمندی وطاقت کنویں پر پانی بھرنے میں دیکھ لی تھی اور انکی امانت داری راستہ میں دیکھ لی تھی کہ وہ راستہ بتانے کی غرض سے آگے چل رہی تھی اور بعض اوقات ہوا کے جھونکے سے اس کے کپڑے بدن سے ہٹ جاتے اور بدن کھل جاتا تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے پیچھے پیچھے راستہ بتاتے ہوئے چلو۔

یہ پس منظر ہے اس گفتگو کا۔ لڑکی کا مشورہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں، شرط یہ ہوگی کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت میں رہوگے۔ پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہے۔ اس مدت میں تم کو میری بکریاں چرانی ہونگی۔ آٹھ سال کی مدت تو متعین ہے، اس کے بعد مزید دو سال تمھارا احسان و تبرع ہوگا۔

آخر میں "سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ" فرما کر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری طرح مطمئن فرمادیا کہ تمھارا یہ رشتہ کسی غلط گھرانے میں نہیں ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تم مجھے خوش معاملہ پاؤگے۔

مُرّبی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب دستور سابق عمل کریں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت و رضامندی شرط ہے، اس کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ آیت زیرِ درس میں حضرت شعیب علیہ السلام ہی نے اپنی صاحبزادی کا نکاح فرمایا ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی ہے:۔
" لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ " کہ بغیر اجازت ولی نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

۴۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ صحتِ نکاح کے لئے "مہر" ہونا بھی شرط ہے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ سال تک بکریاں چرانے (کی اُجرت) کو مہر مقرر فرمایا ہے۔

۵۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ " صالح " وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری فرماں برداری کرے۔ حقوق اللہ بھی پورے پورے ادا کرے اور حقوق العباد بھی پورے ادا کرے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے " وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ " اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے " وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ " اور ہم بھی یوں کہتے ہیں: اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔ آمین!

آٹھواں درس

۸ جمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَیُّمَا امْرَأَۃٍ لَمْ یُنْکِحْھَا الْوَلِیُّ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَاِنْ اَصَابَھَا فَلَھَا مَھْرُھَا بِمَا اَصَابَ مِنْھَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَھَا۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: جس عورت کا نکاح اس کے ولی شرعی نے نہ کیا ہو تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی کہ اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے۔ اور ایسی صورت میں کہ ولی کے بغیر نکاح کیا گیا ہو اگر شوہر اس سے صحبت کرلیتا ہے تو عورت کو مہر دلایا جائے گا۔ اور اگر ولی کے معاملہ میں جھگڑا ہو تو بے ولی کی عورت کا ولی سلطانِ وقت ہے۔

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا فقرہ "اَیُّمَا امْرَأَۃٍ" ہے۔ "اَیُّمَا" کا لفظ عربی میں عموم کے معنی رکھتا ہے۔ تو "اَیُّمَا امْرَأَۃٍ" کے معنی یہ ہوئے، جو کوئی بھی عورت ایسی ہو جس کا نکاح ولی نے نہ کیا ہو، وہ عورت شریف ہو یا غیر شریف، مالدار ہو کہ فقیر ہو، تندرست ہو یا مریض، عربی ہو یا عجمی، تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یعنی وہ نکاح درست ہی نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے نکاح میں ولی کا ہونا بھی رکن نکاح ہے (اس مسئلہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی) ایسے نکاح میں اگر شوہر نے بیوی سے ہمبستری کرلی تو عورت کو مہر کا استحقاق ہو جائیگا۔ اسے مہر ادا

کیا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں شوہر نے تو اس سے لطف اندوزی کی ہی ہے
پھر حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اگر عورت کے اولیاء میں باہم اختلاف ہو جائے، کوئی
ولی یہ نکاح چاہتا ہو، کوئی ناپسند کرتا ہو، تو اس عورت کا ولی سلطانِ وقت ہوگا۔
اور قاضی کی ولایت میں اس کا نکاح کر دیا جائیگا۔ (مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف
ہے) اگر لڑکی نابالغ ہے تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکی کا نکاح بغیر
اجازتِ ولی منعقد نہیں ہوگا اگر یہ نکاح غیر کفو میں کیا گیا ہے۔

اور اگر لڑکی بالغ ہے اور اس نے غیر کفو میں نکاح کر لیا ہے تو حضرت امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح جائز تو ہے لیکن ولی کو یہ اختیار بھی ہے کہ غیر کفو میں
نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتا ہے۔ اور احناف ہی کے مسلک میں ایک روایت
یہ بھی ہے کہ غیر کفو کا نکاح بالغ لڑکی کا بھی منعقد ہی نہیں ہوتا ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب دستور سابق عمل فرمائیں)

۳۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ نکاح میں عورت کے ولی کی رضامندی یا موجودگی ضروری ہے۔ اور بغیر ولی کے نکاح غیر صحیح وغیر منعقد ہوتا ہے (اوپر ائمہ کا جو اختلاف بیان ہوا ہے اسے دوبارہ دُہرا دیجئے)

۴۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ نکاح فاسد میں اگر شوہر ہمبستری کر لیتا ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہو جائے گی۔ لیکن ان دونوں میں علیحدگی کر دی جائے گی، کیونکہ ولی کی موجودگی و رضامندی ضروری ہے جو یہاں پائی نہیں گئی۔ اس لئے دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔

۵۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ جب عورت کے سرپرست لوگوں میں اختلاف ہو جائے، یا وہ لوگ عورت کا نکاح کرنا ہی نہ چاہیں، اور عورت نکاح کرنا چاہتی ہو تو عورت قاضی کو درخواست دے کر اس کی سرپرستی میں نکاح کر سکتی ہے۔

نواں درس

۹ جمادی الثانیہ | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ (نساء ۴)

ترجمہ آیت: اور دیدو عورتوں کو ان کا مہر عطیہ خداوندی کی حیثیت سے خوشدلی کے ساتھ دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ بیبیاں اپنے مہر میں سے کچھ خوشدلی سے چھوڑ دیں تو تم اس کو خوشگوار سمجھ کر مزے سے کھاؤ (اور اگر وہ خوشدلی سے پورا مہر تم کو واپس کر دیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔)

تشریح: آیت زیر درس کے بعض الفاظ کی تشریح: صدقات، صدقۃ کی جمع ہے جو عربی زبان میں عطیہ کے معنی میں آتا ہے۔ شیخ جزائری نے اس عطیہ کو عطیۂ خداوندی بتا کر اس کا فرض وضروری ہونا ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ عطیۂ شاہی ہے جسے قبول ہی کیا جائے گا۔ اس سے انکار کفرانِ نعمت ہوگا (اسی جہت سے ایام عید و قربانی میں روزہ حرام ہے کہ یہ ایام ضیافتِ شاہی کے ایام ہیں۔)

مہر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی فرمادیا کہ اگر وہ بیبیاں خوشدلی کے ساتھ اپنے مہر کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو تم اسے خوشگوار سمجھ کر مزے سے کھاؤ۔ چونکہ روپیہ زیادہ تر کھانے پینے ہی میں صرف ہوتا ہے اس لئے مہر کی چھوڑی ہوئی رقم کیلئے کھانے کی تعبیر اختیار فرمائی گئی ہے مقصد تو یہ ہے کہ وہ رقم تمھارے لئے حلال ہے تم اپنے مصرف میں لا سکتے ہو جس مصرف میں چاہو استعمال کرو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ۱ و ۲ حسب معمول سابق عمل درآمد فرمائیں!)

۳۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ مہر بھی نکاح کا ایک جزو لازم ہے۔ جس طرح نکاح میں ایجاب وقبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی وشہادت اور ولی کی اجازت ضروری ہے اسی طرح مہر بھی ضروری ہے۔ چنانچہ آیت زیر درس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی بیبیوں کو خوشدلی کے ساتھ ان کا مہر ادا کردیا کرو۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ مہر کی ادائیگی فوری طور پر ضروری نہیں ہے، مؤخر بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن مہر کی تعیین کے ساتھ اس کا ذکر بوقت نکاح ضروری ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو یہ مسئلہ بھی بتادیجئے کہ عورت کیلئے یہ بات جائز ہے کہ وہ اپنے مہر کا کچھ حصہ یا پورا مہر اپنا قبضہ ہوجانے کے بعد اگر چاہے تو شوہر کو واپس کرسکتی ہے۔ جیسا کہ آیت زیر درس میں بتایا گیا ہے۔

دسواں درس

۱۰ر جمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ لَيْسَ مَعِيَ، قَالَ زَوَّجْتُكَهَا عَلٰى مَامَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: (ایک صحابی رضؓ نے ایک خاتون سے نکاح کرنا چاہا تھا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمھارے پاس اس کے مہر کے لئے کچھ موجود ہے؟ انھوں نے کہا کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کچھ تو دو، چاہے لوہے (اسٹیل) کی انگوٹھی ہی ہو انھوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تم سے کردیا اس کے بدلے کہ تم کو جو کچھ قرآن مجید یاد ہو، اسے پڑھا دو (قرآن مجید پڑھانے کا جو معاوضہ اور تنخواہ ہوگی وہی اس کا مہر ہو جائے گا۔)

تشریح: زیر درس حدیث میں مذکورہ واقعہ کی غیر مذکور تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ مجلس مبارک میں تشریف فرما تھے کہ ایک خاتون مجلس میں آئیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنے کو آپ کی سپردگی میں دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے نظر اٹھا کر ایک بار اسے دیکھا اور انکار میں سر ہلا دیا کہ نہیں!

حاضرین صحابہؓ میں سے کوئی صاحب کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کو ان کی ضرورت نہیں ہے، تو مجھ سے ان کا نکاح فرما دیجئے۔ آپ نے پوچھا تمھارے پاس مہر دینے کیلئے کچھ ہو تو لے آؤ۔ وہ گھر گئے اور لوٹ کر آئے

اور کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ انھیں کچھ نہ کچھ تو مہر میں ادا ہی کر دو چاہے لوہے (اسٹیل) کی انگوٹھی ہی ہو۔ وہ بولے کہ میرے پاس تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کا نکاح تم سے کر دیا، اس عوض میں کہ تم کو جتنا قرآن شریف آتا ہو وہ انھیں پڑھا دو قرآن مجید پڑھانے کا معاوضۂ تعلیم ان کا مہر ہو جائے گا۔ شاید حضرات فقہاء کرام نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کا جواز اسی حدیث کی روشنی میں صحیح قرار دیا ہو۔)

قرآن شریف پڑھانے میں جو مشقت و تعب برداشت کرنا پڑتا ہے اسکی وجہ سے اس کا معاوضہ دراصل اس تعب و مشقت کا معاوضہ ہے، تعلیم قرآن کا معاوضہ نہیں ہے۔ اور یہی پہلو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح کرتے ہوئے بکریوں کے " چرانے کو مہر قرار دیا تھا کہ بکریاں چرانے میں جو بھاگ دوڑ اور تعب و مشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ بہر حال مستحق اجرت ہے۔ اسی طرح کسی کو قرآن مجید یاد کرانے میں جو مشقت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُجرت لینے کا جواز نکل آتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ا و ۲ حسب معمول عمل فرمائیں!)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ زیر درس حدیث سے مندرجہ ذیل تین باتیں معلوم ہوئیں :۔

(الف) عورت سے نکاح کیلئے مہر کا ضروری ہونا ثابت ہوا۔ بغیر مہر کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

(ب) مہر کی زیادہ سے زیادہ حد تو شریعت میں مقرر نہیں ہے۔ مرد اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے جتنا مہر ادا کر سکے مقرر کر سکتا ہے لیکن کم از کم مہر ربع دینار بعض حضرات کے یہاں اور ہمارے فقہ حنفی میں کم از کم مہر دس درہم ہے (جو وزن کے لحاظ سے تقریباً پونے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے)

(ج) نکاح میں عورت کے ولی کی اجازت و موجودگی بھی ضروری ہے، کیونکہ بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہے۔ اور جو نکاح بغیر ولی کے کیا جائے تو ایسی عورت " زانیہ" جیسی گنہگار ہوگی۔

یہ حضرات امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالغ عورت کا نکاح برابری والوں میں درست ہے۔ غیر کفو میں ولی کو فسخ کا اختیار رہے گا۔

۴۔ لوگوں کو متوجہ کیجئے کہ وہ اس حدیث کو اور اس سے متعلق احکام کو یاد رکھیں۔

گیارہواں درس

۱۱ر جمادی الثانیہ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ ج لَاتُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ط وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ط وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ط لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ○ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّھَادَةَ لِلّٰہِ ط (طلاق ۱،۲)

ترجمۂ آیت: اے پیغمبر (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم لوگ (ایسی) عورتوں کو طلاق دینے لگو (جن کے ساتھ خلوت ہو چکی ہے) توان کو (زمانہ) عدت سے پہلے (یعنی زمانۂ طہر میں) طلاق دو اور عدت کو یاد رکھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمھارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے مقامِ سکونت سے (جہاں وہ رہتی ہوں) نہ نکالو، اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں۔ مگر ہاں جب کھلی بے حیائی کر بیٹھیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور جو شخص احکامِ خداوندی کے حدود سے تجاوز کر جائے تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا (اے طلاق دینے والے) تجھ کو (کیا) خبر ہے؟ شاید کہ اللہ تعالےٰ اس (طلاق دینے) کے بعد کوئی نئی بات (تیرے دل میں) پیدا کردے۔ پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں (اور یہ طلاق رجعی رہی ہو جس کی عدت بھی ابھی پوری

نہ ہوئی ہو) تو (تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدہ کے موافق (رجعت کرکے) نکاح میں برقرار رکھو یا قاعدہ کے موافق (انھیں عدت گزارنے دو اور) رہائی دیدو۔ اور آپس میں سے دو معتبر شخصوں کو (اپنے معاملہ کا) گواہ کرلو اور (اے گواہ بننے والو! اگر گواہی کی ضرورت پڑے تو) تم لوگ ٹھیک ٹھیک صرف اللہ کیلئے ادائے شہادت کرو اور گواہی دو۔

تشریح : آیت شریفہ میں خطاب اگرچہ حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے مگر مقصود آپ کی امت کو ہدایت و تعلیم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طلاق کے یہ ضروری احکام امت کو پہنچادیں، کہ طلاق اگرچہ بحالت مجبوری ہی دی جاتی ہے، لیکن ہدایت یہی ہے کہ یہ طلاق ایسے طریقہ سے دی جائے جس کے نتیجہ میں ندامت اور پچھتاوا نہ ہوسکے۔

اور وہ طریقہ یہ ہے کہ طلاق زمانۂ حیض میں نہ دی جائے بلکہ حالت طہر میں دی جائے اور اس میں بھی یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ اس زمانۂ طہر میں عورت سے ہمبستری بھی نہ ہوئی ہو۔

اور یہ طلاق بھی صرف ایک لفظ "طلاق" ہی سے دی جائے اور ایک ہی بار دی جائے۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس طلاق پر دو شرعی گواہ بنالئے جائیں۔ پھر عورت کی عدت (ماہواری) بھی شمار کی جاتی رہے کہ عدت ختم ہونے کی مدت معلوم رہے کہ اگر دوران عدت رجوع کرنا چاہے تو رجوع کرلے۔

طلاق کے بعد عورت کو اپنے مقام سکونت سے باہر بھی نہ نکالے اور نہ خود وہ عورت ہی اپنے جائے سکونت سے باہر جائے۔ ان احکام کی پابندی ضروری ہے۔ جو بھی ان حدود سے تجاوز کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا کہ اسے

مستحقِ عذاب خود اسی نے بنایا ہے۔

"لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا" فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس طرح طلاق رجعی دینے کا فائدہ بھی بتا دیا کہ اس طرح طلاق رجعی دینے میں اور بیوی کو گھر سے باہر نہ کرنے کی صورت میں بہت ممکن ہے کہ شوہر کو رغبت ہو جائے اور وہ طلاق پر نادم ہو کر اس سے رجوع کر لے اگر عدت پوری ہونے کو ہے اور رجوع نہیں کیا ہے تو دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو رجوع کر کے اسے اپنے نکاح میں رکھے یا قاعدہ کے موافق اسے علیحدہ کر دے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ا و ۲ حسب معمول سابق عمل فرمائیں!)

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جس طلاق کے احکام بیان فرمائے ہیں اسے "طلاق سنّی" کہتے ہیں۔ شریعت کے مطابق جب کوئی طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو ان سب پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے طلاق دے اس صورت کے علاوہ جو صورت بھی اختیار کریگا وہ "طلاق بدعی" ہو گی۔ اگرچہ طلاق واقع تو ہو جائے گی مگر طلاق دینے والا گنہگار ہو گا۔

۴۔ اپنے سامعین کو "طلاق سنی" کا طریقہ بتا دیجئے کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ زمانۂ ماہواری میں نہ دی جائے، بلکہ زمانۂ طہر (پاکی) میں دی جائے اور اس طہر میں طلاق سے پہلے عورت سے ہمبستری بھی نہ ہوئی ہو۔ اور صرف ایک بار لفظ طلاق کے ذریعہ طلاق دی جائے۔ اور اپنی طلاق پر اور پھر رجوع پر دو شرعی گواہ بھی بنا لینا چاہیئے۔

بارہواں درس

۱۲؍ جمادی الثانیہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھَا حَتّٰی تَطْھُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ ثُمَّ تَطْھُرَ ثُمَّ اِنْ شَاءَ طَلَّقَھَا قَبْلَ اَنْ یُّجَامِعَھَا وَاِنْ شَاءَ اَمْسَکَھَا فَاِنَّھَا الْعِدَّۃُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰہُ بِھَا۔ (صحیح ابن ملجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ارشاد فرمایا کہ (اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمرؓ کو) حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجعت کرلیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو، پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے، اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو بیوی کو طلاق دے دیں لیکن اس سے صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دیں۔ یا (اگر طلاق نہ دینا چاہیں تو) اسے نکاح میں برقرار رکھیں، کیونکہ یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالٰی نے دیا ہے۔

تشریح: حدیث زیر درس میں ارشاد مبارک کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دو کہ وہ ابھی رجعت کرلیں (کیونکہ حالتِ حیض میں طلاق ممنوع ہے)

اور جب عورت پاک ہو جائے اور اس کے بعد دوسری بار حیض آجائے اور پھر پاک ہو جائے تو عورت سے ہمبستر ہونے سے پہلے پہلے اگر چاہیں تو طلاق دے دیں، اور اگر چاہیں تو نکاح میں برقرار رکھیں۔ اللہ تعالےٰ نے طلاق دینے کے لئے جو وقت وعدت مقرر کیا ہے وہ یہی صورت ہے کہ عورت کو زمانۂ طہر میں طلاق دی جائے، اور اس طہر میں طلاق سے پہلے ہمبستر بھی نہ ہوئی ہو اور وہ طلاق بھی صرف ایک لفظ سے ایک ہی طلاق دی گئی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے " فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" میں یہی عدت بیان فرمائی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات ۱ و ۲ حسب معمول سابق عمل جاری رکھیں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ طلاق شرعی کی صحیح صورت "طلاق سنی" ہی ہے جو اسی طرح دی جانی چاہیئے جس طرح اللہ و رسول نے بتایا ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو۔ اور صرف ایک لفظ "طلاق" سے ایک ہی طلاق دی جائے۔

اور طلاق بدعی اور طلاق غیر شرعی یہ ہے کہ یا تو حالتِ حیض میں طلاق دے یا ایسے طہر میں دے جس میں طلاق سے پہلے ہمبستر ہو چکا ہے۔ یا ایک ہی مرتبہ میں تین طلاقیں دیدے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ "طلاق بدعی" کو بعض علماء طلاق شمار نہیں کرتے۔

لیکن اکثر علماء (ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ) اسے طلاق مانتے ہیں۔ اگر ایک ہی لفظ میں ایک ہی بار تینوں طلاقیں دیدی گئیں تو ائمۂ اربعہ کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت بالکل حرام ہو جاتی ہے، اب بغیر حلالہ پہلے شوہر کے پاس نہیں رہ سکتی۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ادھر کچھ مدت سے لوگوں کی جہالت ولاعلمی کی وجہ سے مسنون طریقہ پر طلاق دینے کا چلن متروک ہو گیا ہے اور لوگ طلاق دینے میں "طلاق بدعی" کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جو بہر حال گناہ و معصیت کی بات ہے۔ ضرورت ہے کہ لوگوں کو طلاق کے ضروری احکام و مسائل سے باخبر کیا جائے۔ تاکہ "طلاق شرعی و طلاق سُنّی" کا چلن ہو جائے اور لوگ شریعت و سنت کی حدود میں طلاق دیں اور معصیت سے بچیں۔

تیرہواں درس

۱۳ر جمادی الثانیہ | قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ (طلاق ۴)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ (طلاق ۶، ۷)

ترجمۂ آیت: اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ کی پیدائش) ہے جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا۔

اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو۔ پھر اگر وہ عورتیں تمھارے لئے (بچہ کو اُجرت پہ) دودھ پلائیں تو تم ان کو (مقررہ) اُجرت دو۔ اور (اُجرت کے بارے میں) آپس میں مناسب مشورہ کر لیا کرو۔ اور اگر تم باہم کھینچا تانی کروگے تو پھر کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہئے۔ اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے جتنا دیا ہے اسمیں سے خرچ کرے۔

خدا تعالیٰ کسی کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنی مقدرت اس کو دی ہے۔

تشریح: آیت زیرِ درس میں (وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی عدت بتائی ہے جسے حالتِ حمل میں طلاق دیدی گئی ہو، یا اس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو (دونوں صورتوں میں) حاملہ کی عدت وضع حمل (بچہ کا پیدا ہو جانا) ہے۔ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی، چاہے جتنی کم مدت میں بچہ پیدا ہو۔

آیت شریفہ کا اگلا ٹکڑا یہ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے (اور عورت کو طلاق دینے میں یا اس سے رجعت کرنے میں یا عدت کا صحیح طور پر شمار و حساب رکھنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں آسانی فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا نہ تو طلاق کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف و نقصان پہنچتا ہے نہ رجعت کر لینے میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔

اور آیت ثانیہ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی اگر تمھاری مطلقہ عورتیں حمل والی ہوں تو شوہر کے ذمہ لازمی طور پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچہ کی پیدائش تک اس سلسلہ کے جملہ اخراجات ضروریہ برداشت کرے۔ عورت کے ذمہ بچہ کو پیدائش کے متصل صرف ایک بار دودھ (پیوسی) پلانا ضروری ہے۔ اس کے بعد دودھ پلانے کے اخراجات باپ کو دینے ہوں گے۔ عورت دودھ پلانے کی از روئے شرع پابند نہیں ہے۔ بچہ کی پیدائش کے بعد فوراً صرف ایک بار دودھ پلانا عورت کے لئے ضروری ہے۔

آگے دودھ پلانے ہی کے سلسلہ میں یہ بھی ہدایت دے دی گئی ہے کہ اگر

بچہ کی ماں ہی دودھ پلانے کیلئے مقرر ہو جائے تو اسے دودھ پلانے کی اُجرت ادا کرو اور اس اُجرت کیلئے باہم مشورہ و رضامندی سے معاملہ طے کرلو۔ اور اگر اجرت میں کمی بیشی اختلاف کا سبب ہو جائے، ماں زیادہ اُجرت طلب کر رہی ہو تو پھر کوئی دوسری اَنا اُجرت پر مقرر کرلی جائے وہ دودھ پلائے۔ یہاں مرد کو یہ ہدایت بھی کردی گئی ہے کہ مرد اگر حیثیت والا ہے تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق دودھ پلانے کی اُجرت ادا کرے، اسمیں کنجوسی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ہاں اگر کم حیثیت اور تنگدست ہو تو اللہ تعالےٰ کسی کو بھی اس کی حیثیت و مقدرت سے زیادہ کا پابند بھی نہیں بناتے ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

(نمبرا و۲ حسب معمول سابق) ۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ بچہ جس وقت پیدا ہو جائیگا، عدت اسی وقت پوری ہو جائے گی۔

۴۔ سامعین کو یہ مسئلہ بھی بتا دیجئے کہ بچہ کی پیدائش تک حاملہ کے اخراجات ضروریہ شرعیہ شوہر کے ذمہ ضروری ہیں۔

۵۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ بچہ کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ ہے، وہ اُجرت دیکر دودھ پلانے کا انتظام کرے۔ اگر بچہ کی ماں اُجرت لیکر ہی دودھ پلانے پر اصرار کرتی ہو بغیر اجرت کے دودھ پلانے پر تیار نہ ہو، تو باپ اُجرت دیکر دودھ پلوائے۔

۶۔ سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ دودھ پلوانے کی اُجرت باپ کی حیثیت پر موقوف ہے اگر باپ صاحبِ حیثیت و مالدار ہے تو ویسی اجرت ہو گی۔ کم حیثیت اور تنگدست ہو تو ویسی اجرت ہونی چاہیئے۔

چودھواں درس

۱۴؍ جمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: "سَبَقَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ، اُخْطُبْهَا اِلٰی نَفْسِهَا قَالَ هٰذَا لِلزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ لَمَّا قَالَتْ لَهٗ اِمْرَأَتُهٗ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ وَهِیَ حَامِلٌ طَیِّبْ نَفْسِیْ بِتَطْلِیْقَةٍ فَطَلَّقَهَا تَطْلِیْقَةً ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَرَجَعَ وَقَدْ وَضَعَتْ فَقَالَ: مَا لَهَا اَخَدَعَتْنِیْ خَدَعَهَا اللّٰهُ ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، سَبَقَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ الخ

(صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: مقدر کا لکھا اپنے وقت کو پہنچ گیا۔ اب تو تم اسے پیغام دو (پچھلا نکاح تو ختم ہو گیا ہے) یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت فرمائی تھی جب ان کی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ نے ان (حضرت زبیر) سے کہا تھا کہ تم مجھے طلاق دے کر میرا دل خوش کر دو۔ یہ بات انھوں نے ایسی حالت میں کہی تھی کہ وہ حاملہ تھیں۔ تو حضرت زبیرؓ نے انکی بات سنکر انھیں ایک طلاق دیدی اور نماز پڑھنے چلے گئے۔ لوٹ کر جب آئے تو بیوی کو بچہ پیدا ہو چکا تھا (یعنی عدتِ طلاق ختم ہو گئی تھی، رجعت کا وقت باقی ہی نہ رہا تھا۔ تو حضرت زبیرؓ نے جھنجھلا کر) کہا کہ اسے کیا ہو گیا تھا کہ مجھے دھوکہ دیا (کہ ولادت کا وقت بالکل ہی قریب تھا تب اس نے طلاق مانگی کہ فوراً ہی عدت

بھی ختم ہو جائے) اللہ تعالیٰ اسے دھوکہ کا بدلہ دے۔ اس کے بعد وہ (حضرت زبیرؓ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال بتائی تو آپ نے وہ بات ارشاد فرمائی جو اوپر شروع میں بیان ہو چکی کہ مقدر کا لکھا اپنے وقت پر پورا ہو گیا۔

تشریح: حدیث شریف کے پہلے جملہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ آیت قرآنی کی طرف ہے جس میں فرمایا گیا ہے "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (حمل والی عورتوں کی عدت یہی ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے) آپ نے یہی بتایا کہ ایسی صورت میں کہ طلاق حالتِ حمل میں دی گئی تھی جس کی عدت وضع حمل تھی، اور وضع حمل ہو چکا ہے لہٰذا عدت بھی پوری ہو گئی اور حق رجعت بھی باقی نہ رہا۔ اب تو تم یہی کر سکتے ہو کہ اسے پھر سے نکاح کا پیغام دو، اگر وہ شادی پر راضی ہو جائے تو تم شادی کر سکتے ہو۔ اور اگر راضی نہ ہو تو پھر نہیں۔

حدیث زیر درس میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی بیوی کے لئے یہ فرمانا کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا، مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ ان کی بیوی کو اپنی صورت حال کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وقت ولادت بالکل قریب ہے، اگر اس وقت طلاق ہو جاتی ہے تو ہاتھ کے ہاتھ فوراً ہی رجعت کا موقع بھی شوہر کے ہاتھ سے نکل جائیگا یہ سب سمجھ بوجھ کر ہی انھوں نے فرمائش کی تھی کہ مجھے ایک طلاق دے کر مجھے خوشی کا موقع دیدو۔ انھوں نے شوہر کی بے خبری سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہی دھوکہ ہوا اور بے چارے حضرت زبیرؓ دھوکہ میں آگئے، لہٰذا بیوی کو خوش کرنے کے لئے ایک طلاق دیدی کہ عدت کے اندر ہی طلاق سے رجعت کر لی جائے گی۔ مگر ہوا یہ کہ وہ تو طلاق دے کر مسجد چلے گئے اور یہاں گھر میں بچہ پیدا ہو گیا، جس کی ولادت سے

رجعت کی مدت ہی باقی نہ رہی۔ اور ان کی بیوی اب اپنی مرضی کی مختار ہوگئیں کہ وہ چاہیں تو ان سے عقد ثانی کریں، اور نہ چاہیں تو ان سے علیحدگی تو ہو ہی گئی ہے۔ بیوی کی اسی چالاکی سے حضرت زبیرؓ مات کھا گئے اور جھنجھلاہٹ میں یہ بددعا دیدی کہ جیسے بیوی نے مجھے دھوکہ دیا ہے خدا تعالےٰ بھی اسے ویسا ہی بدلہ دے۔

مربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ۱ و ۲ حسب معمول عمل جاری رکھیں۔)

۳۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ حاملہ عورت کی عدت "وضع حمل" ہی ہے۔ چاہے یہ وضع حمل طلاق کے بعد بالکل متصلاً ہی واقع ہو جائے، جیسا کہ حدیث زیر درس میں حضرت زبیرؓ کی بیوی کا واقعہ مذکور ہوا ہے۔

۴۔ لوگوں کو بتادیجئے کہ ہر صاحب ایمان کو خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حکم اسی طرح بے چون وچرا مان لینا چاہیئے جس طرح حضرت زبیرؓ نے مان لیا۔ یہ نہیں کہا کہ مجھے دھوکہ دے دیا گیا ورنہ میں طلاق نہ دیتا۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ مظلوم شخص کو اجازت ہے کہ وہ ظالم کے حق میں بددعا کرے۔ پھر بھی اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ صبر کرلے بددعا نہ کرے۔

پندرہواں ۱۵ درس

۱۵ر جمادی الثانیہ	قَولُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا ج فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَہُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِہِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ہ (البقرۃ ۲۳۴)

ترجمہ آیت: اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) چار مہینہ دس دن روکے رکھیں پھر جب اپنی (عدت کی) مدت ختم کرلیں تو تم کو (بھی) کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات کے جائز رکھنے میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے (نکاح کی) کچھ کارروائی کریں قاعدہ کے موافق، اور اللہ تعالیٰ تمھارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔

تشریح: آیت زیر درس میں اللہ تعالےٰ نے ان عورتوں کی عدت بتائی ہے جن کے شوہر اپنے پیچھے اپنی بیوی چھوڑ کر وفات پا گئے ہوں، کہ ایسے مردوں کی بیویاں اپنے شوہر کے مرجانے کے بعد چار مہینہ دس دن عدت گزاریں۔

اس مدت میں ہر طرح کی زیب وزینت اور زیبائش وآرائش بالکل ہی نہ کریں ریشمی اور خوبصورت لباس نہ پہنیں۔ عطر، تیل اور سرمہ کا استعمال بھی نہ کریں، معمولی سادہ لباس میں رہیں۔ اس دوران اشارے کنائے میں بھی "نکاح ثانی" کی کوئی بات بھی کسی سے نہ کریں۔

جب چار مہینہ دس دن کی یہ عدت ختم ہو جائے تو انھیں شریعت کیطرف سے اجازت ہے کہ سوگ کا لباس اور سوگ کی پابندی ترک کر دیں، صاف ستھری رہیں۔ چاہیں تو آرائش و زیبائش کریں۔ شریفانہ طور پر قاعدہ میں رہتے ہوئے عقد ثانی کی بات بھی اب کر سکتی ہیں۔ اب نہ وہ گنہگار ہوں گی، نہ ان کے سرپرست گنہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تو ہم لوگوں کی ہر بات ہر عمل اور ہر نقل و حرکت سے باخبر ہیں۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱، ۲، حسب معمول عمل بدستور رہے گا۔

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ جس عورت کے شوہر کی وفات ہو گئی ہو، اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت آیت زیر درس کے مطابق چار مہینہ دس دن ہیں اور اگر وہ عورت حاملہ ہے تو اسکی عدت وضع حمل ہے جو بچہ پیدا ہوتے ہی پوری ہو جائیگی۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ زمانۂ عدت میں سوگ شوہر کی وفات والی عدت میں ہوتا ہے وفات شوہر پر عدت کے زمانہ میں بیوی کو ہر طرح کی زیب و زینت، زیبائش و آرائش تیل، سرمہ اور خوشبو وغیرہ سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔

۵۔ اپنے مخاطبین کو وہ حدیث شریف بھی یاد دلا دیجئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا عدت والی عورت سرمہ لگا سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سرمہ نہ لگائے۔ پہلے تو طریقہ یہ تھا کہ عدت والی عورت گھر کے سب سے بُرے حصہ میں اور بہت بری حالت میں عدت گزارا کرتی تھی، تو کسی جانور کی مینگنی پھینک کر اپنی عدت ختم ہونے کا اظہار کیا کرتی تھی۔ لہٰذا عدت والی عورت اس وقت تک سرمہ نہ لگائے جبتک کہ چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔

سولہواں درس

۱۶؍ جمادی الثانیہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: اُمْکُثِیْ فِیْ بَیْتِكِ الَّذِیْ جَاءَ فِیْهِ نَعْیُ زَوْجِكِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ، فَقَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِیْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ وَقَوْلُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَیْسٍ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُقْتَحَمَ عَلَیَّ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَحَوَّلَ۔ (صحیح ابن ماجۃ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس عورت سے جس کے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تھی) ارشاد فرمایا کہ اسی گھر میں رہو جس گھر میں تمھیں اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔ یہاں تک کہ تمھاری عدت ختم ہو جائے (تو وہ عورت) بتاتی ہیں کہ میں نے اسی مکان میں چار مہینے دس دن کی عدت پوری کرلی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ (اگر میں اپنے گھر میں تنہا رہکر عدت گزاروں گی تو) کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرنے لگے، تو آپ نے اسے اجازت دیدی تھی کہ اس جگہ سے دوسری محفوظ جگہ منتقل ہو جائے۔

تشریح: زیر درس حدیث میں الگ الگ دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں پہلی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عدت وفات اسی مکان میں گذارے جس میں اسے اپنے شوہر کی خبر وفات پہنچی ہے۔

چنانچہ وہ عورت بتاتی ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق اسی گھر مکان میں عدت وفات چار مہینے دس دن گزارے۔

اور دوسری حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فاطمہ بنت قیس کا واقعہ نقل فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے اپنی عدت گزارنے کے وقت اپنی یہ پریشانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی کہ میں اپنے گھر میں اکیلی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی شخص کسی وقت مجھ پر دست درازی نہ کرے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی کہ وہ اپنے تنہائی کے مکان سے کسی دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں یہ گنجائش ہے کہ عدت گزارنے والی عورت اگر اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو غیر محفوظ سمجھے، تو وہ عدت گزاری کے لئے دوسرے محفوظ مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ۱ و ۲ حسب دستور سابق عمل جاری رکھیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتائیے کہ جس عورت کے شوہر کی وفات ہو جائے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عدتِ وفات اسی مکان میں گزارے جس میں اسے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔

۴۔ اپنے مخاطبین کو بتائیے کہ عدت وفات چار مہینے دس دن ہیں۔ اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ کی پیدائش پر ختم ہو گی۔ اگر بچہ کی پیدائش چار مہینے دس دن سے پہلے ہی ہو جائے تو اب اگر وہ چاہے تو چار مہینے دس دن کی مدت بھی پوری کر سکتی ہے۔

۵۔ اپنے سامعین کو معتدہ (عدت گزارنے والی) سے متعلق یہ احکام بھی بتا دیجئے کہ معتدہ عورت زمانۂ عدت میں خوشبو، سرمہ وغیرہ نہ لگائے (لپ اسٹک، نیل پالش وغیرہ بھی نہ لگائے۔) زیور نہ پہنے، کوئی بناؤ سنگار نہ کرے، نکاح ثانی کی کوئی بات چیت بھی نہ کرے۔

سترہواں درس

۱۷ ارجمادی الثانیہ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّوْنَھَا ج فَمَتِّعُوْھُنَّ وَسَرِّحُوْھُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ (احزاب ۴۹)

ترجمۂ آیت: اے ایمان والو! جب تم باایمان عورتوں سے نکاح کرلو پھر انھیں مباشرت (یا خلوت صحیحہ) سے پہلے ہی طلاق دیدو تو تمھارے لئے ان عورتوں پر کوئی عدت (واجب) نہیں ہے جسے تم شمار کرنے لگو، بس تم انھیں کچھ (مال) متاع دیدو اور انھیں خوش اسلوبی کے ساتھ نکاح سے آزاد کرکے چھوڑ دو۔

تشریح: آج کی آیت زیر درس میں اس عورت کا حکم بتایا جارہا ہے جسے نکاح ہو جانے کے بعد ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دیدی گئی ہو کہ ایسی عورت پر عدت طلاق واجب نہیں ہے۔

آیت شریفہ میں مومن عورتوں سے نکاح کی قید اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ مشرکہ کافرہ (اور آج کل کی یہودی و نصرانی) عورتوں سے اہل ایمان کا نکاح جائز ہی نہیں ہے۔

ایسی عورتوں کیلئے (جنھیں خلوت صحیحہ اور ہمبستری سے پہلے طلاق

دے دی گئی ہو) از روئے شریعت عدتِ طلاق واجب نہیں ہے کیونکہ عورت پر عدتِ موت اور عدتِ طلاق اس لئے واجب کی گئی ہے کہ اس مدت میں یہ اندازہ ہو جائے گا کہ کہیں کسی طور پر اسے حمل تو نہیں قرار پاگیا ہے۔ (اگر اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسے حمل ہے تو پھر اس پر وضع حمل تک عدت واجب ہو جائے گی)

آیت شریفہ میں یہ بتا دینے کے بعد کہ ایسی عورت پر عدت طلاق واجب نہیں ہے، آگے یہ فرمایا گیا ہے کہ ایسی عورتوں کو (مہر مقررہ واجبہ کے علاوہ) کچھ نہ کچھ مال ومتاع دے کر رخصت کرو کہ طلاق کی وجہ سے ان کی جو دل شکنی ہوئی ہے اس کی کچھ تلافی ہو جائے۔ آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ انھیں خوب صورتی اور خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر دو کوئی ایسی بات اور ایسی حرکت نہ کرو جو اخلاق وحسن سلوک سے گری ہوئی ہو۔

اس آیت میں عورت کو قربت وخلوت کے بغیر طلاق ہو جانے کی صورت میں "متعہ" دینے کو کہا گیا ہے، مگر اس سلسلہ میں کوئی تعیین وتحدید نہیں کی گئی ہے۔ احناف کے نزدیک یہ "متعہ" دینا تو واجب ہے مگر اس کی تعیین نہیں کی گئی ہے کہ وہ "متعہ" کیا ہو اور کتنا ہو؟ عام طور پر اس کی کم سے کم مقدار ایک جوڑا لباس بتایا گیا ہے جو شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق دیا جائے گا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(ہدایات نمبر ۱ و ۲ حسب معمول عمل جاری رکھیں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو بتادیجئے کہ قربت وخلوت کے بعد طلاق ہوجانے کی صورت میں تو مطلقہ کو پورا مہر دیاجاتا ہے۔ لیکن اگر قربت وخلوت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ بوقت نکاح مہر طے ہوا تھا یا نہیں؟ اگر کوئی مہر مقرر ہوا تھا، تو مہر مقرر کا نصف دلوایا جائے گا اور اگر کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور رخصتی یعنی قربت وخلوت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو عورت کے لئے شوہر پر صرف متعہ دینا واجب ہے۔ یعنی ایک جوڑا کپڑا۔

۴۔ آیت زیر درس میں مطلقہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ "وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا"۔ یعنی انھیں خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردو جہاں جانا چاہیں جانے دو۔ اس میں اشارۃً یہ ہدایت بھی دیدی گئی ہے کہ انھیں کچھ بھی برا بھلا نہ کہو۔ اگر ان سے کچھ تکلیف پہنچی بھی ہو تو اس سے درگزر کردو۔

اٹھارہواں درس

۱۸ر جمادی الثانیہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: "لَقَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ" قَالَ ھٰذَا لِزَوْجَۃٍ عَمْرَۃَ بِنْتِ الْجَوْنِ لَمَّا تَعَوَّذَتْ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُدْخِلَتْ عَلَیْہِ فَقَالَ لَھَا لَقَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ وَطَلَّقَھَا وَاَمَرَ اَبَا اُسَیْدٍ اَنْ یُجَھِّزَھَا وَیَکْسُوْھَا ثَوْبَیْنِ وَیُلْحِقَھَا بِاَھْلِھَا۔

(صحیح ابن ماجہ والبخاری)

ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "لَقَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ" (کہ تو نے لائق پناہ ذات کی پناہ چاہی ہے) یہ بات آپ نے اپنی زوجہ عمرہ بنت الجون کے لئے فرمائی تھی جس نے خلوت میں آپ کی خدمت میں پیش کئے جانے کے وقت "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ" (میں آپ سے (نعوذ باللہ منہا) اللہ کی پناہ چاہتی ہوں) کہہ دیا تھا۔ تو آپ نے اسے طلاق دے کر علیحدہ کر دیا تھا۔ اور ابو اُسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں کچھ سامان اور ایک جوڑا کپڑا دیدیں اور ان کے مائیکے پہنچا دیں۔

تشریح: اس واقعہ کے روایت کی تفصیل یوں ہے کہ یہ صاحبہ جب بوقت خلوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچائی گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیار ہو جاؤ۔ تو کہنے لگیں کہ کیا کوئی ملکہ رانی ایسے معمولی لوگوں کو اپنی ذات سپرد کر سکتی ہے۔ تو آپ نے چاہا کہ اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھ دیں تو شاید اسے اس کیفیت سے کچھ سکون ہو جائے۔ تو وہ بول پڑی "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ"

دیں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں)، تو آپ نے اسے ہاتھ ہی نہیں لگایا اور طلاق دے کر علیحدہ کر دیا۔ اور چونکہ نکاح میں مہر کا ذکر نہیں ہوا تھا اور بغیر مباشرت طلاق ہو گئی تھی، اس لئے مہر تو کچھ نہیں دیا، البتہ متعہ و متاع دیدیا۔ اور حضرت ابواسید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں کچھ سامان اور ایک جوڑا لباس دے کر ان کے گھر پہنچادو۔ چنانچہ انھوں نے اسی طرح متاع دیکر ان کے گھر پہنچا دیا۔

مربی کیلئے ہدایات

(نمبر ا و ۲ حسب دستور سابق زیر درس حدیث و تشریح اپنے سامعین کو محفوظ کرائیں)

۳۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ جس شخص سے کوئی دوسرا آدمی اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہے تو اسے اللہ کی پناہ دے دینا چاہیئے۔ جس طرح کوئی شخص اللہ تعالےٰ کا واسطہ دے کر کسی اور بات کا سوال کرے تو وہ سوال پورا کر دینا چاہیئے۔ مگر ایسی صورت میں کہ وہ مطلوب چیز اس کے پاس موجود ہی نہ ہو یا اس کی قدرت میں نہ ہو تو معذور ہوگا۔

۴۔ اپنے سامعین کو یہ مسئلہ بتا دیجئے کہ "غیر مدخول بہا" (جس سے خلوتِ صحیحہ و مباشرت نہ ہو سکی ہو) کے لئے طلاق ہو جانے پر متعہ واجب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جس کے لئے مہر مقرر ہی نہ ہوا ہو اس کے لئے بھی متعہ واجب ہے۔

۵۔ یہ بھی بتا دیجئے کہ "مدخول بہا" کو بھی طلاق ہونے پر مستحب یہ ہے کہ مہر کے علاوہ متعہ بھی دیا جائے۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔
"وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ط حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ"

(مطلقہ عورتوں کیلئے دستور کے مطابق متعہ دینا متقی و پرہیزگاروں کے ذمہ ہے۔)

۶۔ اپنے سامعین کو یہ بھی بتا دیجئے کہ مسلمانوں نے آجکل اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مطلقہ عورت کو متعہ دینا بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ اسے رواج دینا چاہیئے، مگر یہ متعہ وقتی طور پر عورت کی دلجوئی کے لئے کچھ دیدینا ہے۔ باقاعدہ اسے تاحیات نفقہ دینا اس سے مراد نہیں لیا جاسکتا۔

اُنیسواں ۱۹ درس

۱۹؍جمادی الثانیہ	قَولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا (البقرۃ ۲۸۶)

ترجمۂ آیت: اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو نیکی کرے وہ اس کے لئے ہے اور جو برائی کرے اس کا نقصان بھی اسی پر ہے۔ اے ہمارے رب، اگر ہم بھول گئے ہوں یا کوئی خطا کر گئے ہوں تو ہمیں نہ پکڑنا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد مبارک (لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) کے ذریعہ مخاطبین قرآن کو یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ اس نے کسی صاحب نفس یعنی انسان کو اس کی قوت وطاقت سے زیادہ کسی حکم کا پابند نہیں کیا ہے اسے ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہونے کیوجہ سے اس سے ادا ہی نہ ہوسکے۔ ہر انسان کو اس کے اعتقادات کے معاملہ میں بھی اور قول وعمل کے معاملہ میں بھی حسب مقدرت وطاقت ہی پابند بنایا ہے۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مسلم شریف میں نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد قرآن مجید میں آیا (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ

بِہِ اللّٰہُ) تو صحابۂ کرام رضؓ کے دلوں میں ایک کھٹک سی ہو گئی کہ کسی غلط بات کا دل میں وسوسہ پیدا ہو جانا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر اس پر بھی گرفت اور پکڑ ہو گی تو اس سے محفوظ رہنا تو بہت مشکل ہے۔ اس لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اس شبہہ اور کھٹک کا اظہار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حکم سن کر بے چون وچرا کہہ دیں کہ ہم نے اسے سن لیا، مان لیا اور ہم اس پر عمل کریں گے۔"

جب حضرات صحابہ کرام رضؓ نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا" کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بے چون وچرا تعمیل حکم پر یہ انعام فرمایا اور ارشاد فرمایا "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی قدرت وطاقت سے زیادہ کسی حکم کا پابند نہیں کرے گا۔

اور فرمادیا "لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ" یعنی جو نیکی کرے گا اس کا ثواب اسے ملے گا اور جو برائی کرے گا اس کا نقصان (برا بدلہ) بھی اسی کو ملے گا بجز اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو یہ تعلیم بھی فرمادی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یوں عفو ومغفرت کیلئے درخواست بھی کرتے رہا کریں "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا" حضرات صحابہ رضؓ نے جب یہ درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میں نے یہ درخواست قبول کر لی۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱و۲۔ حسب دستور اپنے سامعین کو درس کے الفاظ اور اس کی تشریح بار بار سنائیں۔

۳۔ اپنے سامعین کو سمجھا دیجئے کہ جب بندہ کسی حکم کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ آیت " لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا " میں فرمایا گیا ہے۔

۴۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے امت اسلام (امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو نسیان وخطا کی صورت میں حکم کا پابند نہیں فرمایا ہے۔ جیسا کہ " لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا " سے ظاہر ہے۔ خطا کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شکار مثلاً ہرن کو مار رہا تھا اور غلطی سے تیر یا گولی کسی انسان کے لگ گئی۔ اور نسیان (بھول) کی صورت یہ ہے کہ روزہ دار بھول کر روزہ کی حالت میں کچھ کھا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور گناہ بھی نہیں ہوتا۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ مومن کو ہر وقت اس بات کیلئے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے جس عقیدہ یا جس بات اور جس کام کا حکم دیا جائے وہ اس پر بے چون وچرا عمل کرے گا، ہاں اگر وہ عمل اسکی قدرت وطاقت میں نہ ہوگا تو معذور ہوگا۔

بیسواں درس

۲۰ رجمادی الثانیہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: (اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ اُمَّتِیْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِہٖ اَنْفُسَھَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِہٖ اَوْ تَکَلَّمْ) وَقَوْلُہٗ: اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ (صحیح) وَقَوْلُہٗ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّغِیْرِ حَتّٰی یَکْبُرَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یَعْقِلَ اَوْ یُفِیْقَ ۔ (صحیح سنن ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے میری وجہ سے میری امت کے ان وساوس وخطرات سے درگزر فرمادی ہے جو وہ دل ہی میں کہتا رہے جبتک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان پر نہ لائے۔ اور آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میری وجہ سے میری امت کی خطأ (بے ارادہ غلطی) کو اور نسیان (بھول) کو معاف فرمادیا ہے، اور ان باتوں کو معاف فرمادیا ہے جو کسی سے زبردستی جبر واکراہ سے کرالی جائے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ: تین لوگوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ (۱) سونے والے کا، جبتک کہ بیدار نہ ہو جائے۔ (۲) چھوٹے بچے کا، جبتک کہ سیانا نہ ہو جائے اور (۳) مجنون و دیوانے کا، جبتک کہ ہوش میں نہ آجائے۔

تشریح: آج کے درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارشادات مبارکہ بیان ہورہے ہیں۔ اور یہ تینوں ہی ارشادات اللہ تعالےٰ کے تین انعاموں کی خوشخبری پر مشتمل ہیں۔

پہلا ارشاد اور پہلی خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ پر یہ انعام وفضل فرمایا ہے کہ کسی بھی گناہ کے دل میں خیال آنے پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں ہے، جبتک کہ وہ دل ہی تک محدود رہے، زبان پر نہ آئے، عمل میں نہ آئے۔ اگر زبان پر وہ گناہ کی بات آجائے یا اس پر عمل ہوجائے تو پھر مواخذہ ہوجائیگا کیونکہ دل میں وسوسہ وخیال آنا یا نہ آنا انسان کی قدرت میں نہیں ہے، اس لئے اس پر گرفت بھی نہیں ہے۔ اور زبان سے کہنا یا ہاتھ پاؤں سے گناہ کا کام کرنا انسان کی قدرت و اختیار کی بات ہے۔ اس پر مواخذہ ہوگا۔

دوسرا ارشاد مبارک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کی تین قسم کی باتوں سے درگزر فرمادیا ہے، ان پر گرفت ومواخذہ نہیں ہے۔ ایک تو وہ بات جو بغیر قصد وارادہ غلطی سے ہوجائے، دوسری بات جو بھول سے ہوجائے۔ تیسری وہ بات جو کسی کے جبر واکراہ اور زبردستی کی وجہ سے ہو۔

اور تیسرا ارشاد مبارک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے (یہ حکم دے دیا ہے) کہ تین قسم کے لوگوں کے گناہ لکھے نہ جائیں۔ ایک تو وہ شخص جو سورہا ہو، دوسرے بچہ، جبتک بڑا اور سیانا نہ ہوجائے۔ تیسرے وہ شخص جو مجنون اور دیوانہ ہوگیا ہو، جبتک ہوش وحواس میں نہ آجائے۔ لہذا اگر کسی سے جبریہ طلاق لکھوائی جائے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی (لیکن اگر زبان سے طلاق کا لفظ کہہ دیا ہے تو طلاق پڑجائیگی) تحریری طلاق جبریہ واقع نہ ہوگی

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسبِ دستور سابق درس حدیث کے الفاظ اور اس کی تشریح لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیں۔

۳۔ حدیث میں مذکور اللہ تعالیٰ کے انعامات لوگوں کو یاد دلائیے جنکا تقاضا یہ ہے کہ ان انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ لہذا ہم سب اس کا شکر ادا کریں۔

۴ لوگوں کو بتا دیجئے کہ دل میں آنے والی باتوں پر مواخذہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر طلاق دینے کا صرف خیال دل میں ہو تو طلاق واقع نہ ہو گی جبتک زبان پر نہ آجائے یا تحریر میں نہ آجائے۔ اسی طرح جبریہ طلاق تحریر بھی واقع نہیں ہوتی۔

۵۔ اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ بچہ مرفوع القلم ہے۔ اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا مگر سات سال کی عمر میں اس سے نماز پڑھوائی جائے گی۔ اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر اسے مارا بھی جائے گا۔ اور پھر بالغ ہو جانے پر تو پوری طرح فرض ہو جائے گی۔

اِکیسواں درس

۲۱ر جمادی الثانیہ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ (المائدہ ۸۹)

ترجمۂ آیت: اللہ تعالیٰ تم سے (دنیوی) مواخذہ نہیں فرماتے (یعنی کفارہ واجب نہیں کرتے) تمہاری قسموں میں لغو قسم (توڑ لینے) پر، لیکن (ایسا) مواخذہ فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کردو (اور پھر اس کو توڑ دو۔)

تشریح: قسم کی صورتیں شرعی اعتبار سے تین قسمیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک قسم کو "یمین لغو" (لغو قسم) کہا گیا ہے۔ اس یمین لغو کا حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس لغو قسم میں کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ اس "یمین لغو" کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ کسی بات سے پوری طرح باخبر نہ ہونے کی وجہ سے قسم کھالے اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ قسم خلاف واقع تھی۔ مثلاً کسی شخص سے کسی چیز کا سوال کیا جائے اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میرے پاس نہیں ہے۔ پھر وہ اچھی طرح سے اپنی جیبوں کی تلاشی لے تو وہ چیز کسی جیب سے نکل آئے تو "یمین لغو" ہے۔ اس میں کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے بالارادہ خلاف واقعہ قسم نہیں کھائی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بعض لوگ ہر بات پر قسم کے ارادہ کے بغیر عادۃً قسم کھاتے رہتے ہیں، بخدا ایسی بات، بخدا ایسی بات۔ خدا کی قسم ایسا اور خدا کی

قسم ویسا، وغیرہ۔ یہ بھی یمین لغو ہے۔

آیت شریفہ میں آگے فرمایا گیا ہے۔" وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ"۔ یعنی اللہ تعالےٰ ایسی قسم پر مواخذہ فرماتے ہیں جسے تم مستحکم اور پختہ کردو۔ یعنی جو قسم تم دل وجان سے جانتے ہوئے بالارادہ کھاؤ کسی کام کے کرنے کیلئے یا کسی کام کے نہ کرنے کیلئے۔ تم اس حقیقت کو نظرانداز کرگئے کہ جب تک اللہ تعالےٰ ہی تمھیں اس کام کے کرنے یا ترک کرنے کی قدرت دیں گے اسی وقت تم اس کے کرنے یا نہ کرنے پر قادر ہوسکو گے۔ تم نے اپنی قسم کے وقت " انشاء اللہ" کہہ کر استثناء نہیں کیا، اور پھر انجام کار تم سے وہ قسم پوری نہ ہوسکی۔ تو اب تم کو اس قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔

مربی کیلئے ہدایات

(نمبر ۱ و ۲ حسب سابق عمل درآمد کریں۔)

۳۔ اپنے سامعین کو اس موقع پر یہ بات بھی بتادیجئے کہ اوپر قسم کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ انکے علاوہ قسم کی ایک قسم اور بھی ہے جسے "یمین غموس" کہتے ہیں۔ یہ قسم ایسی ہے کہ اس کا کھانے والا گناہ میں غرق ہوجاتا ہے، بہت گنہگار ہوتا ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے تو دوزخ کی آگ میں غرق ہوگا۔ "یمین غموس" وہ جھوٹی قسم ہے جس کے ذریعہ کسی دوسرے کا حق مار لیا جائے۔ مثلاً کوئی دوکاندار جھوٹ موٹ گاہک سے کہدے کہ میں تمھیں سامان دے چکا ہوں۔ یا گاہک جھوٹ موٹ کہدے کہ میں قیمت دے چکا ہوں، حالانکہ نہ تو دوکاندار نے سامان دیا ہے اور نہ گاہک نے قیمت ہی دی تھی۔ دونوں نے جھوٹی قسم کھا کر حق مارنا چاہا تھا۔ اس قسم کی قسم کو "یمین غموس" کہتے ہیں۔ فقہ حنفی کے مطابق اس کا کفارہ نہیں ہے صرف توبہ اور استغفار ہے۔ توبہ واستغفار جس قدر ہوسکے کرنا ہے۔ امید ہے کہ سچی توبہ پر اللہ تعالےٰ معاف فرمادیں۔

بائیسواں ۲۲ درس

۲۲ ر جمادی الثانیہ	قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ یَمِیْنِہٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: جس شخص نے قسم کھانا چاہا اور اپنی قسم یوں کھائی کہ " لات وعزیٰ کی قسم " تو وہ فوراً کہہ لے " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "

تشریح: حضور اقدس حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تعلیماتِ اسلامی آنے سے پہلے لوگ "کفر جاہلیت" کے زیر اثر لات وعزیٰ (نامی بتوں) کی قسم کھایا کرتے تھے، اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک اپنی پرانی عادت کے مطابق بعض لوگ اسی طرح قسم کھالیتے، اور لات وعزیٰ کی قسم کھاکر اپنی بات کہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت کے ساتھ اس بری اور غلط عادت کی اصلاح فرمادی۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قسم کھاتے وقت لات وعزیٰ کی قسم کھائے، تو وہ فوراً ہی کلمۂ توحید " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " بھی پڑھ لے، کہ اس بغیر ارادہ شرک کا کفارہ اس کلمہ کے ذریعہ ہو جائے۔

مسلم شریف میں آئی ہوئی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص (پرانی عادت کے تحت) اپنے ساتھی سے کسی وقت یوں کہدے کہ " آؤ بھائی، جوا کھیلیں "۔ تو اس غلط کام کا نام لینے کا کفارہ یہ ہے کہ خدائے واحد کے نام پر کچھ صدقہ کردے۔ یعنی جوا کے نام پر کچھ رقم داؤں پر لگاکر تم اپنی رقم

بڑھانے کا کھیل نہ کھیلو، وہ رقم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کتنا بڑھا کر ثواب دیتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی پرانی زندگی کو نظر میں رکھتے ہوئے جس میں وہ لوگ، بتوں کی قسم اور جوئے بازی کے عادی رہ چکے تھے ازراہِ حکمت ان کیلئے یہ علاج اور حل تجویز فرمادیا کہ اگر غلطی سے پرانی عادت کے زیر اثر یہ غلط الفاظ زبان پر آہی جائیں تو فوراً اس طرح اس کا کفارہ ادا کر دو۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ۱ اور ۲ حسب معمول حدیث زیر درس بار بار دہرائیے اور تشریح کو ٹھہر ٹھہر کر سمجھائیے

۳۔ اپنے سامعین کو سمجھائیے کہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، کہ سب سے عظیم و باعظمت ذات اسی کی ہے جس کی قسم کھائی جاسکے لہذا غیر اللہ کی قسم شرک ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ:

۴۔ رسول خدا کی قسم یا تمھارے سر کی قسم یا تمھاری جان کی قسم وغیرہ۔ یہ صورتیں شرک ہیں۔ اگر ایسی قسم کھائے فوراً کلمہ پڑھ لے، یہ کلمہ اس گناہ کا کفارہ ہو کر اسے ختم کر دے گا۔

۵۔ لوگوں کو "یمین غموس" سے بچتے رہنے کی تاکید کیجئے اور اس کے گناہ سے ڈرائیے کہ "یمین غموس" والا شخص ان تین قسم کے لوگوں میں شامل ہے جنکی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے اور انھیں سخت عذاب ہوگا۔

تیئیسواں۲۳ درس

۲۳ جمادی الثانیہ	قول اللہ تعالیٰ عزوجل	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: ذَالِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (المائدہ ۸۹)

ترجمۂ آیت: یہ کفارہ ہے تمھاری قسموں کا جب (کبھی) تم قسم کھا بیٹھو (اور پھر اسے توڑ دو) اور تم لوگ اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمھارے واسطے اپنے (سارے ہی) احکام بیان فرما دیتے ہیں تاکہ تم (اس کی اس رعایت وشفقت پر) شکر گزاری کیا کرو۔

تشریح: سورہ مائدہ کی جو آیت اکیسویں درس میں مذکور ہو چکی ہے اس میں قسم کے کفارہ کا بھی بیان تھا، جسے وہاں تو نقل نہیں کیا گیا ہے لیکن اب یہاں اس کا بیان کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفاروں سے متعلق جو تفصیل بیان کی ہے وہ یہاں ابھی نقل کی جائے گی۔ اسی سلسلہ کی یہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ صراحت فرما دی ہے کہ تمھاری قسموں کا کفارہ یہی ہے جو پچھلی آیت میں بیان کیا ہے کہ قسم کا یہ کفارہ مندرجہ ذیل چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ادا کیا جائیگا۔

(۱) دس محتاجوں کو کھانا کھلانا (یعنی یا تو انھیں پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ہر ایک کو پونے دو کلو گیہوں دیدے۔)

(۲) دس مسکینوں کو کپڑے پہنا دینا۔ اگر مسکین مرد ہو تو ایک تہمد یا چادر دیدے اور اگر عورت ہو تو اسے کرتا، پاجامہ اور ڈوپٹہ بھی دے۔

(۳) اگر ایسی جگہ ہو جہاں شرعی غلام پائے جاتے ہوں اور اسکی ملک میں غلام ہوں تو قسم کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کردے۔

۴۔ اور اگر یہ باتیں نہ کر سکے تو تین روزے رکھے۔

یہ کفارے بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے قسموں کی حفاظت کیا کرو، ان کا خیال رکھا کرو کہ بغیر سخت ضرورت کے قسم کھایا ہی نہ کرو۔ اور جھوٹی اور لغو قسمیں نہ کھایا کرو۔ اور جب قسم کھانے کے بعد توڑنے کی نوبت آجائے تو یاد کرکے اس کا کفارہ بھی ادا کیا کرو۔ کفارہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

مُربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ پہلے آیت زیر درس کو چند بار صحت و تجوید کے ساتھ دہرائیے، سامعین بھی دُہرائیں۔ پھر آیت کی تشریح ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر سنائیے۔

۳۔ سامعین کو متوجہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان قابل شکر اور لائق حمد ہے کہ اس نے ہم پر مہربانی فرماتے ہوئے اپنے احکام تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے، اور ہمیں اندھیرے میں نہیں رکھا۔ جو کام کرنے ہیں وہ بھی بتا دیئے۔ جن باتوں سے پرہیز کرنا ہے ان سے ممانعت بھی بیان فرمائی کہ شریعت کے اسی علم کی وجہ سے ہمیں دارین کی سعادت اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

۴۔ لوگوں کو متوجہ کیجئے کہ کفارۂ قسم کی چاروں صورتیں ذہن نشین کرلیں۔

چوبیسواں درس

۲۴ر جمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَاتَحْلِفُوْا بِاٰبَائِکُمْ وَ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰہِ فَلْیَصْدُقْ وَمَنْ حُلِفَ لَہٗ بِاللّٰہِ فَلْیَرْضَ وَمَنْ لَّمْ یَرْضَ بِاللّٰہِ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ (صحیح ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھایا کرو۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی قسم کھائے تو وہ سچ ہی قسم کھائے (جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔) اور جس شخص کیلئے اللہ تعالےٰ کی قسم کھائی گئی ہو تو اسے اس قسم پر راضی ہی ہو جانا چاہئے (پھر کسی اور کی قسم کا مطالبہ نہ کرے) اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی قسم پر راضی نہ ہو تو اللہ تعالےٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے (وہ تو معاذ اللہ بالکل ہی کافر ہے۔)

تشریح: حدیث شریف میں بظاہر صرف باپ دادا کی قسم کھانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ لیکن حقیقت میں ہر غیر اللہ کی قسم ناجائز و حرام ہے۔ چونکہ رواج عام یہی تھا کہ لوگ اپنے باپ دادا کی قسم کھایا کرتے تھے اسی لئے صرف اسی کی ممانعت مذکور ہوئی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے "مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ اَوْکَفَرَ" (ترمذی) یعنی جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے شرک کر ڈالا یا کفر کا مرتکب ہو گیا۔

زیر درس حدیث میں قسم کھانے والے کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ

جو شخص قسم کھائے تو وہ اپنی قسم میں سچ ہی بولے، جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائے کیونکہ اہل ایمان قسم کو سچا سمجھ کر اس کا اعتبار کرتے ہیں تو کوئی شخص جھوٹی قسم کھا کر ان سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

آگے فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو مطمئن کرنے کیلئے قسم کھائی جا رہی ہے اسے بھی یہ چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کو کافی سمجھ کر اس پر راضی و مطمئن ہو جائے کسی دوسری قسم کا مطالبہ نہ کرے۔

اب اگر کوئی بدبخت اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہیں ہوتا اور کسی اور قسم کا مطالبہ کرتا ہے، تو وہ شخص بے ایمان و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اسکا کوئی علاقہ و تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین!

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱ و ۲، حسب معمول حدیث زیرِ درس کو پہلے چند بار ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے سامعین بھی ساتھ ساتھ دھیرے دھیرے دُہراتے رہیں۔ پھر اسکی تشریح اچھی طرح سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سُنائیے۔

۳۔ سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ غیر اللہ (اللہ کے سوا کسی اور) کی قسم کھانا کفر و شرک ہے۔ اگر بغیر قصد و ارادہ کسی کی زبان سے غیر اللہ کی قسم نکل جائے تو فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا کفارہ کر دے۔

۴۔ لوگوں کو اچھی طرح یہ دونوں باتیں سمجھا دیجئے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کہے تو بالکل سچی بات ہونی چاہئے۔ جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ کہ جس کے لئے کسی نے اللہ تعالےٰ کی قسم کھائی ہو اسے چاہیئے کہ وہ اس قسم پر اطمینان کرتے ہوئے اس پر راضی بھی ہو جائے۔

۵۔ سامعین کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ یہ بہت بڑا جرم اور بڑی سرکشی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی قسم پر راضی نہ ہو اور خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور قسم کا مطالبہ کرے۔ جیسا کہ لوگ کیا کرتے ہیں کہ تمھاری جان کی قسم، تمھارے سر کی قسم وغیرہ۔ یہ طریقہ بہت غلط ہے۔

پچیسواں درس

۲۵ رجمادی الثانیہ | قول اللہ تعالیٰ عزّ جلّ | درس قرآن مجید

آیت شریفہ : وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ز وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ ط

(کہف ۲۳، ۲۴)

ترجمۂ آیت : اور آپ کسی کام کے بارے میں یوں نہ کہا کیجئے کہ میں یہ کام کر دوں گا، مگر خدا کے چاہنے کو (اس کے ساتھ) ملا دیا کیجئے۔ اور جب آپ بھول جائیں (اور پھر بعد میں یاد آئے تو اسی وقت) اپنے رب کو یاد کر لیا کیجئے (یعنی انشاء اللہ کہہ لیا کیجئے۔)

تشریح : اس آیت کی تشریح کرنے اور اس کا مطلب سمجھانے سے پہلے آیت کا شان نزول بیان کر دینا مناسب ہے کیونکہ شان نزول پیش نظر رہنے پر آیت کا مطلب خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے۔

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک موقع پر یہود مدینہ کے اشارہ سے قریش کے کچھ لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتیں دریافت کیں، کہ روح کی حقیقت بتائیے، روح کیا چیز ہے؟ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا تعارف کرائیے کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے؟ اور ذوالقرنین کون تھا؟ تو آپ نے سوال کرنے والے سے فرمادیا کہ کل تمھیں بتاؤں گا۔ اور آپ وحی کے منتظر ہو گئے کہ اللہ تعالےٰ بذریعہ وحی جواب کی رہنمائی فرمادیں تو ان سوالوں کے

جوابات دیئیے جائیں، مگر وحی پندرہ دن تک نہیں آئی۔ یہ صورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی، کفار و یہود کو ہنسی اڑانے کا موقع مل رہا تھا۔ پندرہ دنوں کے بعد یہ آیت زیر درس نازل ہوئی، جس میں آپ کو یہ جتایا گیا کہ آئندہ کے لئے جب کوئی وعدہ کیا کریں تو اس کے ساتھ "انشاء اللہ" بھی فرمایا کریں۔

روح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین سے متعلق سوال کرنے والے سے آپ نے کل جواب دینے کا وعدہ فرما تو لیا مگر اس کے ساتھ "انشاء اللہ" نہیں کہا۔ اس بھول پر آپ کو یہ تعلیم فرمائی گئی کہ "کل" کے لئے جب وعدہ کریں تو اس کے ساتھ "انشاء اللہ" بھی کہیں۔ اور اگر کبھی اُس وقت کہنا بھول گئے ہوں تو جس وقت یاد آجائے "انشاء اللہ" کہہ لیں۔

لیکن اگر قسم کا معاملہ ہو تو اس میں قسم کے ساتھ متصلاً ہی اگر "انشاء اللہ" کہہ لیا جائے گا تو قسم منعقد ہی نہ ہوگی، اور اس کے توڑنے پر کفارہ بھی نہ ہوگا۔ ہاں اگر قسم کھا لینے کے بعد کچھ وقت گزر گیا اور بعد میں "انشاء اللہ کہا، تو اس صورت میں استثناء صحیح نہ ہوگا۔ قسم منعقد ہو جائے گی اور اس کے توڑنے پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(۱و۲، حسب معمول آیت زیر درس کو تجوید وصحت کے ساتھ خود بھی بار بار پڑھیے، سامعین بھی دُہراتے رہیں۔ اور اس کی تشریح کو اچھی طرح سمجھا سمجھا کر لوگوں کے ذہن نشین کیجیے۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ آیت زیر درس سے یہ بات مطلوب ہے کہ ہر مسلمان آئندہ وقت کیلئے جب کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی بات کہے تو اس کے ساتھ ہی "انشاء اللہ" بھی کہے۔ اور اگر اس وقت یہ کہنا بھول جائے تو جس وقت یاد آجائے اسی وقت "انشاء اللہ" کہہ لینا چاہیئے۔ عام گفتگو اور عام وعدے میں بعد میں بھی "انشاء اللہ" کہہ لینا معتبر ہے۔

۴۔ سامعین کو بتا دیجیے کہ قسم کے ساتھ اگر "انشاء اللہ" کہہ لیگا تو قسم منعقد ہی نہ ہوگی اور توڑنے پر کفارہ بھی نہ ہوگا۔

۵۔ یہ بھی بتا دیجیے کہ قسم میں "انشاء اللہ" کہنا اسی وقت معتبر ہے جب قسم کے ساتھ متصلاً کہا گیا ہو، مگر تھوڑا وقفہ جو کھانسی یا چھینک آجانے کی وجہ سے ہو جائے وہ وجہ تاخیر نہ ہوگا، کیونکہ یہ بھی تو قدرتی معذوری ہے۔

چھبیسواں درس

۲۶ر جمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰی فَلَنْ یَحْنَثَ (ابن ماجہ)

وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰی إِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرُ حَانِثٍ (ابن ماجہ)

ترجمۂ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قسم کھائی اور اسی کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہہ لیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے قسم کھائی اور انشاء اللہ کہہ دیا تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوئی۔ اسے اختیار ہے قسم پر عمل کرے یا نہ کرے، کوئی کفارہ واجب نہ ہوگا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے کے ساتھ ہی اگر "انشاء اللہ" بھی کہہ دیا (اسی کو حدیث میں استثناء سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اگر قسم کھا کر استثناء کر دیا یعنی اس کے ساتھ ہی "انشاء اللہ" کہہ دیا) تو پھر اس کی قسم ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا، وہ قسم منعقد ہی نہ ہوگی۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے قسم کے ساتھ ہی ساتھ استثناء کر لیا اور "انشاء اللہ" کہہ لیا، تو اب اسے اختیار ہے، اگر چاہے تو قسم سے رجوع کرلے اور چاہے تو اس کے مطابق عمل کرے۔ کسی بھی صورت میں کفارہ نہ ہوگا۔ مگر یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ "انشاء اللہ" متصلاً کہا جائے گا تب یہ حکم ہے اور اگر قسم اور استثناء میں فصل ہو جائے تو قسم منعقد ہو جائیگی، توڑنے پر کفارہ ہوگا۔

مُربّی کیلئے ہدایات

(نمبر ۱ و ۲) معمول کے مطابق حدیث کے الفاظ چند بار سامعین کے سامنے دُہرا دیجئے۔ اس کے بعد اس کی تشریح ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک جملہ سمجھا سمجھا کر سُنائیے۔

۳۔ سامعین کو بتا دیجئے کہ قسم میں استثنار کرلینا اور انشاء اللہ کہہ لینا پسندیدہ بات ہے، اس صورت میں آدمی کو پشیمانی نہیں ہوتی۔

۴۔ لوگوں کو جھوٹی قسم کھانے سے ڈرائیے اور بتا دیجئے کہ جھوٹی قسم کھانا بڑا سخت گناہ ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ "توریہ" جائز ہے۔ "توریہ" جھوٹ کا مصداق نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک دشمن نے ان کو پکڑ لیا۔ ساتھی پریشان ہوگئے کہ اب کیا ترکیب کریں کہ یہ بچ جائیں تو حضرت سوید بن حنظلہؓ نے قسم کھالی کہ انھیں چھوڑ دو یہ میرے بھائی ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آکر یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک ہی تو کہا، یہ تمھارے اسلامی بھائی ہی تو ہیں۔

ستائیسواں درس

۲۷ر جمادی الثانیہ	قول اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ (نور ۲۲)

ترجمۂ آیت: اور جو لوگ تم میں وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ چاہئے کہ وہ لوگ معاف کردیں اور درگزر کردیں۔ کیا تم لوگ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے۔

تشریح: آیت شریفہ کا ترجمہ لکھا جاچکا ہے۔ اسکی تشریح کیلئے شان نزول کو بھی نظر میں رکھنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب کچھ منافقین نے تہمت لگائی، جسے "قصۂ افک" کہا جاتا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہوگئے (جو حضرت صدیق ؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور انہی کی سرپرستی میں رہتے تھے) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھالی کہ اب انکی کفالت نہ کریں گے، نہ اپنے ساتھ رکھیں گے نہ انھیں کھلائیں پلائیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اہل وسعت لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو معاف کردیں اور درگزر کردیں۔ کیا تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ

اللہ تعالیٰ تمھاری مغفرت کردے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر حضرت صدیق اکبرؓ بول اٹھے۔ ”خدا کی قسم! میں یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے اور انھوں نے حضرت مسطح کو معاف کردیا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا حکم دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور حضرت مسطح کو جو کچھ دیا کرتے تھے وہ پھر دینا شروع کردو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے۔ مگر اصول و قاعدہ کے مطابق یہ حکم ہر ایک کیلئے عام ہے۔ اب کسی بھی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ اگر وہ کسی کے ساتھ کوئی نیک سلوک کیا کرتا تھا، تو ناراض ہونے کی صورت میں وہ سلوک بند کرنے کی قسم کھالے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو اسے اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ دینا چاہئے اور جو سلوک کیا کرتا تھا اسے جاری رکھنا چاہئے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب معمول آیت زیر درس کو تجوید و صحت کے ساتھ چند بار پڑھئے اور اسکی تشریح کا ایک ایک جملہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر لوگوں کو سنائیے۔

۳۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کے ساتھ کوئی نیک سلوک کر رہا ہے تو کسی نفسانی بنیاد پر اسے بند نہ کرنا چاہئے، کہ اس طرح وہ ایک نیک کام کے ثواب سے محروم ہو جائیگا۔ اگر کسی وقت اس کی قسم کھالے تو قسم کا کفارہ دیدے اور وہ سلوک برابر جاری رکھے۔

۴۔ اس واقعہ سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جو فضیلت ظاہر ہوتی ہے اسے سامعین کے ذہن نشین کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اخلاق و کردار کے کس بلند معیار پر رکھنا چاہا ہے اور انھوں نے کس طرح اسے قبول کیا ہے۔

اٹھائیسواں ۲۸ درس

۲۸ رجمادی الثانیہ | قَولُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَأٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِنْھَا فَلْیَأْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ حدیث: جس نے کسی بات پر قسم کھالی، اس کے بعد اسے اپنی قسم کے خلاف کوئی بات بہتر معلوم ہو، تو وہ وہی کام کرے جو اسے بہتر لگ رہا ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں قسم سے متعلق یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی بات کی قسم کھالے پھر بعد میں اپنی قسم پر پچھتائے اور قسم کا توڑنا ہی اپنے لئے بہتر سمجھے، تو وہ قسم کو توڑ کر بہتر صورت اختیار کر سکتا ہے۔ مگر اس صورت میں اسے قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا، جیسا کہ پچھلے درس قرآن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم کا واقعہ گزرا ہے کہ واقعۂ افک میں حضرت مسطح کی شرکت پر ناراض ہو کر قسم کھالی تھی کہ وہ اب ان کے ساتھ اپنا حسن سلوک نہ رکھیں گے۔ پھر جب آیت نازل ہوئی جس میں سلوک جاری رکھنے کی تلقین کی گئی تھی تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی قسم کا مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمادیا کہ قسم توڑ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ جاری رکھو اور قسم کا کفارہ دیدو۔

چنانچہ انھوں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا، پھر اپنی قسم کا کفارہ بھی ادا کر دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اسی آیت قرآنی کی عملی تفسیر بھی ہے۔

مربّی کیلئے ہدایات

۱ و ۲ : حسب معمول زیر درس حدیث کو چند بار سامعین کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے کہ بعض لوگوں کو حدیث شریف اچھی طرح محفوظ ہو جائے، پھر اس کی تشریح سنائیے اور سمجھائیے۔

۳۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ مسلمان کی "یمین لغو" میں کوئی کفارہ نہیں ہے مگر یہ عادت ناپسندیدہ ہے۔

۴۔ لوگوں کو بتا دیجئے کہ اگر کسی نے قسم کھالی، اس کے بعد پچھتایا اور قسم توڑنے میں بہتری دیکھی تو قسم توڑ سکتا ہے۔ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔

۵۔ لوگوں کو قسم کے کفارہ کے متعلق بتا دیجئے کہ اسکی چند صورتیں ہیں۔

۱ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو پونے دو کلو گیہوں یا اسکی قیمت دیدے۔ ۲ یا دس مسکینوں کو پوشاک دیدے۔ ۳ یا شرعی غلام میسر ہو تو ایک غلام آزاد کر دے۔ ۴ اگر اوپر کی صورتوں کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھے۔

انتیسواں درس

۲۹ جمادی الثانیہ	قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ	درس قرآن مجید

آیت شریفہ: یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ○ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ○ (الدہر ۷، ۸)

ترجمہ آیت: وہ لوگ واجبات شرعی کو پورا کرتے ہیں۔ اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔ وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب و یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اپنے دل میں یوں کہتے ہوئے کہ) ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے نہ اس کا بدلہ چاہیں گے نہ شکریہ۔

تشریح: یہ آیات سورۂ دہر کی ہیں (جسے سورۂ انسان بھی کہتے ہیں) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور صالح بندوں کی نشانیاں بتائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) وہ لوگ واجبات شرعی (اپنی منت و نذر) کو پورا کرتے ہیں۔ اگر کسی نے نذر مانی کہ ایک مہینہ کا روزہ رکھوں گا، تو وہ اس نذر کو پورا کرتا ہے۔ یا کہا کہ میں اتنا صدقہ کروں گا، تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اتنا صدقہ کرتا ہے۔ (۲) وہ لوگ قیامت کے روز سے ڈرتے ہیں جسکی شدت و سختی عام ہوگی۔ (۳) وہ لوگ صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنی

ضرورت مندی کے باوجود غریب ومسکین اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔اور غریبوں، مسکینوں یا قیدیوں کو ان کو کھانا کھلانا صرف بوجہ اللہ (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے) ہوتا ہے، وہ اس کا کوئی بدلہ یا شکریہ ان لوگوں سے نہیں چاہتے۔

مربی کیلئے ہدایات

۱ و ۲۔ حسب دستور آیات زیرِ درس کو صحت و تجوید کے ساتھ بار بار دہرائیے کہ لوگوں کو یاد ہو جائے اور جو تشریح کی گئی ہے اسے سمجھا سمجھا کر پڑھئے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

۳۔ لوگوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے نیک بندوں کی پہچان اور نشانی یہ بتائی ہے کہ: وہ لوگ اپنی اللہ تعالیٰ سے مانی ہوئی نذریں پوری کرتے ہیں۔ قیامت کے روز سے ڈرتے ہیں۔ محتاجوں، فقیروں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

۴۔ لوگوں کو بتائیے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو صدق دل سے دیا جائے، خوشدلی سے دیا جائے۔ اور یہ بھی بتا دیجئے کہ صدقہ کرنے والا جس چیز کی حاجت و ضرورت خود بھی رکھتا ہو، اس چیز کا صدقہ زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ جیسا کہ آیت میں "علیٰ حبّہ" کے فقرہ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔

۵۔ لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ غیر اللہ کی نذر شرک ہے۔ کیونکہ نذر عبادت ہے، اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہونی چاہیئے۔ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔

تیسواں درس

۳۰ رجمادی الثانیہ | قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ | درس حدیث شریف

حدیث شریف: لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَلَا نَذْرَ فِیْ مَا لَا یَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ (مسلم) وَقَالَ لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ یَمِیْنٍ (ابن ماجہ) وَقَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ یُطِیْعَ اللّٰهَ فَلْیُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَعْصِیَ اللّٰهَ فَلَا یَعْصِهٖ (بخاری) وَقَالَ لِلَّذِیْ نَذَرَ اَنْ یَمْشِیَ "اِرْكَبْ اَیُّهَا الشَّیْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ (مسلم)

ترجمۂ حدیث: معصیت وگناہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔ اور جو بات آدمی کے اختیار ہی میں نہ ہو اسکی نذر بھی درست نہیں ہے۔ معصیت کی نذر جائز نہیں ہے، اس کا کفارہ بھی وہی قسم کا کفارہ ہے۔ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرے گا تو یہ نذر پوری کرے، اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرے، اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو نذر پوری نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے۔ اور آپ نے اس شخص سے جس نے پیدل چلنے کی منت مانی تھی فرمایا کہ اے بڑے میاں! سواری پر بیٹھو، اللہ تعالےٰ تم سے بھی بے پروا ہیں اور تمھاری نذر منت سے بھی بے پروا ہیں۔

تشریح: یہ درس چار مختلف حدیثوں پر مشتمل ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ گناہ کے کام کی نذر اور ایسی نذر جس پر آدمی کا اختیار ہی نہ ہو ناجائز و حرام ہے

اور بڑی سرکشی کی بات ہے۔

دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ معصیت کی نذر اگرچہ حرام ہے لیکن یہ منعقد ہو جائے گی۔ اور اسے توڑنا اور توڑنے کے بعد کفارہ دینا بھی واجب ہوگا۔

تیسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت و اطاعت کی نذر اگر مانی ہے تو اس پر عمل کرے۔ اور اگر معصیت کی نذر مانی ہے تو معصیت کا ارتکاب کرکے اس پر عمل کرنا حلال نہیں ہے۔ اس لئے اسے توڑ کر کفارۂ قسم ادا کرے۔

چوتھی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کسی بوڑھے شخص نے پیدل سفر کی نذر مان لی تھی، تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بڑے میاں، سواری کرلو اللہ تعالیٰ تم سے بھی بے نیاز و بے پرواہے اور تمھاری ایسی بے عقلی کی نذر سے بھی بے پروا اور بے نیاز ہے۔

مربی کیلئے ھدایات

۱ و ۲۔ حسب معمول زیر درس حدیث سامعین کو چند بار سنائیے کہ کچھ محفوظ ہو جائے پھر اسکی تشریح کو عام فہم انداز میں سمجھائیے کہ پورا درس ہر ایک کی سمجھ میں آجائے۔

۳۔ لوگوں کو نذر و منت کی حقیقت سمجھائیے کہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے ذمہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنے طور پر اپنے ذمہ واجب کرلے جو اسکی نذر ہی کیوجہ سے اسکے ذمہ واجب ہو گئی ہے۔

نوٹ: الحمدللہ کہ جمادی الثانیہ چھٹے مہینہ کے دروس کا ترجمہ جو ۹ $\frac{۵}{۱۴۲۰}$ ھ (۹ جمادی الاولےٰ ۱۴۲۰ھ) کو شروع کیا گیا، ایک سال سے بھی آٹھ دن زائد مدت میں ختم ہوا۔ آج ۱۷ $\frac{۵}{۱۴۲۱}$ ھ بروز جمعہ ہے نماز جمعہ سے پہلے یہ کاپی ختم ہوئی۔ اور بعد نماز جمعہ ماہ رجب کی کاپی شروع کی گئی۔